

تاریخ اسلام میں عایشہ کا کردار

دوران معاویہ

جلد سوم

مؤلف : سید مرتضیٰ عسکری

مترجم : سید کرار حسین رضوی گوپالپوری

فہرست

۲.....	گفتار مترجم
۱۰.....	پیش گفتار
۱۱.....	(فصل اول)
۱۱.....	معاویہ کی زندگی پر ایک نظر
۱۳.....	ابو سفیان اور ہند
۱۷.....	اموی خاندان جاہلیت کے زمانے میں
۱۹.....	ابو سفیان جنگ بدر میں
۲۱.....	ابوسفیان جنگ احد میں
۲۵.....	ہندہ جنگ احد میں
۲۸.....	جنگ خندق میں ابو سفیان کی قیادت
۳۰.....	کمزوری کا احساس اور صلح کی پیش کش
۳۱.....	مکہ فتح ہو گیا
۳۶.....	ابو سفیان اسلامی معاشرے میں
۳۹.....	ابوسفیان شیخین کے زمانے میں
۴۲.....	ابوسفیان عثمان کے زمانے میں
۴۳.....	(فصل دوم)
۴۳.....	معاویہ رسول اسلام (ص) کے زمانے میں
۴۷.....	معاویہ خلفاء کے زمانے میں
۵۱.....	معاویہ و عثمان
۵۴.....	ابوذر معاویہ کے مقابل
۶۰.....	تاریخ اسلام کا ایک افسانہ
۶۴.....	کوفے کے قاری شام میں
۶۸.....	معاویہ عثمان کے بعد
۷۲.....	صفین معرکہ حق و باطل
۷۴.....	معاویہ کی چالاکی
۷۸.....	ابو موسیٰ اور عمر و عاص
۸۱.....	شام کے لیڈر
۸۲.....	۱_نعمان بن بشیر
۸۳.....	۲_سفیان بن عوف
۸۵.....	۳_عبد اللہ بن مسعدہ
۸۶.....	۴_ضحاک بن قیس
۸۷.....	۵_بسر بن ارطاة

۹۳ لشکر علوی (ع) کا ایک سپاہی جاریہ بن قدامہ
۹۴ دو متضاد سیاستیں
۹۵ دوسرا واقعہ
۹۶ (۱)
۹۶ سیاست امیر المومنین (ع)
۹۶ (۲)
۹۶ سیاست معاویہ
۹۶ تجزیہ و تحلیل
۹۹ معاویہ امام حسن (ع) کے زمانے میں
۱۰۴ صلح کے اسباب و علل
۱۰۷ فصل سوم
۱۰۷ دشمنوں کے ساتھ نرمی
۱۰۹ عرب کے مکار معاویہ کے جال میں
۱۱۵ سنگین ٹیکس
۱۱۹ شیعہ شکنجہ و ازار میں
۱۲۳ حکومت خاندانی ہوتی ہے
۱۲۶ یزید کی بیعت بصرہ میں
۱۲۸ شام میں یزید کی بیعت
۱۲۹ یزید کی بیعت مدینہ میں
۱۳۲ یزید کی بیعت بلیدان چاہتی ہے
۱۳۳ یزید کی تاج پوشی
۱۳۶ فصل چہارم
۱۳۶ عائشہ اور امویوں میں دوستی کے اسباب
۱۳۹ معاویہ کے تحفے
۱۴۱ اموی حکومت میں ، عائشہ کا رسوخ
۱۴۲ عائشہ اور معاویہ کا ایک دوسرے پر چوٹ
۱۴۵ قتل محمد بن ابی بکر
۱۴۷ عبد الرحمن بن ابی بکر کو زہر دیا گیا
۱۵۲ جنگ جمل سے عائشہ کی شرمندگی
۱۵۳ "عائشہ مرنے سے پہلے"
۱۵۵ فصل پنجم
۱۵۵ عائشہ کی سخاوت
۱۵۹ خاندانی تعصب
۱۶۲ عائشہ کی خطابت
۱۶۵ عائشہ کی زندگی میں فاخرہ لباسی
۱۶۷ مسئلہ رضاعت میں ، عائشہ کا نرالا فتوا
۱۷۲ عائشہ کی زندگی کے چند گوشے
۱۷۷ فصل ششم
۱۷۷ معاویہ کی زندگی پر ایک طائرانہ نظر
۱۸۰ زمانہ معاویہ میں حدیث سازیاں
۱۸۴ معاویہ اور بنی امیہ کے بارے میں بزرگوں کا فیصلہ
۱۸۸ اپنے کرتوت پر جعلی حدیثوں کا غلاف
۱۹۵ معاویہ کے مقابلے میں بعض دلبروں کا کردار
۲۰۰ بلاد اسلامی کے منبروں سے امیر المومنین پر نفرین
۲۰۲ بعض لوگوں کا لعنت سے گریز
۲۰۶ معاویہ کا آخری ہدف
۲۱۱ عائشہ کی ایک حدیث
۲۱۳ تحقیق اور نتیجہ

زندگانی عائشہ کی تحقیق کا مقصد ۲۱۴
ایک حدیث کے سلسلے میں علماء اہلسنت کی توجیہیں: ۲۲۰

گفتار مترجم

اسلامی متن کو جاننے کے لئے تاریخ اسلام کی شناخت اور مشہور و موثر شخصیتوں کی شناخت بہت ضروری ہے یہاں تک کہ جرات کے ساتھ یہ دعویٰ کیا جا سکتا ہے کہ تاریخ اسلام کی گہرائی اور دقت سے واقفیت حاصل کئے بغیر اس کے ائین، حقائق اور واقعات کو سمجھا نہیں جاسکتا، کیوں کہ ایک طرف تو بزرگ شخصیتوں کی پہچان اور ان کے مثبت اسلامی افکار و اعمال خود دینی متن کا ایک حصہ ہیں جسے سنت کے نام سے جانا جاتا ہے، ظاہر ہے کہ یہ اس کے زبان و مکان، آداب و رسوم اور اخلاق کو سمجھے بغیر اس کی واقفیت ممکن نہیں ہے اور دوسری طرف منفی شخصیتوں کو پہچاننا بھی صحیح اسلام کو سمجھنے کیلئے ضروری ہے کیوں کہ اس طرح اسلامی جنگ و جہاد کی نوعیت اور ان کے روبرو کے اقدامات کو سیاہ کار افرادی کے اقدامات سمجھنے سے سمجھا جاسکتا ہے۔

اس بنیاد پر توجہ کرتے ہوئے ایک قیمتی تاریخ صحیح کی ہمیں تلاش کرنی چاہیئے، تاکہ یہ واضح ہو سکے کہ حقائق تاریخی حاصل کرنے کے لئے اپنے دین کی واقفیت کے حصول میں کس قدر مددگار ہے، اور کس حد تک ہم طلوع اسلام کے بعد صدیاں بیتنے کے باوجود ہم صحیح اسلام کو حاصل کر سکتے ہیں اور اس چشمہ صافی سے نزدیک ہو سکتے ہیں۔

ہم آئندہ صفحات میں دیکھیں گے کہ اسلام میں تاریخ و حدیث کو کس طرح خواہش پرستی کا نشانہ بنایا گیا اور جھوٹ و تحریف کس حد تک اسمیں جگہ پاگئی ہے، احادیث و تواریخ کی کتابوں پر ان عیاروں نے حکومت اموی کے اشاروں سے، خاص طور سے معاویہ کے اشارے پر کس حد تک تقویت دی گئی اسلام کی زندگی پر ہر دن ایک تازہ جھوٹ اور بناوٹ کا پلندہ بڑھادیا جاتا تھا دین

خدا کا درخشاں سورج ابستہ ابستہ ان تمام جھوٹ اور جعل کے دھند میں دفن ہو گیا، یہیں ہمیں ائمہ اہلبیت کی جانبازی و ثبات کوافرین کہنا پڑتا ہے کہ ان بزرگواروں اور پاکباز شیعوں نے سچے اسلام کی حمایت کے لئے اقدام کیا اور اپنے خون سے جہاد کی ایک ایسی فضا تیار کی کہ ان جھوٹے اور جعل سازوں کی ہمت پست ہو گئی۔

دوسری طرف جاہلیت کے محافظوں ، اموی وعباسی خلفاء کی یہ کوشش جاری رہی ہے کہ معاویہ کے زمانے میں جو جھوٹ گڑھ دئے گئے ہیں ان کی حفاظت کی جائے اور جہاں تک ہو وسیع بنیادوں پر انکی اشاعت کی جائے

۳

کیونکہ انکے خلافت کی بنیاد اسی جھوٹ پر استوار تھی ، حق باطل کی یہ محاذارائی گروہ خدا اور گروہ شیاطین کے درمیان ہمیشہ جاری رہے گی اس سے کوئی زمانہ خالی نہیں رہا ہے۔

ہمارے عہد میں ایک دوررس محقق اپنی شاندار ذہانت سے اس سچ اور جھوٹ کو ایک دوسرے سے الگ کرنے کیلئے عظیم اقدام کیا ہے اور سیکڑوں جھوٹ اور تحریف کو میدان تاریخ اسلام سے الگ کیا ہے علامہ مرتضیٰ عسکری نے تاریخ وحدیث کے متون کو چالیس سال تک اپنی سخت کاوش سے حقائق کی رونمائی کی ہے جو دراسات فی الحدیث والتاریخ کے نام سے سلسلہ وار شایع ہو چکی ہے رات و دن کی محنتوں _ دقت نظر اور فکر صحیح کے ذریعہ تاریخ اسلام کے بے شمار مسائل اور واقعات کو جعلیات کے اندھیروں سے نکال کر حقائق کے متلاشی حضرات کے حوالہ کیا۔

سچی بات تو یہ ہے کہ صحیح تاریخ اسلام اور اسکی عظیم رکاوٹوں کا سب سے پہلا متن مشہور تاریخ طبری ہے یہ تاریخ نگاروں کا پیشوا ہے بغیر اس کا مطالعہ کئے اور اس پر تحقیقی نظر ڈالے اسے مستند نہیں قرار دیا جا سکتا اسی طرح صحیح بخاری صحیح مسلم اور ابن اثیر وغیرہ پر بھی ہوش مندی کے ساتھ تحقیقی نگاہ ڈالنا ضروری ہے چنانچہ ازاد اور مشہور مصری دانشور، محمود ابو ریحہ فرماتے ہیں کہ:

جس شخص کو بھی ارزوبے کہ تاریخ اسلام کے حقائق کو اوائل سے بیعت یزید کے زمانہ تک اچھی طرح سمجھے اس پر لازم ہے کہ وہ دو قیمتی تحقیقی

کتابوں کا مطالعہ کرے ایک تو عبداللہ بن سبا اور دوسرے احادیث ام المومنین عائشہ۔

مولف کتاب علامہ سید مرتضیٰ عسکری ایرانی ناد دانشور ہیں انکے ابا و اجداد صدیوں تک ساوہ اور سبزوار میں علمی اور تبلیغی مرجعیت سے سرفراز تھے اپ کی ولادت سامرہ شہر میں ہوئی اور علمی گھرانے میں پرورش پائی ان کے بڑے ابا ایۃ اللہ مرزا محمد سامرائی نے انکی تربیت میں بہت ہاتھ بٹایا اپ اس شہر کے بزرگ اور پربیزگار عالم تھے علامہ عسکری نے ابتدائی دینی تعلیم (اور ثانوی حد تک) سامرہ میں حاصل کی اس کے بعد اپ نے قم کا سفر کیا اور یہاں پانچ سال تک حوزہ علمیہ میں تکمیل علم کے مراحل طے کئے اس کے بعد اپ عراق اپنے بزرگ و مقدس اجداد کی پا بوسی کے لئے چلے آئے اپ کے تحصیلات علمی کا آخری دورہ عراق کے مذہبی شہروں میں ہوا اس کے بعد اپ تھوڑی دیر بھی آرام و سکون سے نہ بیٹھے اور ان ایام میں بھی اپنی زندگی کو علمی تحقیقات اور تبلیغی و معاشرتی فعالیت

۴

میں صرف کیا پندرہ شیعہ ادارے قائم کئے ان میں ثانوی مدارس کالج اسپتال اور امور خیر کے صندوق شہر بغداد میں قائم کئے۔

علامہ عسکری کے علمی کارناموں کی چند خصوصیتیں ہیں ان صفحات میں ان کے علمی نگارش کا کچھ تذکرہ کیا جاتا ہے تاکہ اس کتاب کے سمجھنے میں معاون ہو۔

اپ کی تمام کتابوں کی پہلی خصوصیت یہ ہے کہ تعصب اور جانبداری سے قطعی پاک ہوتی ہے، چنانچہ ہم اسی کتاب میں اس حقیقت کا مشاہدہ کریں گے اپ نے صرف حق و حقائق کی پاسداری کے لئے شخصیت کے کمزور پہلوؤں سے بحث کی ہے اور ام المومنین کے امتیازات کی تشریح کے لئے بے شمار صفحات لکھ ڈالے ہیں۔

دوسری خصوصیت و امتیاز یہ ہے کہ اپ نے متقدمین کے مصادر و متون کی طرف رجوع کیا ہے، یہاں تک کہ اپ نے اپنے ابتدائی مباحث میں پانچویں صدی بعد

کی کسی کتاب پر بھروسہ نہیں کیا ہے اور ضمنی حیثیت سے اپ نے کوشش کی ہے کہ انہیں متقدمین کے متون کی طرف متوجہ کیا جائے تاکہ تمام امت کے افراد پوری طرح مان لیں جیسا کہ عصر حاضر کے بعض دانشور حضرات نے کچھ تاریخی کتابوں میں تشکیک پیدا کی ہے علامہ نے اپنی کتاب عبداللہ بن سبا میں صرف انہیں کو اپنا ماخذ نہیں بنایا ہے، ڈاکٹر حفنی داو داستاد دانشکدہ ادبیات مصر نے عراقی رسالہ میں کتاب عبداللہ بن سبا کے بارے میں اپنی رائے لکھی ہے کہ اس محقق اور ماہر تاریخ نے اپنے علمی تحقیقات و مباحث میں بے شمار کتابوں کے حوالے دئے ہیں اور ہر ایک میدان تاریخ میں قدم ڈال کر فراموش شدہ حقیقت کو حاصل کیا ہے یہ استاد محقق ہمیشہ اس کوشش میں رہے کہ اپنی تمام کتابوں کے دلائل مخالفین شیعہ سے حاصل کئے جائیں اور انہیں سے اپنا مطلب ثابت کیا جائے اس طرح وہ قریب ترین راستہ اختیار کرتے ہیں تاکہ دشمنان شیعہ کو اپنے مدلل باتوں سے مغلوب کر سکیں۔

تیسری امتیازی صفت جو استاد عسکری کی تمام کتابوں میں پائی جاتی ہے کہ وہ حوالے بہت زیادہ دیتے ہیں چنانچہ اسی کتاب کے فصل اول میں بہت زیادہ مصادر و ما خذ موجود ہیں حالانکہ فارسی میں چالیس صفحہ اور عربی متن میں بیس صفحہ سے زیادہ نہیں ہیں، یہ خصوصیت کتاب عبداللہ بن سبا کے متن عربی میں اور اس موجودہ کتاب میں برجگہ دیکھی جاتی ہے یہاں تک کہ کبھی ادھے صفحہ میں حواشی حوالہ جات بھرے ہوئے ہیں۔ اور کہیں تو ان سے بھی زیادہ

تعمیرت و ترمیم
 ۵

حوالوں کو لکھ ڈالا ہے۔

آخری اہم ترین خصوصیت ایسی ہے کہ جو مشرق و مغرب کے تمام دانشوروں میں کم ہی دیکھی جاتی ہے وہ یہ کہ انہوں نے قدیم ما خذ و مصادر پر پورے طور سے اعتماد نہیں کیا ہے چاہے وہ طبری ہوں یا ابن ہشام یا ابن اثیر انہوں نے کسی پر بھی پورا بھروسہ نہیں کیا ہے چاہے وہ کتنے ہی مشہور ہوں خواہ دوسروں نے اس پر اعماد بھی کیا ہو لیکن علامہ عسکری کی تحقیق میں لائق قبول نہیں ہیں وہ پہلے مرحلے میں تاریخی روایات کے اسناد پر بحث کر کے اسکی قدر و قیمت تعین کرتے ہیں اس صورت حال میں وہ راویوں کی حیثیت کا تحقیقی تجزیہ کرتے ہیں اسکے بعد وہ مورد بحث کے متن کا اسطرح تجزیہ کرتے

ہیں کہ تمام روایات کی اس طرح تطبیق ہو جائے کہ صحیح و سقم جدا ہو سکیں؟

اس بات کا تذکرہ ضروری ہے کہ مغربی محققین عام طور سے یا زیادہ تر اپنی توجہ متن پر مرکوز رکھتے ہیں اور انکی کوشش ہوتی ہے کہ حوادث کے متن کا صحت و سقم متعین کیا جائے وہ راویوں پر کم توجہ دیتے ہیں جدید مستشرقین جنہوں نے مغرب اور یورپ سے علم حاصل کیا ہے وہ زیادہ تر انہیں اساتذہ کی ہاں میں ہاں ملاتے ہیں انکی زیادہ تر تحقیق یورپی انداز فکر سے الگ نہیں ہے اور وہ زیادہ مولف کتاب پر بھروسہ کرتے ہیں اسلئے زیادہ تر خرافاتی مطلب کو مان لیتے ہیں کہ اسے مشہور دانشور نے نقل کیا ہے اور اسی کو لکھ مارتے ہیں۔

لیکن اسلامی محدثین نے ان دونوں روش میں دقیق ترین راہ کا انتخاب کیا ہے وہ پورے طور سے راویان اخبار کو دیکھتے ہیں اور انکی روایت کا تجزیہ کرتے ہیں اور اس حوالے سے وہ تمام ماخذ پر غور کرتے ہیں ان تمام تحقیقات کے انداز کی روشنی میں وہ اپنا نقطہ نظر پیش کرتے ہیں علامہ عسکری کی عمدہ ترین تحقیقات کا انداز یہی ہے ، وہ تاریخ اسلام کے حوادث و مسائل کے سلسلہ میں جدید نظریات و آراء کو اسی بنیاد پر پیش کرتے ہیں جن لوگوں نے کتاب عبد اللہ بن سبا اور دوسری کتاب (خمسون و مائة صحابی مخلق) (ڈیڑھ سو مصنوعی صحابی) کو ملاحظہ کیا ہے وہ ہمارے اس نقطہ نظر کی تصدیق کریں گے۔

کلاسگو یونیورسٹی کے پروفیسر جیمس رینسن نے علامہ کو خط لکھتے ہوئے اسی حقیقت کی طرف اشارہ کیا ہے کہ آپ نے (سیف) راوی کی روایتوں کا جو تجزیہ کیا ہے وہ بہت دلکش ہے وہ اس طرح ، پہلے کہ آپ نے سیف کی روایتوں کا تجزیہ کیا پھر انکا دوسری روایتوں سے تقابل کیا اور اس دقیق تقابل نے سیف کی روایت کا پول کھول دیا یہ بھی کہ ان روایتوں کی سند سے پتہ چلتا ہے کہ سیف نے غالباً مجہول راویوں سے روایت نقل کی ہیں پھر یہ بھی سوال

اٹھتا ہے کہ آخر دوسرے مولفین نے ان روایتوں کو اپنی کتابوں میں جگہ کیوں نہ دی لہذا قاری اس نتیجہ پر پہنچتا ہے کہ سیف نے خود ان راویوں کو گڑھ لیا ہے یہ الزام سیف پر ایک منطقی نتیجہ کے طور پر سیف اور دوسرے راویوں کے تقابل سے حاصل ہوتا ہے ، میں بہت زیادہ متشکر اور خوش بھی ہوں کہ اس بحث کے مطالعے میں اپنا وقت صرف کروا کر مطمن ہوں کہ جو لوگ بھی اس کتاب کو

- سمجھکر پڑھیں گے وہ اس شاندار بحث کی ستائشے کرینگے۔
- اب یہ بھی ضروری ہے کہ علامہ عسکری کی علمی اور تحقیقاتی کتابوں کا بھی تذکرہ کر دیا جائے۔
- "۱_ عبدالله بن سبا و اساطیر اخری " یہ کتاب نجف، قاہرہ، بیروت، اور تہران، میں طبع ہوئی اور فارسی، ترکی، اور انگریزی میں ترجمہ کیا گیا۔
- "۲_ خمسوں وما تہ صحابی مختلق " یہ کتاب بیروت، بغداد، اور پھر کئی بار بیروت میں طبع ہوئی اس میں ایک سو پچاس اصحاب رسول کا بیان ہے جو جھوٹے بھی ہیں اور خیالی ہیں جو اچ تک پیدائیں ہوئے۔
- "۳_ احادیث ام المومنین عائشہ ادوارمن حیاتہا " یہ کتاب فارسی میں تہران میں ۳جلدوں میں چھپی اور پاکستان میں اسکا اردو ترجمہ شایع ہوا۔
- "۴_ رواة مختلقون " اسمیں جھوٹے راویوں کا پول کھولا گیا ہے جنہوں نے روایتیں گڑھ کے تاریخ میں بھردی ہیں یہ کتاب منطقی لحاظ سے خمسوں وما تہ صحابی مختلق کا نتیجہ ہے۔
- "۵_ من تاریخ الحدیث " یہ بہت ہی اچھی تحقیقی کتاب ہے۔
- "۱۶_ لسقیفہ " تاریخ اسلام کے اس عظیم حادثے کا ۳۰۰/صفحات میں تجزیہ کیا گیا ہے۔
- "۷_ مصطحات اسلامیہ " اسمیں اسلامی اصطلاحات کی تعریف ہے۔
- "۸_ مع الدكتور الوردی فی کتابہ وعاظ السلاطین " بادشاہوں کے واعظوں پر علمی تنقید ڈاکٹر علی الوردی نے کی ہے اس پر علامہ نے علمی تنقید لکھی ہے۔
- "۹_ کیف تعلم الدین " دو جلدوں میں بچوں کو دینی مسائل سمجھائے گئے ہیں۔
- "۱۰_ مقدمہ ای بر مرآة العقول " علامہ مجلسی نے اصول کافی کی شرح مرآة العقول کے نام سے لکھی ہے، علامہ نے اس پر ایک طولانی مقدمہ لکھا ہے۔

" ۱۱_ مقدمہ بر کتاب علی و السنة " گیارہویں صدی کے عظیم دانشور سید ہاشم بحرانی کی تالیف علی و السنة پر مقدمہ لکھا ہے۔

" ۱۲_ مقدمہ و تحقیق در کتاب طب الرضا "

" ۱۳_ مقدمہ بر کتاب الاجازات العلمیہ عندالمسلمین " ڈاکٹر عبداللہ فیاض کی کتاب پر مقدمہ ہے۔

" ۱۴_ مقدمہ بر کتاب اصل الشیعہ و اصولہا " علامہ کاشف الغطاء کی کتاب پر تبصرہ کیا ہے۔

" ۱۵_ محمد صادق نجمی کی مطالعہ صحیحین پر مقدمہ لکھا ہے " ان کے علاوہ بھی علامہ عسکری نے عربی کے علمی رسالوں جیسے رسالۃ الاسلام المجتمع الاسلامی اور الاضواء اور الایمان اور العرفان میں بہت سے مقالے لکھے ہیں۔

* * *

موجودہ کتاب احادیث ام المومنین عائشہ ادوار من حیاتها کی آخری جلد ہے جو معاویہ کے زمانے سے متعلق ہے اس سے پہلے دو جلدیں نقش عائشہ در اسلام اور عائشہ در دوران علی شایع ہو چکی ہیں ، کیونکہ عربی متن عربی زبان کے محققین کے لئے لکھا گیا تھا اس لئے مباحث میں ایجاز و اختصار تھا فارسی ترجمہ کے وقت اس بحث کو پھیلانا ہمارے لئے ناگزیر تھا ، لیکن چونکہ پورا ترجمہ علامہ کی نظر سے گزرا ہے اسلئے مترجم کی یہ کوشش موصوف کی نئی کتاب سمجھی جانی چاہیئے مزید یہ کہ کچھ خاص جگہوں پر علامہ نے چند صفحات کا خود ہی اضافہ کیا ہے اس بنا پر یہ کتاب ترجمہ بھی ہے اور تالیف بھی ہے۔

آخر میں ہم یہ تذکرہ کرنا ضروری سمجھتے ہیں کہ جن علماء نے اس کتاب کا مطالعہ کر کے اپنی مفید رائے دی ہے یا اسکے شکوک بر طرف کئے ہیں ہم ان کا شکریہ ادا کرتے ہیں ، نیز اقائے نورالدین عسکری کا بھی شکریہ ادا کرتے ہیں جنہوں نے ماخذ کی فہرست مرتب کی ان کے علاوہ بھی ان تمام دوستوں کا بھی شکریہ ادا کرتے ہیں جنہوں نے بڑی توجہ سے اغلاط نامہ میں میری مدد کی۔

میں قارئین کرام سے امیدوار ہوں کہ اگر وہ کوئی اشتباہ یا لغزش ملاحظہ

فرمائیں یا اصلاح کی نظر ڈالیں تو حقیر کو اس سے مطلع فرما دیں، میں ان کا بہت ممنون ہوں گا۔

م • ع • جاوداں

۸

پیش گفتار

معاویہ کا زمانہ زمانہ، اسلام میں خاص امتیاز کا حامل کیونکہ اسمیں ہر جانب سے اسلامی احکام واثار کی تحریف کی گئی ہے اموی دور خلافت میں حدیث سازی پر تمام توانائیاں صرف کی گئیں اور اور حدیث سازی کا بہت زیادہ کارخانہ صحابہ و تابعین جیسے نمک خواروں کے سہارے قائم کیا۔

اس دوران جتنی زیادہ حدیثیں گڑھی گئیں کہ انہوں نے اسلامی اثار کو پوری طرح اپنی گرفت میں لے لیا اور تمام علوم کی کتابوں میں انہیں بھر دیا س کا عمیق اور دیرپا اثر اسلام کے فکری اعتقادی اور عملی مکتب پر ہمہ جانبہ پڑا، یہاں تک کہ جیسے جیسے زمانہ گزرتا گیا ان مکاتب کی بنیاد اسی مصنوعی احادیث پر استوار ہوتی ہوگی۔

اس سبب سے ہمارے لئے ناگزیر ہے کہ اموی دور خلافت کے ارباب حکومت اور مشاییر کا تحلیل و تجزیہ کریں تاکہ ان جعلی احادیث کے سلسلہ میں ام المومنین عائشہ نے جو تعاون کیا ہے انہیں ہم اچھی طرح سمجھ سکیں۔

آغاز بحث میں معاویہ کا حسب و نسب اور ان کے خاندان کے حالات بیان کریں گے ان کے بعد انکی حکومت و خلافت کے مسائل کا تذکرہ کریں گے جو ان سے متعلق بیسپہر ہم عائشہ کا معاویہ سے تعلق اور اس عہد کے تمام ارکان حکومت کو متعارف کرائیں گے آخر میں ہم ام المومنین عائشہ کی زندگی کا تجزیہ پیش کریں گے جو اسی عہد معاویہ میں اختتام کو پہنچی۔

یہ تذکرہ ضروری ہے کہ اس زمانہ کے شرمناک حالات کا بیان بھی ناگزیر ہے جو معاویہ کے خانوادہ سے وقوع پذیر ہوا اور جنہیں ماہرین انساب نے بیان کیا ہے ہم انہیں بھی بیان کریں گے کیونکہ معاویہ کی ان روحانی گروہوں کو پہچاننے میں بہت معاون ہوں گی، جو خاصان خدا اور پاک نفس افراد کی دشمنی پر ابھارتی تھیں۔

جی ہاں۔ معاویہ کی بد نفسی کو اس زمانہ کی حدیث سازی میں بڑا دخل ہے ان پر سے پردہ اٹھا کر ہی اسلام کے درخشاں چہرے کو پہچانا جا سکتا ہے، اس

وجہ سے ہم اس ضرورت کو کراہیت کے ساتھ اختیار کرنے پر مجبور ہوئے

۹

ہیں کہ معاویہ کا خاندان جیسا کہ ہے ان کی نشاندہی کی جائے، ہم اس علم و تحقیق کی اشاعت پر خاص اللہ کے لئے اور اسی کی توفیق سے اس بحث کو ختم کریں گے۔

سید مرتضیٰ عسکری

۱۰

(فصل اول)

معاویہ کی زندگی پر ایک نظر

معاویہ ابوسفیان اور ہند کا بیٹا تھا۔ اسکی کنیت ابو عبد الرحمن تھی مشہور ترین تاریخی روایات کے مطابق وہ فتح مکہ کے بعد بظاہر اسلام لایا اور ۱۲ھ میں جبکہ ابو بکر نے ابو سفیان کے دوسرے بیٹے یزید کی سرکردگی میں رومیوں سے جنگ کرنے کے لئے لشکر بھیجا تو یہ یزید کا بھائی اور اس کا علمدار تھا۔

ابو سفیان کا فرزند یزید ۱۸ ہجری میں فلسطین کے ایک شہر عمواس میں مرض طاعون میں مر گیا اور فوج کی قیادت اپنے بھائی معاویہ کو سونپ دی، خلیفہ عمر نے بھی اس کی تقرری کو منظور کر لیا خلافت عثمان کے زمانہ میں جو خود بنی امیہ کی فرد اور معاویہ کے چچا زاد بھائی تھے اپنی سلطنت کو کافی وسعت دی کیونکہ عثمان نے پورا شام ان کے حوالے کر دیا تھا جس میں لبنان، شام، فلسطین اور اردن کا علاقہ بھی آتا تھا۔

اس طرح معاویہ نے ۱۹ سال تک اطمینان کے ساتھ شام پر حکومت کی لیکن جب حضرت علی بن ابی طالب تخت خلافت پر بیٹھے تو معاویہ نے بغاوت کر دی اور انکا حکم ماننے سے انکار کر دیا، معاویہ نے انتقام خون عثمان کے بہانے حضرت علی (ع) سے ایک بڑی فوج کے ساتھ صفین میں جنگ کی حضرت علی (ع) اسکی سر کوبی کے لئے مہاجرین و انصار کے ساتھ سر زمین صفین پر پہنچ گئے۔

دونوں لشکروالے ذی الحجہ ۳۶ ہجری میں امنے سامنے ہوئے ایک سو دس دن

تک دونوں میں جنگ ہوتی رہی ، آخر میں جبکہ امام کو حتمی کامیابی ملنے والی تھی عمروعاص کی عیاری سے قرآن نیزوپر بلند کئے گئے اور لشکر شام نے امام کے فوجیوں کو حکمت قرآن کی دعوت دی اس عیاری سے سادہ لوح مسلمان دھوکہ کھا گئے اور انہوں نے امام کو مجبور کیا کہ جنگ سے ہاتھ روک لیں۔

اس طرح جنگ ختم ہو گئی اسکے بعد امام کی رائے کے خلاف کوفیوں نے اپنی جانب سے ابو موسیٰ کو حکم منتخب کیا معاویہ نے بھی اپنی جانب سے عمروعاص کو نامزد کیا ، یہ دونوں حکم ماہ رمضان ۲۸ ہجری میں دومتہ الجندل کے مقام پر اپنا فیصلہ سنانے کے لئے جمع ہوئے ، عمر و عاص نے ابو موسیٰ کو فریب دیتے ہوئے یہ پیش کش کی کہ ہم دونوں ادمی علی اور معاویہ کو

۱۱

خلافت سے معزول کر دیں تاکہ تمام مسلمان جسے بھی چاہیں شوری کے ذریعہ خلیفہ منتخب کر لیں۔

ابو موسیٰ نے یہ بات مان لی ، عمر و عاص نے پہلے انہیں کو ممبر پر بھیجا انہوں نے ممبر پر جا کر امیرالمومنین حضرت علی (ع) اور معاویہ کو خلافت سے معزول کر دیا ، ان کے بعد عمر و عاص ممبر پر پہنچا اور معاویہ کے خلاف حضرت علی (ع) کو خلافت سے معزول کر کے اس نے معاویہ کے خلیفہ ہونے کا اعلان کر دیا ، ابو موسیٰ کو عمر و عاص کے اس فعل پر بہت غصہ آیا وہ وہیں عمر و عاص کو گالیاں دینے لگا عیار عمر و عاص نے ترکی بہ ترکی اس کو جواب دیا اس طرح پہلی بار خلیفہ کی حیثیت سے معاویہ کا نام لیا گیا ۔

۶۰ ہجری ماہ رمضان میں عبدالرحمان ابن ملجم کی تلوار امام کے فرق مبارک پر پڑی ، امام تین روز کے بعد شہید ہو گئے شامیوں کے علاوہ تمام مہاجرین و انصار اور مسلمانوں نے امام حسن کی بیعت کر لی ، لیکن آخر کار معاویہ کے سامنے لوگوں نے امام حسن کا ساتھ نہیں دیا ، ایسی سستی دکھائی کہ معاویہ کی تمام منحوس ارزوئیں پوری ہو گئیں۔

معاویہ نے اس سال کا نام عام الجماعت رکھا اور وہ تخت خلافت پر براجمان ہو گیا اس طرح وہ انیس سال تین مہینے اور کچھ دن تمام مسلمانوں پر حکمرانی کرتا رہا وہ ماہ رجب ۶۰ ہجری میں مر گیا اور دمشق میں دفن کیا گیا۔

ابو سفیان اور ہند

معاویہ کا باپ ابو سفیان صخر ابن حرب ابن امیہ ابن عبد شمس تھا، اسکی ماں کا نام ہند تھا جو عقبہ ابن ربیعہ ابن عبد شمس کی بیٹی تھی، معاویہ کی ماں ہند نے پہلے توفاکہ ابن مغیرہ سے شادی کی جو قبیلہ بنی مخزوم سے تھا یہ شخص سر زمین غمیصاء (۱) (میں مارا گیا۔

فاکہ کے مرنے کے بعد ہند نے مغیرہ کے دوسرے فرزند حفص سے شادی کی کچھ دن کے بعد وہ بھی مر گیا، ہند نے آخری بار ابو سفیان سے شادی کی (۲)، بعض تاریخوں میں اس شادی کو بہت تفصیل سے بیان کیا گیا ہے، وہ یہ کہ

۱۔ غمیصامکہ کے پاس ایک جگہ ہے اس زمانے میں بنی جذیمہ کا قبیلہ وہاں ساکن تھا یہ قبیلہ اور فاکہ کے علاوہ کچھ دوسرے قریش کے لوگ جاہلیت کے زمانہ میں قتل کئے گئے، اسلام کے زمانے میں خالد بن ولید کو وہاں فتح مکہ کے بعد بھیجا گیا کہ وہاں قبائل عرب کو اسلام کی دعوت دیں اس قبیلے نے اپنے خون کا معاوضہ طلب کیا رسول اکرم (ص) نے ان کے اس مطالبے پر سخت برہمی کا مظاہرہ کیا اور مقتولوں کا خونبھا بیت المال سے ادا کر دیا
۲۔ المحبر ص ۲۳۷، طبقات ابن سعد ج ۸ ص ۲۳۵

۱۲

ہند کا پہلا شوہر فاکہ اپنی زوجہ پر زنا کا الزام لگاتا تھا اس لئے اسکو علاحدہ کر دیا کیونکہ وہ اس بدنامی کو اپنے سر نہیں ڈھونا چاہتا تھا (۱۔)

دوسرے مورخین کا خیال ہے کہ بنیادی طور سے ہند زناکاری کے سلسلے میں مکہ میں بر جگہ شہرت رکھتی تھی، ہند کی ابو سفیان سے شادی کے واقعات اس طرح بیان کئے گئے ہیں کہ مسافر بن عمر و، یہ ہند پر بری طرح فریفتہ تھا یہ شخص بنی امیہ کی فرد تھا اس کے ہند سے روابط عام طور سے لوگوں کے زباں زد تھے، ہند اس سے حاملہ ہوئی جس وقت اس کا حمل ظاہر ہونے کے قریب تھا، مسافر بن عمر و مکہ سے بھاگ کر حیرہ کے بادشاہ نعمان ابن منذر کے پاس چلا گیا تاکہ اس سے مدد مل سکے اس کی غیبت میں ابو سفیان سے ہند نے شادی کر لی (۲)

بشام ابن محمد کلبی مشہور ماہر انساب اپنی کتاب مثالب میں اور مشہور ادیب اصمعی یہ دونوں کہتے ہیں کہ معاویہ جاہلیت کے زمانہ میں چار افراد کی

طرف منسوب تہاجن کے نام اس طرح ہیں

۱_ بنی مخزوم کا عمارہ ابن ولید

۲_ بنی امیہ کا مسافر ابن عمر و

۳_ بنی امیہ کا ابو سفیان

۴_ بنی ہاشم کے عباس ابن عبد المطلب (۳)

ان چاروں میں بہت دوستی تھی اور ان چاروں کا ہند سے ناجائز تعلق ہونا مشہور تھا۔

۱_ عمارہ بن ولید قریش کا بہت خوبصورت جوان تھا یہ وہی شخص ہے جو عمر و عاص کے ساتھ مسلمانوں کو حبشہ سے واپس لانے کے لئے نجاشی بادشاہ کے پاس گیا تھا اسنے عمر و عاص کی زوجہ سے تعلقات پیدا کر لئے تھے اس لئے عمر و عاص کو انتقام لینے کی فکر ہوئی عمر و عاص نے کچھ ثبوت فراہم کر کے نجاشی بادشاہ سے اسکی چغلی کی بادشاہ حبشہ بہت برہم ہوا اور اس نے جادو گروں کو حکم دیا کہ اس کو پا گل بنا دیں اور یہ صحرامیں مارا مارا پھرے اور اس طرح وہ وہاں درندوں کا شکار ہو جائے (۴)

۱_ العقد الفرید ج ۶ ص ۸۷، الاغانی ج ۹ ص ۵۳

۲_ الاغانی ج ۹ ص ۵۳_ ۵۰

۳_ تذکرۃ الخواص سبط ابن جوزی ص ۱۱۶

۴_ الاغانی ج ۹ ص ۵۸_ ۵۵

۲_ مسافر ابن عمر و مشہور ماہرا نساب کلبی اس کے بارے میں لکھتا ہے کہ جاہلیت کے زمانے میں سبھی کا یہ خیال تھا کہ معاویہ اسی کا فرزند ہے کیونکہ ان چاروں اشناو ں میں سب سے زیادہ اسی کو تعلق تھا، جب ہند حاملہ ہوئی تو مسافر بدنامی کے خوف سے حیرہ کے بادشاہ کے پاس بھاگ گیا اور وہیں رہنے لگا کچھ دن کے بعد ابو سفیان حیرہ گیا تو وہاں اسکے دیرینہ دوست مسافر سے ملاقات ہوئی اس زمانہ میں مسافر اپنی معشوقہ کے بجر میں سخت بیمار تھا ابو سفیان نے گفتگو کے درمیان مکہ والوں کے حالات بیان کئے اور آخر میں کہا کہ میں نے تمہارے وہاں سے فرار کرنے کے بعد ہند سے شادی کر لی ہے۔

ابو سفیان کی اس گفتگو نے مسافر کے سینے پر ایک تیر سا لگایا اس کے بعد وہ بہت زیادہ بیمار ہو گیا ہر روز ضعف و نقابت بڑھتا گیا یہاں تک کہ لاعلاج ہو گیا اور اسکی زندگی کا خاتمہ ہو گیا (۱) بعض مورخین کا خیال ہے کہ مسافر جاہلیت کے زمانے میں اسکا عاشق زار سمجھا جاتا تھا۔ (۲)

مشہور دانشور اور مفسر زمخشری اپنی کتاب ربیع الابرار میں ان چاروں افراد کے بارے میں جن سے معاویہ منسوب تھا یوں لکھتے ہیں کہ مسافر ابن عمر و عمارہ ابن ولید عباس ابن عبدالمطلب اور اخر میں عمارہ کا ازاد کردہ غلام صباح کی طرف منسوب ہے۔ (۳)

زمخشری کا بیان ہے کہ: ابو سفیان پستہ قد اور بد شکل تھا صباح ابو سفیان کا ملازم تھا جو شاداب جوانی رکھتا تھا، ہند نے اس جوان کو خریداری کی نیت سے دیکھا نتیجہ میں وہ اپنے کو سنبھال نہ سکی اور اپنی طرف دعوت دی اس طرح دونوں میں پوشیدہ طریقہ سے تعلقات قائم ہو گئے، اور یہ ناجائز تعلق اتنی شہرت پا گئے کہ بعض مورخین کا خیال ہے کہ معاویہ کے علاوہ ابو سفیان کا دوسرا بیٹا عتبہ بھی اسی صباح سے ہے، بعض مورخین یہ بھی کہتے ہیں کہ ہند اپنے گھر میں اس بچے کی پیدائش سے خوش نہیں تھی، اسلئے صحرا میں بھاگ گئی اور اسنے عتبہ کو وہیں اکیلے جنم دیا۔

عظیم شاعر اسلام حسان ابن ثابت نے فتح مکہ سے پہلے مسلمانوں اور مشرکوں کے درمیان جب شعری نوک جھوک ہو رہی تھی تو اس حادثہ کو اپنے دو شعروں میں ہند کی اس فحش حرکت کا ذکر کیا ہے۔

۱_ تذکرۃ الخواص ص ۱۱۶

۲_ الاغانی ج ۹ ص ۵۳

۳_ شرح نہج البلاغہ ج ۱ ص ۳۳۶

آخر یہ بچہ کس کا ہے جو بطحا کے ریگزاروں میں پھینک دیا ہے، وہ بچہ جو خاک پر پڑا ہوا ہے جھولے سے بہت دور ہے اسکو ایک خوب صورت جوان عورت نے جنم دیا ہے جو بنی امیہ کے خاندان سے ہے، ہشام ابن محمد کلبی نے اپنی کتاب مثالب میں یوں لکھا ہے۔ ہندہ ان عورتوں میں تھی جو سیاہ فام مردوں پر بہت فریفتہ تھی جب بھی اسکی کو کھ سے کوئی سیاہ فام بچہ پیدا ہوتا تھا وہ اسکو

قتل کر ڈالتی تھی پھر وہ اگے کہتے ہیں۔

ایک دن یزید ابن معاویہ اور اسحاق ابن طابہ کے درمیان معاویہ کے سامنے نوک جھوک ہو گئی اس نے کنایہ کہا کہ یہ تمہارے حق میں مفید ہے کہ حرب کے تمام بیٹے بہشت میں داخل ہو جائیں یعنی حقیقت میں تم اس خاندان کے ناجائز فرزند ہو اور اپنے باپ سے نہیں ہو اسکا اشارہ تھا کہ اسحاق کی ماں بنی امیہ کے افراد سے ناجائز تعلقات رکھتی تھی۔ اسحاق نے بھی کنایہ جواب دیا اے یزید یہ تمہارے حق میں مفید ہوگا کہ بنی عباس کے تمام افراد بہشت میں جائیں یزید نے اسحاق کی طنزیہ گفتگو کو نہیں سمجھا لیکن اسکے باپ معاویہ نے مطلب سمجھ لیا اسلئے جب اسحاق مجلس سے اٹھکر چلا گیا تو معاویہ نے یزید سے کہا کیوں دوسروں پر دشنام کی زبان کھولتے ہو حالانکہ تم دوسروں کی باتوں کو سمجھتے نہیں ہو کہ وہ کیا کہہ رہے ہیں، یزید نے کہا میرا مقصد تھا کہ اسحاق کے عیوب کو ظاہر کیا جائے، معاویہ نے جواب دیا کہ اسنے بھی تم پر اسی لحاظ سے چوٹ کی تھی، یزید نے پوچھا وہ کیسے معاویہ نے جواب دیا، کیا تم نہیں جانتے کہ قریش کے اکثر افراد جاہلیت کے زمانہ میں مجھے ابو سفیان کا نہیں عباس کا بیٹا جانتے تھے، اس وقت یزید کے سمجھ میں آیا کہ مجھکو کتنا برا بھلا کہا گیا ہے۔

جی ہاں۔ ہند کی اوارگی اتنی قطعی اور مسلّم تھی کہ پیغمبر اسلام (ص) نے فتح مکہ کے دن اس بات کی طرف اشارہ کیا تھا جس وقت ہند بیعت کے لئے انحضرت (ص) کے سامنے حاضر ہوئی پیغمبر اسلام (ص) نے ہند کے پچھلے خونخوار کرتوتوں کی وجہ سے اسکے قتل کا اعلان کر دیا تھا لیکن اسے بخش دیا اور اسکی بیعت قبول کر لی، آپ نے اسکے تمام کالے کرتوتوں کو نظر انداز فرمایا، (۱۱)

۱۱- ایک عرب شاعر نے کہا ہے ملکنافکان العفومنا سچیۃً ملکتم فسال منا بالدم ابطح ترجمہ : ہم فاتح ہوئے تو ہم نے عام معافی کا رویہ اپنا یا کیونکہ یہی ہماری اخلاقی عادت ہے لیکن جب تم کامیاب ہوئے تو تم نے ہمارے خون سے صحراؤں کو بھر دیا

اسنے انحضرت (ص) کی خدمت میں عرض کیا کہ میں کس بات پر آپ کی بیعت کروں۔

رسول (ص) نے فرمایا: تو زنا نہ کر

ہند نے کہا: کیا ازاد عورتیں بھی زنا کرتی ہیں ا س طرح اسنے اپنے کو پاک
دامن ظاہر کیا۔

پیغمبر اسلام (ص) ہند کو اچھی طرح پہچانتے تھے لیکن اپ نے کچھ نہ کہا
صرف تبسم فرماتے ہوئے عمر کی طرف دیکھا (۱)

اموی خاندان جاہلیت کے زمانے میں

جیسا کہ بیان کیا گیا معاویہ کی ماں ہند اموی خاندان میں سمجھی جاتی ہے
اسکے باپ کانام عتبہ اور چچا کانام شیبہ مشہور تھا یہ دونوں قریش کے بزرگ
، جاہلی زمانہ میں معزز سمجھے جاتے تھے عتبہ اور شیبہ نے ظہور اسلام کے
بعد اسلام سے اعلانیہ اپنی دشمنی ظاہر کی اور یہ دونوں جنگ بدر میں تمام
قریش کے ساتھ موجود تھے یہی دونوں جنگ بدر میں سب سے پہلے میدان میں
اکر اپنا مقابل طلب کر رہے تھے ا س وقت مجاہدین اسلام کی طرف سے
امیرالمومنین علی (ع) اور حمزہ نکلے اور تھوڑی سی جھڑپ کے بعد یہ دونوں
ڈھیر ہو گئے، (۲) معاویہ کا باپ ابو سفیان کوتاہ قد اور بہت عیار تھا چونکہ اسکے
ایک بیٹے کا نام حنظلہ تھا اسلئے اسکی کنیت ابو حنظلہ پڑ گئی یہ حنظلہ وہی
ہے جو بدر کے دن حضرت امیرالمومنین (ع) کے ہاتھوں قتل ہوا تھا (۳)

ابو سفیان، جاہلی زمانہ میں بزرگ قریش سمجھا جاتا تھا وہ جنگ بدر کے بعد
تمام مکہ اور قبیلہ قریش کا سردار مانا جانے لگا کیونکہ جنگ بدر میں تمام سردار ان
قریش قتل ہو گئے تھے اسکے بعد تو اس نے تمام جنگوں میں قریش کی قیادت
کی، یہودی قبیلوں کو اسلام کے خلاف بھڑکا کر محاذ پر کھڑا کیا جنگ احد اور
جنگ خندق اسی کی سرداری میں ہوئی۔

۱- معاویہ کے نسب کے بارے میں بیان کیا جاتا ہے کہ صرف یہ چیز اسی سے
مخصوص نہیں ہے بلکہ عمرو عاص کی ماں نابغہ اور زیاد کی ماں سمیہ اور سعد ابن
ابی وقاص اور مروان ابن حکم جیسے اکثر بزرگان جاہلیت کے بارے میں علماء انساب
کی یہی رائے ہے اصل میں اس وقت شہر مکہ جنسی راہ روی میں ایسا نہیں تھا
جیسا کہ اجکل فرانس کا پیرس شہر ہے۔ رسول اکرم (ص) ایسے فاسد معاشرے
کی اصلاح کیلئے مبعوث کئے گئے تھے۔ تذکرۃ الخواص ص ۲۰۲ چاپ نجف ۱۹۶۴
۲- انساب الاشراف ج ۱ ص ۲۹۷
۳- انساب الاشراف ج ۱ ص ۲۹۷

عظیم مورخ محمد ابن حبیب ، ابو سفیان کو اٹھ ضنادقہ قریش کی ایک فرد سمجھتے ہیں ، (۱) محمد ابن ہشام کا خیال ہے کہ ابو سفیان زمانہ پیغمبر (ص) اسلام میں تمام دشمنان اسلام کاسردار تھا اس نے اسلام کے خلاف محاذ ارائی میں سخت کوشش کی یہ وہی شخص ہے کہ جو ابو طالب سے پیغمبر اسلام (ص) کی حمایت ختم کرنے میں کوشاں تھا ، (۲) یہی وہ ہے کہ جو قبیلہ قریش کی شوری میں جو دارالندوہ میں منعقد ہوئی تھی بہت جوش کے ساتھ حاضر تھا کہ پیغمبر (ص) اسلام کو قتل کیا جاسکے اس نے مجلس برخاست ہونے کے بعد بہت جوشیلے انداز میں رسول (ص) اسلام کے قتل پر لوگوں کو ابھارا ۔ (۳)

رفتہ رفتہ قریش کے سرداروں ابوجہل ، ابو سفیان ، اور ابو لہب جیسوں نے مکہ کے مسلمانوں پر اس قدر سختیاں کیں کہ ان پر زندگی وبال ہو گئی اور پیغمبر (ص) اسلام نے انہیں مدینہ ہجرت کرنے کا حکم دے دیا مسلمانوں نے ابستہ ابستہ اپنا گھر بار چھوڑ دیا اور اپنے مال و دولت عزیز واقارب کو چھوڑ کر حکم خدا کے مطابق ان ظالموں کے ہاتھ سے چھٹکارا حاصل کیا اور مدینہ پہنچ گئے حالت یہ ہو گئی کہ مکہ میں چند مسلمانوں اور پیغمبر اسلام (ص) کے علاوہ کوئی نہ رہ گیا ان ا خری سالوں میں پیغمبر اسلام (ص) پر مکہ کی زمین اتنی تنگ ہو گئی تھی اور ایسی گھٹن تھی کہ پیغمبر (ص) اسلام نے مکہ میں عمومی تبلیغ چھوڑ دی تھی اور اپ صرف حج کے زمانے ہی میں عرب قبیلوں کو توحید کی دعوت دیتے تھے لیکن چونکہ ان ایام میں جنگ و خونریزی ممنوع تھی اس لئے سرداران قریش اپ کو اذیت نہیں پہنچا سکتے تھے ، اس وقت انکی یہی کوشش ہوتی تھی کہ اپ کی تبلیغات کو ناکارہ کر دیں اسی وجہ سے ابو لہب اپ کے پیچھے پیچھے چلتا تھا اور لوگوں کو اپ سے گفتگو کرنے سے روکتا تھا اپ کو برا بھلا کہتا تھا ، الزام لگانا تھا تاکہ کسی طرح اپ کو تبلیغ سے باز رکھ سکے اخر خدا نے اپ کو وحی کے ذریعہ حکم دیا کہ ہجرت فرمائیں اور اس طرح اپ کو قریش کے چنگل سے رہائی ملی ، اپ نے حضرت امیرالمومنین (ع) کو اپنے بستر پر سلا کر مکہ سے ہجرت فرمائی اس شہر میں تھوڑے سے قیدی مسلمانوں کے سوا کوئی نہیں رہ گیا تھا اس زمانہ میں ابو سفیان نے مسلمانوں کے خالی گھروں کو غصب کر کے بیچ ڈالا ۔

۱_المحبر ص ۱۶۱_ چاپ ہند
 ۲_سیرہ ابن ہشام ج ۱ ص ۲۱۷
 ۳_سیرہ ابن ہشام ج ۲ ص ۹۵ _ ۹۲ ، طبری ج ۲ ص ۲۷۰ چاپ دار المعارف مصر

ابو سفیان جنگ بدر میں

جس دن سے مسلمان مدینہ میں آئے انہیں قریشی یابیوں کے چنگل سے نجات ملی لیکن یہاں موت سے زیادہ خوفناک فقر کا سامنا کرنا پڑا ، کیونکہ مہاجرین اپنی تمام دولت ، گھر اور اپنے خاندان کو چھوڑ کر اس شہر اسلام میں پناہ لینے آئے تھے حالانکہ مدینہ کے انصار نے اپنے امکان بھر ان پاک نفسوں کی ضیافت کی لیکن چونکہ اس زمانہ تک مسلمانوں کی مالی حالت اتنی اچھی نہیں تھی کہ اسائشے کے ساتھ زندگی بسر کر سکیں خاص طور سے کچھ لوگ تو ایسے تھے کہ ان کے پاس نہ تو جگہ تھی نہ مکان تھا نہ انکا کوئی سہارا تھا لیکن ان تمام رکاوٹوں کے باوجود اسلام قبول کرنے والوں کی تعداد بڑھتی ہی گئی وہ اتنے طاقتور ہو گئے کہ انہوں نے جزیرۃ العرب میں اپنی شناخت بنا لی اور اپنی طاقت کا مظاہرہ کرنے لگے ۔

ہجرت کے دوسرے سال ایسا حادثہ پیش آیا کہ اسلام کی سب سے بڑی پہلی جنگ پیش آئی قریش سالہاسال سے اپنے تجارتی مال کو دوسرے شہر میں لے جاتے تھے وہ سال میں ایک بار یمن اور ایک بار شام کی طرف جاتے تھے ہجرت کے دوسرے سال اپنی رسم کے مطابق ایک بڑا قافلہ معاویہ کے باپ ابو سفیان کی سر دگی میں شام گیا ہوا تھا جب وہ تجارتی قافلہ واپس ہوا تو رسول اکرم (ص) نے مسلمانوں کے ضایع اموال کے بدلے تقریباتین سو افراد کے ساتھ اس تجارتی قافلے کے سر راہ پہنچ گئے۔

ابو سفیان کو جب یہ خبر معلوم ہوئی تو اس نے مکہ والوں سے مدد طلب کی اس کے بعد اسنے کوشش کی کہ ایک دوسرے راستے سے بغیر کوئی خطرہ مول لئے منزل پر پہنچ جائیں قریش نے ابو سفیان کی مدد میں ایک ہزار کا لشکر تیار کر کے لشکر اسلام کے مقابلہ کے لئے بھیج دیا ، نتیجے میں بدر کے مقام پر ایک بڑی جنگ بدر ہوئی غیبی امداد اور اسلامی مجاہدوں کی جانبازی سے مسلمانوں کو فتح حاصل ہوئی اور لشکر مخالف کے لگ بھگ ستر مقتول ڈھیر تھے اور ۷۰ ستر افراد قید کئے گئے۔

عبد شمس اور اموی خاندان کے اس جنگ میں اٹھ آدمی قتل ہوئے ان میں ابو سفیان کا فرزند حنظلہ ، عتبہ و ربیع ہند کے باپ اور چچا اور ولید ابن عتبہ مقتول ہوئے خلیفوں کے چھ آدمی بھی ان میں قتل ہوئے اسیر و ہمیں بھی اموی کے

سات آدمی تھے کہ ان میں ابو سفیان کا دوسرا بیٹا عمرو تھا ابو سفیان نے اپنے
فرزند کے قید ہونے کے بدلے

۱۸

میں ایک معزز انصاری کو ناحق قید کر لیا جو حج عمرہ کے لئے مکہ گئے ہوئے
تھے حالانکہ اس سے پہلے قریش نے کبھی اس واقعہ سے پیش تر کسی
حاجی سے تعرض نہیں کیا تھا، اسی لئے تمام مسلمان مجبور ہو گئے کہ ان
جنگی قیدیوں کو آزاد کر دیں۔

جنگ بدر کے بعد چونکہ تمام سرداران قریش قتل ہو چکے تھے اس لئے ابو
سفیان قریش کا سب سے بڑا سردار بن گیا اسے قریش مکہ کی جنگ و صلح کا
بھی اختیار مل گیا اسی حال میں اسنے منت مانی تھی کہ اپنا سر نہیں دھوئے
گا جب تک پیغمبر اسلام (ص) سے جنگ بدر کی بار کا بدلہ نہ لے لے۔

کچھ دن بعد ابو سفیان نے اپنی مکروہ منت پوری کر نے کے لئے (۲۰۰) دوسو
سواروں کے ساتھ مدینہ کی طرف آیا اور وہاں بنی نضیر کے یہودیوں کے یہاں قیام
پزیر ہوا اسکے بعد وہ شہر مدینہ کے حالات کی جستجو میں لگ لیا پھر اسنے
اپنے کچھ آدمیوں کو بھیجا تاکہ مدینہ والوں کے درخت خرما میں اگ لگا دیں۔ ان
لوگوں نے اپنا کام کرنے کے بعد مدینہ کے دو باشندوں کو بھی بے گناہ قتل کر دیا
ابو سفیان کے اس چھوٹے سے لشکر نے اپنا یہ کام انجام دیکر مکہ واپسی
اختیار کی۔

معاویہ کی ماں ہندہ، جنگ بدر کے بعد سخت غم و غصہ میں بھری ہوئی
تھی کیونکہ اسکے باپ چچا اور دوسرے رشتہ دار قتل ہوئے تھے اس کا زیادہ تر
وقت ان لوگوں کی ماتم پرسی میں صرف ہوتا تھا، اس طرح وہ ہر لمحہ اس
کوشش میں رہتی تھی کہ قریش کو انتقام پر ابھا رہے۔

جنگ بدر اور اسمیں ستر افراد کے قتل اور ستر کی اسیری کے بعد قریش اس
جنگ سے سخت پریشان اور بد حال تھے شام سے جو تجارتی منافع ہوا تھا اس
میں سے ایک ہزار اونٹ اور لگ بھگ پچاس ہزار دینار اس غرض سے نکال لیا کہ
مسلمانوں کے خلاف نئی جنگ لڑ سکیں انہیں کے بارے میں سرزنش سے بھر
پور یہ ایت نازل ہوتی ہے۔

ان الذین کفروا ینفقون اموالہم۔۔۔ الخ۔۔ (سورہ انفال ۳۶)

ترجمہ : جن لوگوں نے حق کو ماننے سے انکار کیا ہے وہ اپنے مال خدا کے راستے سے روکنے کے لئے صرف کر رہے ہیں اور ابھی اس سے زیادہ خرچ کرتے رہیں گے مگر آخر کار یہی کوششیں ان کے پچھتاوے کا سبب بن جائیں گی پھر وہ مغلوب ہوں گے پھر یہ کافر جہنم کی طرف گھیر کر لائے جائیں گے۔

۱۹

ابوسفیان جنگ احد میں

ابو سفیان نے جو اقدامات کئے تھے اور قریش نے جو کچھ جنگ کے لئے دولت جمع کی تھی اس کے سہارے تمام قریش رسول اکرم (ص) سے جنگ پر آمادہ ہو گئے ، ابو سفیان نے اس جنگ کی قیادت سنبھال لی ، اس کی بیوی ہندہ اور دوسری قریش کی عورتیں بھی ساتھ ساتھ تھیں مکہ اور مدینہ کے درمیان جب بھی ہندہ کی ملاقات جبیر ابن مطعم کے غلام وحشی سے ہوتی تھی تو وہ کہتی تھی ، کہ ہاں اے وحشی میرے سینہ میں جو پرانہ کینہ دفن ہے اس داغ سے مجھے شفاء دے دے میں تجھے غلامی سے آزاد کرا دوں گی۔

اس طرح معاویہ کے ماں اور باپ ابو سفیان اور ہندہ احد کی حسرتوں سے بھر پور جنگ احد کے لئے تیار ہو گئے اسمیں اسلام کے بہت سے سچے مجاہد قتل کئے گئے جنگ کے دن علمدار فوج ابو سفیان نے بنی عبد الدار کے قبیلہ والوں کو مخاطب کر کے کہا:

اے فرزندان عبد الدار تم جنگ بدر میں ہماری فوج کے علمدار تھے ہم نے اس جنگ میں بہت سے مصائب جھیلے یہ جنگی پرچم کا مسئلہ اتنا اہم ہے کہ ہر لشکر وہاں شکست یا فتح کا سامنا کرے گا یا تو پرچم کی حفاظت کرو یا اس پرچم سے دستبردار ہو جاؤ تاکہ ہم خود اس ذمہ داری کو سنبھالیں۔

ان لوگوں نے کہا کہ ہم اپنا علم تمہارے حوالے کر دیں ؟ ایسا ہرگز ممکن نہیں کل جب جنگ کے شعلے بھڑک جائیں گے تو تم دیکھ لو گے کہ ہم نے کیسی جانبازی دکھائی ہے یہ تھی ابو سفیان کی دلی آرزو کہ اسلام شکست کھا جائے اور رسول (ص) اکرم کی زندگی کا خاتمہ ہو جائے۔

جب دوسرا دن آیا اور آفتاب بلند ہوا تو دونوں لشکر آمنے سامنے ہوئے اور جنگ

شروع ہو گئی ہندہ اپنی تمام عورتوں کے ساتھ سپاہیوں کو جنگ پر ابھارنے کے لئے لشکر کے ہمراہ تھی وہ خیمہ سے باہر آکر دف بجاتی ہوئی یہ گیت گاکر قریش کو جنگ پر ابھار رہی تھی۔

اے عبد الدار کے بیٹو اگے بڑھو اے محافظوں بھر پور کوشش کرو اپنی تیز تلواریں خوب چلاؤ ہم ستارہ صبح کی بیٹیاں ہیں اگر تم فاتحانہ اگے بڑھو گے تو ہم اپنی اغوش پھیلا دینگے اور تمہارے لئے بستر بچھائیں گے اور اگر میدان جنگ سے بھاگے اور تمہیں بار ہو گئی تو ہم بھی تم سے اپنا منہ پھیر لینگے اور تم سے علحدہ ہو جائیں گے

۲۰

پھر تم ہم سے ہمیشہ کے لئے علحدہ ہو جاؤ گے اور ہم سے وفاداری اور مہر بانی کا کوئی اثر نہیں دیکھو گے اثنائے جنگ میں ایک انصاری سپاہی نے ہندہ کو دیکھا کہ مشرکوں کو جنگ پر بھا رہی ہے تو وہ تلوار کھینچ کر اس کی طرف لپکالیکن جب اس نے دیکھا کہ وہ جنگی سپاہی مرد نہیں ہے عورت ہے تو اس کے قتل سے باز آیا اور مردانہ انداز میں واپس لوٹ گیا۔

یہ جنگ، جیسا کہ بیان کیا گیا اسلام کے لئے بہت سخت اور سنگین ثابت ہوئی اس جنگ میں مسلمانوں کے ستر پاک نفس سپاہی قتل ہوئے ان شہیدوں میں سب سے زیادہ مشہور حضرت حمزہ تھے جو پیغمبر (ص) اسلام کے چچا تھے، آپ کا قتل ابو سفیان اور ہندہ کی کوششوں سے ہوا آپ کا قاتل جبیر ابن مطعم کا غلام وحشی تھا۔

کسی نہ کسی طرح جنگ ختم ہوئی میدان میں شہداء خاک و خون میں ا غشتہ پڑے تھے لیکن مکہ والوں کی روح درندگی کو چین نہیں تھا، معاویہ کی ماں ہندہ کی سر کردگی میں عورتیں شہداء احد کے درمیان اٹیں ہر ایک نے اپنے ہاتھ میں ہتھیار لے رکھا تھا انہوں نے شہداء اسلام کے کان ناک اور انکھ کاٹ ڈالے، یہ کاٹے ہوئے اعضاء اتنے زیادہ تھے کہ ہندہ نے مجاہدوں کے کان اور ناک کا گلو بند اور دست بند بن کر بنا لیا، اس عورت نے وحشی کی اس خدمت کے صلے میں اپنا دست بند اور اپنے سینہ کا زیور اسے بخش دیا۔

پھر وہ حضرت حمزہ کی لاش پر اٹی پھر اس نے رسول (ص) کے چچا شیر خدا کا پہلو چیرا اور آپ کا جگر نکال کر انتہائی سنگ دلی کے ساتھ اسے منہ میں

رکھ کر دانت سے کاٹا تاکہ نگل جائے لیکن وہ نگل نہ سکی مجبوراً اسنے منہ سے باہر نکالا اسی شرمناک حادثہ کی وجہ سے اسکالقب جگر خوار ہو گیا وہ اپنے اس کرتوت کے بعد ایک اونچی پہاڑی پر چڑھ گئی اور یہ اشعار پڑھنے لگی

ہم نے تم سے جنگ بدر کا بدلہ لے لیا

جنگ کے بعد جنگ کی آگ بھڑکتی ہے

مجھے عتبہ کی موت پر ہر گز چین نہیں نا اپنے بھائی نہ اپنے چچاشیبہ اور نہ اپنے فرزند حنظلہ کی موت پر اب میرے دل کو شفاء حاصل ہوئی ہے

میں اپنی تمام عمر وحشی کی شکر گزار ہونگی یہاں تک کہ میری ہڈیاں قبر میں گھل کر مٹی ہو جائیں

۔ اس کے جواب میں بنی ہاشم کی ایک خاتون ہند بنت اثاثہ نے یہ اشعار کہے

۲۱

تو جنگ بدر میں بھی، اور اس کے بعد بھی، ذلت اور پستی میں مبتلا ہوئی

اے ذلیل کفر کی بیٹی

اللہ تجھے روزی پہونچائے کہ تو بنی ہاشم کی اپنی بوئی تلواروں کا سامنا کر سکے

حمزہ ہمارا بہادر شیر تھا اور علی بھی تیز چنگل والا

جس وقت تیرا باپ اور چچا، ہمارے قتل کی فکر میں تھا تو ان لوگوں نے ان کے گلے کو خون میں اغشته کر دیا

یہ تیری منحوس نظر تھی _ ہائے کیسی منحوس نظر تھی

جنگ احد کے بعد ایک شخص حلیس جو اپنے قبیلہ کا رئیس تھا یہ اپنے قبیلے کا سردار اور قریش کا حلیف تھا اس شخص نے میدان جنگ میں ابو سفیان کو دیکھا کہ حضرت حمزہ کی لاش پر کھڑا ہے اور اپنے نیزے سے انکی لاش کو جھجھوڑ کر کہہ رہا ہے۔

موت کی تلخی چکھ لو، اے وہ کہ تم نے رشتہ داری ختم کر دی تھی اسکا

مطلب یہ تھا کہ تمہیں اس بات کی سزا ملی ہے کہ تم مسلمان ہو گئے، قبیلہ قریش سے علحدہ ہو گئے اور تم نے قریش سے جنگ کی۔

حلیس (۱) نے یہ ذلیل حرکت دیکھی تو چلّانے لگا۔ اے قبیلہ قریش کے لوگوں! ذرا ابو سفیان کی یہ کمینی حرکت تو دیکھو یہ قریش کا بزرگ کہاجاتا ہے، ذرا دیکھو تو کہ اپنے چچا کے فرزند کی لاش کے ساتھ کیا برتاؤ کر رہا ہے، جو خاک پر پڑی ہوئی ہے۔ (۲)

ابو سفیان نے اس سے کہا:

تجھ پر افسوس ہے۔ اس وقت تو نے جو میری حرکت دیکھی اسے لوگوں سے بیان نہ کرنا، یہ مجھ سے لغزش ہو گئی، پھر ابو سفیان پہاڑ پر چڑھ کر چلّانے لگا ہم نے کیا اچھا کام کیا، ہمیشہ جنگ کے دورخ ہوتے ہیں، آج کا دن جنگ بدر کا بدلہ ہے۔

۱۔ حلیس علقمہ ابن عمر و، ارقم کنانی کافرزند تھا انہوں نے قبیلہ ء بنی مطلق اور بنی بون سے معاہدہ کر رکھا تھا اسی لئے اس پہاڑ کا نام کوہ احابیش مشہور ہو گیا۔
۲۔ اسیرت ابن ہشام ج ۳ ص ۶۰۹، طبری ج ۲ ص ۵۲۷، ابن اثیر ج ۲ ص ۱۱۱

۲۲

پھر اس نے آواز لگائی اعلٰی ہبل یعنی ہبل کے جے بو (۱))

رسول خدا (ص) نے حکم دیا کہ اس کے جواب میں کہا جائے اللہ اعلیٰ واجل۔
اللہ برتر و بلند ہے

ابو سفیان نے مسلمانوں کے توحید پرستانہ آواز کا جواب دیا " الا لنا العزى ولا عزی لکم" آگاہ ہو جاؤ کہ ہمارے پاس تو عزی جیسا خدا ہے اور تمہارے پاس عزی نہیں۔

رسول (ص) خدا نے حکم دیا کہ جو اب میں کہو "اللہ مولانا ولا مولالکم" اللہ ہمارا سرپرست ہے اور تمہارا کوئی سرپرست نہیں واپس جاتے ہوئے ابو سفیان نے آواز لگائی آگے سال ہم بدر کے کنو و سپر انے کا وعدہ کرتے ہیں رسول اللہ (ص) نے اپنے ایک ساتھی کو حکم دیا کہ تم آواز دیدو ہاں۔ ائندہ سال ہم بدر پر انے کا وعدہ کرتے ہیں، ابو سفیان اپنے قریشی ساتھیوں کے ساتھ میدان احد سے چلا گیا لیکن کچھ دن بعد اس نے خیال کیا کہ مسلمان شکست اور کمزوری سے

دچار ہیں ا س لئے دوبارہ مدینہ کی طرف پلٹا ، تاکہ مسلمانوں کا خاتمہ کر دے رسول(ص) اللہ کو جب یہ خبر ملی تو آپ نے جنگی مسلمانوں کے ساتھ، شہر سے باہر اکر جنگ کے لئے تیار ہو گئے ، یہ دیکھ کر ابو سفیان کے ساتھیوں پر خوف کا بھوت سوار ہو گیا اور وہ مجبور ہو کر واپس چلے گئے۔

ہندہ جنگ احد میں

جنگ احد میں ہندہ کا کردار شوہر سے زیادہ سنگین تھا بنیادی طور سے ا س نے جنگ بھڑکانے اور تبلیغ سے اس اگ کو پھیلانے میں بہت زیادہ حصہ لیا تھا چنانچہ وہ اس جنگ میں عورتوں کو بھی اپنے ساتھ لے آئی تھی تاکہ قریش کی حمیت کو ابھارے ، جیسا کہ ہم نے دیکھا کہ جنگ کے بعد بھی ا س نے شیر اسلام حضرت حمزہ کا جگر نکال کر چبانا چاہا ، اس نے اس جنگ میں اشعار بھی گنگنائے جس سے اس کے شدید کینٹہ دیرینہ کا پتہ چلتا ہے ، بعض اشعار کو ہم نے ابھی درج کیا ہے اب یہاں کچھ اور بھی اشعار نقل کئے جاتے ہیں۔

جنگ احد میں میرے دل کو ٹھنڈک ملی اور حمزہ کے ساتھ جو کچھ کیا اس سے مجھے بڑی راحت ملی ، جب ہم

_۱ طبری ج ۳ ص ۵۲۶ ، انساب الاشراف ج ۱ ص ۲۲۷

۲۳

نے انکاپیٹ چیرا اور جگر باہر نکالا اس برتاؤ سے میرے احساس کو چین ملا جو کچھ ہمارے سینے میں اندوہ پل رہا تھا جو خود میرے وجود کو جلا رہا تھا جنگ بھڑکتی رہی اور اپنی اگ کے ساتھ تم پر ٹوٹ پڑی اور ہم شیرینی کی طرح تم پر حملہ اور بوئے جنگ کے بعد ایک مسلمان نے انصار کے بزرگ شاعر حسّان ابن ثابت سے کہا :

اے کاش آپ نے ہندہ کے وہ اشعار سنے ہوتے جو اس نے ایک اونچے پتھر پر چڑھ کر پڑھے تھے اور شہید راہ خدا حضرت حمزہ پر ڈھائے گئے مظالم کا فخر سے تذکرہ کیا تھا۔

حسّان نے کہا کہ تم اسکی باتوں کو مجھ سے بیان کرو میں ا س کا جواب دونگا وہ انصاری ہندہ کے اشعار پڑھنے لگا حسّان نے اپنے بہترین شعروں میں ہندہ کی شرمناک حرکتوں کا ان اشعار میں جواب دیا۔

اس پست فطرت عورت نے کیا کیا بدمعاشیاں کیئاسکی تو عادت ہی یہی ہے
وہ ہمیشہ کی پست فطرت ہے اسکی اس پستی کے ساتھ کفر بھی ہے۔

مشہور سیرت نگار ابن ہشام نے اس کاصرف ایک ہی شعر لکھ کر باقی اشعار
چھوڑ دئے ہیں، انہوں نے لکھا ہے کہ میں نے حسان کے تمام اشعار س لئے
نہیں لکھے کہ انہوں نے اپنے شعروں میں ہندہ کو بہت برا بھلا کہا ہے۔

لیکن طبری نے ان متذکرہ اشعار کے علاوہ قافیہ راء میں گیارہ شعراور بھی
لکھے ہیں

خدا وند عالم ہندہ پر لعنت کرے اور اسکے شوہر کو بھی لعنت میں گرفتار کرے
اے ہندہ تو مردوں کے درمیان ناچتی ہوئی میدان احد میں ائی حالانکہ تو اونٹ
پر بو دج میں سوار تھی وہ ایسا سخت اونٹ تھا کہ تازیانہ اور شور فریاد سے بھی
اپنی جگہ سے نہیں بلتا تھا۔

اپنے باپ اور بیٹے کے انتقام میں، جو جنگ بدر میں قتل کئے گئے، تو میدان
جنگ میں چلی آئی، اور اپنے چچا کے انتقام میں جو اسی جنگ میں برہنہ خاک
خون میں اغشته پڑا ہوا تھا

اور اسی طرح تو اپنے بھائی کے انتقام میں، جو ایک گڑھے میں چند مقتولوں
کے ساتھ پڑا ہوا تھا۔

ہاں۔ اپنے ان کرتوتوں کو تونے فراموش کر دیا، جو تجھ سے سرزد ہوئے تجھ پر
افسوس ہے یہ ایسی کمینی حرکت تھی کہ زمانہ ہمیشہ یاد رکھے گا۔

آخر کار تو ذلت کے ساتھ واپس ہوئی پھر تو اپنا انتقام بھی نہ لے سکی اور
کامیابی بھی نہ پاسکی۔

دائیونے کہا ہے کہ، ہندہ نے زنا سے ایک معمولی بچہ پیدا کیا ہے حسان
کے دوسرے اشعار بھی قافیہ دال میں ہیں، جو ان کے دیوان میں دیکھے
جاسکتے ہیں۔

یہ بچہ بطحا کی سر زمین کے ایک گوشے میں پڑا ہے

یہ کس کا بچہ ہے ؟

یہ بچہ جو زمین پر پڑا ہے جسے جھولا بھی میسر نہیں

اسکو ایک جوان اور خوبصورت عورت نے جنم دیا ہے

وہ صبح سویرے روتی گاتی بوٹی اپنے عاشق صبح کے پاس گئی

باں_ اے ہندہ تو کس قدر غصہ میں بھر گئی ہے ، کوئی محترم عورت جب
بھی اپنے کو معطر کرنا چاہے تو ملک ہند کا بہترین عطر استعمال کرے۔

یہ بچہ اپنی ماں ہندہ سے کتنی مشابہت رکھتا ہے

لیکن اپنے سیاہ فام باپ صبح سے زیادہ مشابہ ہے

اس کمینی عورت کی ہمیشہ سے سر کشی اور طغیان کی عادت تھی

وہ دانت سے بڈی چباتی رہتی تھی

اپنے بچو امیز شعر میں حسان نے اسطرح توصیف کی ہے ،

یہ بچہ جو صحرا میں پڑا ہوا ہے کس کا ہے ؟

یہ اجیاد کے ریگزاروں میں زمین پر ڈھیر ہے

اسے درد زہ لاحق ہوا پھر اس نے بچہ پیدا کر دیا

حالانکہ اسکی کوئی قابلہ نہیں تھی

صرف صحرا کے درندے تھے اور جنات

وہ بن باپ کے بچوں کے درمیان بیابان میں پڑے ہیں

انہیں میں ایک بچہ ہے جو اپنی ماں سے زیادہ مشابہ ہے

۲۵

وہ عورت ولادت کی تکلیف سے کمزور آواز میں کہہ رہی تھی

اے کاش_ میں اونٹ چراتی رہتی اور آج اس حالت سے دوچار نہ ہوتی ، اس

بچے کو زمین پر ڈال کر یوں ہی چھوڑ دیا، حالانکہ اسکی قابلہ اور باپ دونوں قبیلہ کے سردار تھے۔

مشہور سیرت نگار ابن ہشام نے تیس ۳۰ سے زیادہ قصیدے جنگ بدر کے بارے میں لکھے ہیں، اور انہیں تاریخوں میں نقل کیا گیا ہے، ان قصیدوں میں ہندہ اور ابو سفیان کی بچو کی گئی ہے۔ (۱)

جنگ خندق میں ابو سفیان کی قیادت

چوتھی صدی ہجری کے ماہ شعبان میں رسول خدا (ص) نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ سر زمین بدر پر کوچ کیا کیونکہ آپ نے مشرکین سے قبل ازیں ایسا ہی عہد کیا تھا ادبر ابوسفیان ان بھی مکہ والوں کے ساتھ اپنے شہر سے باہر نکلا لے کن تھوڑا راستہ طے کر کے شرمندہ ہو کر واپس گیا ابو سفیان نے واپس بوتے ہوئے قریش سے کہا:

اے گروہ قریش یہ جنگ اسی سال تمہیں راس ائیگی جبکہ صحرا میں شادابی رہے، لیکن کیا کیا جائے کہ ہم لوگ اس سال خشک سالی میں گرفتار ہیں، ہم تو واپس جاتے ہیتم بھی واپس جاؤ۔

سبھی اس کی پیروی کرتے ہوئے واپس ہو گئے یہ سوچ کر کہ دوسری جنگ کیسے برپا کی جائے، کچھ زمانہ بیت گیا اور پانچویں صدی ہجری آگئی، اس سال قبیلہ قریش نے ابو سفیان کی قیادت میں بہت زیادہ جوش و خروش کا مظاہرہ کیا بہت سے گروہ اس کے گرد جمع ہو گئے جو قریش کے حلیف تھے یہودی اور قریش ابو سفیان کی رہبری میں تھے اس طرح ایک بہت بڑا لشکر تیار ہو گیا اور ان سب نے عہد کیا تھا کہ اسلام کو جڑ سے اکھاڑ پھینکا جائے، مسلمانوں نے باہم مشورہ کیا اور سلمان فارسی کی رائے کے مطابق جو ایران کے دانائے رسول (ص) اسلام نے حکم دیا کہ مدینہ کے گرد ایک خندق کھودی جائے بہت سے لوگ مدینہ میں پہنچ گئے، اور اس طرح دفاعی خندق کھودی گئی ساراشہر، دشمن کا سامنا کرنے کے لئے تیار تھا

۱۔ سیرہ ابن ہشام ج ۳ ص ۶۶۷

کی وجہ سے ان کی عقل گنگ ہو گئیں اس درمیان دو ایک جھڑپیں ہوئی کبھی کبھی دشمنوں کا کوئی بہادر سپاہی خندق عبور کر جاتا تھا تاکہ مسلمانوں کی صف کے قریب پہنچ جائے انہیں میں سے ایک شخص عمرو ابن عبدود تھا جو عرب کامشہور جنگجو سمجھا جاتا تھا اس نے خندق کے پاس اپنے گھوڑے کو ایڑ دی اور اسلامی فوج کے سامنے اگے جم گیا ، وہ رجز پڑھ کر مسلمانوں کو مقابلہ کی دعوت دے رہا تھا۔

سبھی موت کے ڈرسے بولنے یا اگے بڑھنے کی جرات نہیں کر رہے تھے آخر کار امیر المومنین (ع) کے سوا اس کا سامنا کرنے کی کسی کو جرات نہ ہوئی امام (ع) نے عمرو و ابن عبدود کو ایک ہی جھڑپ میں اپنی خدائی طاقت سے اسے قتل کر ڈالا۔

چونکہ عمر و قتل کر دیا گیا تھا ، دوسرے یہ کہ محاصرہ کا کوئی نتیجہ نہیں نکل رہا تھا کیونکہ رسول (ص) اکرم نے اس سلسلے میں خاص تدبیر اپنائی تھی اس سبب سے یہودیوں نے جنگ سے علحدگی اختیار کر لی اس درمیان بہت تیز ٹھنڈی ہوا بھی چلنے لگی یہاں تک کہ قریش اور ان کے مددگاروں کے خیمے اکھڑ گئے اگ ٹھنڈی ہو گئی گھوڑے اور اونٹ صحرا کی طرف بگٹ بھاگ گئے اب تو سارے لشکر کا تیا پانچہ ہو گیا۔

ابوسفیان اس صورت حال سے بہت زیادہ گھبرا گیا سرداران لشکر کو مشورے کے لئے بلا کر کہا کہ اے قریش تمہارے خدا کی قسم تم ایسی سر زمین پر ہو کہ زندگی محال ہے تمہارے گھوڑے اور اونٹ ختم ہو گئے بنی قریظہ کے حلیف جو ہمارے حلیف تھے انہوں نے بھی منہ موڑ لیا اب تو ناگوار صورت حال پیش آگئی ہے ، تم بدلی ہوئی ٹھنڈی ہوا دیکھ ہی رہے ہو ہم سخت پریشانی میں مبتلا ہیں ہماری اگ بھی ٹھنڈی ہو چکی ہے خیمے بھی اکھڑ چکے ہیں اس لئے میں مصلحت اسی میں دیکھ رہا ہوں کہ ہم لوگ یہاں سے کوچ کر جائیں یہاں سے کوچ کرو ہم بھی چلنے پر آمادہ ہیں اسی اندھیری رات میں قریش اور اس کے حلیفوں کا لشکر مکہ کی راہ پر چل پڑا (۱) ، ابوسفیان گھبراہٹ میں بھاگنے پر اس قدر آمادہ تھا کہ اس نے اونٹ کے بند بھی نہیں کھولے وہ بھاگنے کی جلدی میں تھا۔

اس طرح عظیم جنگ خندق یا جنگ احزاب ابو سفیان کی تمام کوششوں کے باوجود بے نتیجہ رہی اور مشرکوں کا زبر دست لشکر اپنی عددی زیادتی کے باوجود دین خدا کو کوئی نقصان نہ پہنچا سکا۔

کمزوری کا احساس اور صلح کی پیش کش

اسلام مخالف گروہوں کی کمزوری اور ان کی جمیعت کاتر بتر ہونا اسلام کی عزت و شوکت کے بڑھانے میں معاون ہوا اور اب مسلمان جزیرۃ العرب میں ایک جانی پہچانی طاقت سمجھے جانے لگے مسلمانوں کی تعداد اور ان کی اقتصادی اور حکومتی طاقت روز بروز بڑھتی گئی۔

ہجرت کے ساتویں سال رسول (ص) اکرم نے لگ بھگ ڈیڑھ ہزار اصحاب کے ساتھ زیارت خانہ کعبہ کے لئے مکہ کوچ فرمایا سر زمین مکہ پر مسلمانوں کا داخلہ قریش کے لئے سخت ناگوار تھا کیونکہ مسلمانوں کو مراسم حج میں شامل کرنے کا مطلب یہ تھا کہ اسلام کی طاقت کو تسلیم کر لیں، اس لئے انہوں نے مکہ میں داخلے سے روکا، رسول (ص) اکرم نے بھی بڑے ٹھنڈے دل کے ساتھ عدم تعرض کے ایک معاہدے پر امدادگی ظاہر کی اور مسلمانوں کو واپس چلنے کا حکم دیا، یہ معاہدہ اگرچہ بظاہر مکہ والوں کے حق میں تھا اسی لئے بعض ظاہر پرستوں نے اعتراض بھی کیا لیکن اس طرح مشرکین نے نادانستہ طور پر یہ معاہدہ تسلیم کر کے اسلامی طاقت کو عربستان میں قبول کر لیا اور یہ بات پورے طور سے اسلام کے حق میں تھی، اس معاہدے کی رو سے رسول (ص) اسلام اپنے دوسرے دشمنوں کا سر کچل سکتے تھے جیسا کہ جنگ خیبر اسی وجہ سے واقع ہوئی اور مسلمانوں کو یہ موقع مل سکا کہ وہ اپنے مخالفوں کو جڑ سے اکھاڑ پھیکیں اور یہودیوں کی ریشہ دوانیوں کا سدّ باب کر سکیں۔

اس وقت صحرائے عرب میں قریش کے علاوہ اسلام کا کوئی بڑا دشمن نہیں تھا، وہ بھی اس معاہدے کی وجہ سے اسلام کے خلاف کوئی خطرناک اقدام نہیں کر سکتے تھے اس طرح اسلام نے تیز رفتاری کے ساتھ سارے عرب کو اپنے قبضہ میں کر لیا۔

صلح حدیبیہ کے بعد ایک سال بھی نہ گزرا تھا کہ صلح نامہ کی ایک شرط مشرکین مکہ نے توڑ دی۔

اب رسول (ص) اسلام نے مصمم ارادہ کر لیا کہ اس جاہلیت اور کفر کا آخری

قلعہ بھی ڈھا دیا جائے فتح مکہ نزدیک

۲۸

تھا، ابو سفیان نے روزافزون ناقابل شکست اسلامی طاقت کو سمجھ لیا تھا اس لئے وہ تجدید پیمان کے لئے مدینہ آیا لیکن رسول خدا (ص) نے اس دیرینہ دشمن اسلام کو جو انتہائی خوفزدہ ہو نے کی وجہ سے خوش اخلاقی کا مظاہرہ کر رہا تھا قبول نہیں فرمایا:

دوسرے دن ابو سفیان امیرالمومنین (ع) کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگا، اے ابو الحسن، میں سخت ذہنی کشائشے کا شکار ہوں میری نجات کی راہ بتائیے

امام (ع) نے فرمایا خدا کی قسم میں تیری نجات کا کوئی راستہ نہیں جانتا، لیکن تو قریش کا چودھری اور ان کا ہم پیمان ہے خود ہی اٹھ کر جا اور لوگوں سے معاہدے کر اور پھر اپنی سر زمین پر واپس جا۔

ابو سفیان نے پوچھا، کیا آپ کے خیال میں اس سے مجھے کوئی فائدہ پہنچے گا۔

امام (ع) نے فرمایا۔ نہیں۔ لیکن اس کے سوا دوسرا کوئی راستہ بھی نہیں ابو سفیان وہاں سے اٹھ کر مسجد میں آیا اور پھر وہاں مسلمانوں کے درمیان چلایا۔

اے لوگو۔ میں تم لوگوں سے عدم تعرض و مسالمت کا معاہدہ کرتا ہوں پھر وہ وہاں سے باہر نکلا اور اپنی سواری پر بیٹھ کر مکہ کی طرف چلا گیا۔ (۱)

۱۔ سیرہ ابن ہشام ج ۴ ص ۷۵۴

۲۸

مکہ فتح ہو گیا

ابوسفیان اس زمانے میں۔ یعنی جب جاہلیتِ آخری سانس لے رہی تھی یہ شخص مشرکین کا ایک زبر دست فوجی افسر سمجھا جاتا تھا وہ صرف یہی نہیں کہ قریش کی قیادت کر رہا تھا بلکہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ تمام قبائل بنی کنانہ قریش اور اس کے حلیفوں نے اس کے ریاست و بزرگی کو مان لیا تھا وہ انہیں

مسلمانوں کے خلاف جنگ پر ابھارتا تھا اور جنگی کاروائی کے نقشے بھی مرتب کرتا تھا یا پسپائی کی صورت میں پیچھے ہٹنے یا صلح کرنے کا بھی مجاز تھا۔ جنگ بدر میں سرداران قریش کے قتل ہو جانے کے بعد تمام ریاست و قیادت اسی کے ہاتھ میں تھی۔

یہ بزرگی ایسی مستقل تھی کہ جس وقت مجاہدین اسلام نے مکہ میں قدم رکھا اور اس شہر کو قریش کے چنگل سے

۲۹

ازاد کرایا اسی دن سے ابو سفیان کی قیادت ہمیشہ کے لئے ختم ہو گئی اور رسول (ص) اکرم کے اختیار میں آگئی جس طرح کے عرب کے بے شمار بت رسو ل (ص) ا کرم کے حکم کے مطابق امیرالمومنین (ع) کے ہاتھ سے ٹوٹ پھوٹ کر ستیاناس ہو گئے۔

جس وقت پیغمبر (ص) اسلام دس ہزار مجاہدوں کے ساتھ پرچم توحید کے سایہ میں مکہ کے قریب پہنچے تو انحضرت (ص) کے چچا عباس اپنے مخصوص اونٹ پر سوار آگے تھے تاکہ کوئی مل جائے تو اسے پیغامبر کے عنوان سے مکہ والوں کے پاس بھیجا جائے انہیں خطرہ بھی تھا اس لئے وہ چاہ رہے تھے کہ کسی کو رسول (ص) اکرم کے پاس بھیج کر انحضرت (ص) سے امان کی درخواست کریں عباس نے راستہ میں تین بزرگان قریش سے ملاقات کی ابو سفیان بھی انہیں میں تھا یہ شہر سے نکل چکے تھے تا کہ حالات اور خطرات کو معلوم کر کے اس کا تدارک کر سکیں عباس نے ابو سفیان سے کہا خدا کی قسم اگر مسلمان تجھے پا گئے تو یقینی طور پر قتل کر دینگے، اس کے بعد عباس نے اسے رسول (ص) اکرم کے اونٹ پر اپنے پیچھے بٹھا لیا اور سیدھے پیغمبر (ص) اسلام کی خدمت میں آئے جیسے تیسے راستہ طے ہو گیا جس وقت ابو سفیان نے رسول (ص) اکرم کے خیمہ میں پہنچ کر سلام کیا انحضرت (ص) نے فرمایا:

اے ابو سفیان تجھ پر افسوس ہے کیا ابھی وقت نہیں آیا ہے کہ تو سمجھ سکے اور مان لے کہ خدائے واحد کے سوا کوئی خدا نہیں۔

ابو سفیان نے عرض کیا، میرے ماسباپ اپ پر قربان، اپ کتنے حلیم اور با عظمت ہیں، کس قدر اپنے رشتہ داروں کے ساتھ صلہ و رحمی کرنے والے ہیں، خدا کی قسم میں سوچتا ہوں کی اگر اللہ کے سوا کوئی خدا ہوتا تو ضرور مجھے

فائدہ پہنچاتا۔

رسول(ص) خدا نے فرمایا: اے ابو سفیان تجھ پر افسوس ہے ، کیا وقت نہیں آیا ہے کہ سمجھ سکے میں خدا کا رسول ہوں۔

اس نے عرض کی ، میرے ماں باپ قریب ، ا پ کتنے عظیم و حلیم ہیں ، اور رشتہ داروں کے ساتھ مہر بانی کر نے والے ہیں مجھے اس مسئلہ میں کچھ شک اور تردد ہے۔

عباس نے خطرے کا احساس کر لیا تھا ، وہ دھاڑے ۔ اے ابو سفیان تجھ پر افسوس ہے اسلام قبول کر لے اپنے کوموت کے چنگل میں مت ڈال۔

۳۰

ابو سفیان نے اسی لمحہ خوف اور مجبوری کے عالم میں کلمہ شہادتین زبا ن پر جاری کیا اور بظا بر اسلام لے آیا۔ (۱)

جیسے ہی ابو سفیان نے اسلام قبول کیا عباس نے انحضرت (ص) سے ابو سفیان کے بارے میں امتیازی سلوک کی درخواست کی ، یعنی یہ اعلان کر دیا جائے کہ جو بھی ابو سفیان کے گھر میں داخل ہو جائے اسکو امان ہے۔

انہوں نے عرض کیا کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ افتخار و شہرت کو پسند کرتا ہے لہذا اس کی دلجوئی کے لئے یہ اعلان ضروری ہے ، پیغمبر(ص) اسلام نے اعلیٰ ظرفی کا مظاہرہ فرماتے ہوئے اپنے سخت ترین دشمن دیرینہ کو جو بظا بر اسلام لاجکا تھا امن کا گھر قرار دیتے ہوئے اعلان کیا ، ہاں۔ جو شخص بھی ابو سفیان کے گھر میں پناہ لے لے وہ امن میں ہے ، اور جو شخص اپنا گھر بند کر کے رہے وہ بھی امن میں ہے ، جو شخص خانہ خدا میں پہنچ جائے وہ امان میں ہے ، اور جو شخص بھی ہتھیار ڈال دے وہ ہر قسم کے خطرہ سے محفوظ ہے۔

اسلامی لشکر نے اپنے اطراف گاہ سے کوچ کیا تاکہ مکہ کا آخری فاصلہ طے کیا جاسکے ، اور شرک کے مرکز کو توحید پرستی میں تبدیل کیا جاسکے۔

رسول(ص) اکرم کا حکم بجالایا گیا تمام مسلمانوں کے قبائل اور گروہ جنگی اسلحے سے اراستہ ہو کر عبور کر رہے تھے ، جب بھی کوئی قبیلہ گزرتا تھا ، تو ابو سفیان عباس سے پوچھتا تھا کہ یہ کون سا قبیلہ ہے۔ عباس نے مثلاً کہا کہ یہ

قبیلہ بنی سلیم ہے۔

تو ابو سفیان انتہائی تھکے تھکے لہجے میں کہتا تھا، مجھے قبیلہ بنی سلیم سے کیا سروکار؟ یعنی بنی سلیم کا قبیلہ مجھ سے جنگ کے لئے کیوں آیا ہے، مجھے تو ان سے کوئی اختلاف نہیں تھا۔

تمام قبائل اسی طرح گزرتے رہے یہاں تک کہ رسول خدا (ص) مہاجرین و انصار کے ساتھ یعنی اپنے خاص اصحاب کے ساتھ اس کے سامنے سے گزرے ان مجاہدوں کے تمام بدن فولاد سے ڈھکے ہوئے تھے صرف انکھیں کھلی ہوئی تھیں۔

ابوسفیان نے پوچھا۔ یہ کون لوگ ہیں؟

عباس نے جواب دیا، یہ خدا کے رسول (ص) ہیں مہاجرین و انصار کے درمیان

ابو سفیان نے کہا۔ کم کسی کو بھی اس لشکر سے جنگ کرنے کی طاقت نہیں ہے تمہارے بھتیجے نے تو بہت

۱۱۔ اگے کے صفحات میں ہم بیان کریں گے کہ ابو سفیان نے ظاہری طور پر اسلام قبول کیا تھا اور اس کے دل میں کفر چھپا ہوا تھا

۳۱

عظیم بادشاہی قائم کر لی ہے۔

عباس نے کہا: اے ابو سفیان یہ خدا کی جانب سے نبوت و رسالت ہے یہ بادشاہی نہیں ہے۔

ابو سفیان نے کہا۔ ہاں ایسا ہی ہے

اس وقت عباس نے ابو سفیان کو اس کے حال پر چھوڑ دیا اور خود لشکر میں شامل ہو گئے۔

ابو سفیان نے بھی، جس قدر جلد ہو سکا اپنے کو مکہ میں پہنچایا اور تیزی سے مسجد الحرام میں پہنچ کر آواز دی۔

اے قریش۔ یہ محمد (ص) ہیں کہ جن کے اصحاب بے شمار ہیں یہ تمہاری طرف آ رہے ہیں آگاہ ہو جاؤ کے جو بھی ابو سفیان کے گھر میں داخل ہو جائے

گااسے امن مل جائے گا۔

اس وقت ابو سفیان کی زوجہ ہندہ اپنی جگہ سے اٹھی۔ اس نے اپنا ہاتھ اور چہرہ چھپا رکھا تھا زور سے چلائی، اس گوشت کے لوتھڑے کو قتل کر ڈالو، ناس جائے تیرے جیسے خاندان کا۔

ابو سفیان نے اپنی زوجہ کی بات پر توجہ نہیں دی، دوبارہ کہا۔ یہ عورت تمہیں فریب نہیں دے انحضرت (ص) ایک لاتعداد فوج کے ساتھ تمہاری طرف اربے میں، جو بھئی ابوسفیان کے گھر میں داخل ہو جائیگا اسے امن مل جائیگا، لوگ چلانے لگے خداتجھے قتل کرے تیرے گھر میں ہم سب کے سب کیسے سما سکتے ہیں؟ ابو سفیان نے کہا کہ، جو شخص بھئی اپنا گھر بند کر لے وہ امن میں ہے، جو شخص مسجد الحرام میں داخل ہو جائے وہ بھئی امن پائیگا، لوگ مسجد الحرام کی طرف جانے لگے، ذرا دیر گزری تھی کہ رسول اکرم (ص) (ان پر اور ان کے خاندان پر صلوات) اسلحوں سے لیس فوج کے ساتھ مکہ میں داخل ہوئے اور تیزی سے خانہ کعبہ کے پاس پہنچ گئے، اپ خانہ کعبہ کے دروازہ کے پاس کھڑے ہوئے اور ایک طویل تقریر کی، آخر میں اپ نے قریش کو مخاطب کر کے فرمایا: تمہیں سوچو کہ میں تمہارے بارے میں کیا کروں گا۔

سب نے کہا کہ ہمیں اپ سے بھلائی ہی کی امید ہے، اپ عظیم بھائی اور عظیم بھائی کے بیٹے ہیں۔

اپ نے فرمایا۔ "اذہبو فانتم الطلقاء....." جاو کہ تم سب آزاد ہو (۱)۔

۱۔ سیرہ ابن ہشام ج ۴ ص ۸۷۰، طبری ج ۳ ص ۶۱

۳۲

وہ دن ایک روشن ودرخشاں اور عمیق اعلیٰ ظرفی کے دن کی طرح گذر گیا، رسول اکرم (ص) نے اپنے اول درجہ کے دشمنوں کو جنہوں نے سالہا سال تک اپ اور اپ کے اصحاب کو برا بھلا کہا تھا شکنجہ وازار دیا تھا یہاں تک کہ انہیں قتل کیا تھا، سالہا سال تک اپ سے ہر طرح جنگ کی تھی اپ نے ان سب کو بخش دیا اور یہ بخشش بھر پور طاقت و قوت کے بعد تھی۔

البتہ یہ اعلیٰ ظرفی سے بھر پور بخشش چند سال کے بعد اپنی شکل و صورت بدل چکی تھی طلقاء کالفظ قریش اور ان کے بچوں کے لئے شرمناک دہبہ

بن گیا تھا ، یعنی یہ لوگ آزاد کئے گئے ہیں ، یہ لوگ فتح مکہ کے دن آزاد کئے گئے تھے پھر تو بعد میں انہیں اسی لفظ طلقاء سے مذمت کی جانے لگی۔

۲۳

ابو سفیان اسلامی معاشرے میں

رسول اسلام(ص) نے تقریر کرنے کے بعد خانہء کعبہ کا طواف کیا ، ابو سفیان وہیں ایک گوشہ میں کھڑا طواف کعبہ کے منظر کو بغور دیکھ رہا تھا ، جب ا س نے مشاہدہ کیا کہ مسلمان کس قدر جوش و خروش کے ساتھ رسول خدا(ص) کے پیچھے خانہ خدا کے گرد طواف اور گردش کر رہے ہیں تو تیزی سے اس کے دل میں یہ خیال گزرا کہ کیا اچھا ہو کہ میں دوبارہ لوگوں کو محمد (ص) کے خلاف بھڑکا دوں۔

رسول اکرم (ص) نے ا س کی طرف رخ کر کے اس کے سینہ پر ہاتھ مار کر فرمایا کہ اس دن اللہ تجھے ذلیل و خوار کرے گا۔

ابو سفیان نے کہا ۔ میں خدا سے رجوع کرتا ہوں اور اس کی مغفرت کا طلبگار ہوں ، اور میں نے تو صرف سوچا ہی تھا ؟

دوبارہ ا س نے دل میں کہا کہ میں نہیں جانتا محمد (ص) کس وجہ سے مجھ پر فتح پا گئے۔

رسول (ص) اسلام نے اس کی پیٹھ پر ہاتھ مارتے ہوئے فرمایا: خدا کی طاقت سے میں تجھ پر فتح مند و کامران ہوا اس وقت ابو سفیان نے مجبور ہو کر کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اپ خدا کے رسول ہیں (۱۱)

فتح مکہ کے بعد رسول(ص) اکرم حنین کی طرف روانہ ہو گئے ، تاکہ ہوازن سے جنگ کر سکیں آپ کے ہمراہ کچھ قریش کے افراد بھی تھے۔

مشہور مورخ مقریزی لکھتا ہے:

مکہ کہ وہ لوگ جو ظاہری طور پر مسلمان ہوئے تھے انحضرت(ص) کے ساتھ حنین گئے وہ اس انتظار میں تھے کہ دونوں گروہوں میں سے کون کامیاب ہوتا ہے تاکہ اس کے ساتھ مخالف گروہ کامال غنیم لوٹ سکیں ان میں ایک ابو سفیان بن حرب تھا جو اپنے فرزند معاویہ کو بھی ساتھ لے گیا تھا یہ دونوں اپنے ہمراہ اپنے

ترکش میں ازلام بھی لائے تھے۔

ابوسفیان لشکر اسلام کے پیچھے پیچھے چل رہا تھا، جو کچھ بھی لشکر والوں کا سامان زمین پر گرتا تھا۔

جیسے ڈھال یا نیزہ یا کوئی دوسری چیز اسے زمین سے اٹھا لیتا تھا، یہاں تک کہ اسکا اونٹ ناقابل برداشت بوجھ سے بھر گیا (۲)

۱_ تہذیب ابن عساکر ج ۶ ص ۴۰۴ ، اصابہ ج ۲ ص ۱۷۲ ، مطبوعہ مصر ۱۳۵۸ شمسی
۲_ امتاع الاسماع ص ۴۰۵ مطبوعہ مصر

۳۴

واقدی کہتا ہے کہ حنین وہ جگہ ہے جو مکہ سے تین شبانہ روز کے فاصلہ پر واقع ہے (۱)

اس سر زمین پر اعراب عدنانی سے ایک طاقتور قبیلہ زندگی گزار رہا تھا جو بنام (بوازن) مشہور تھے (۲)

لشکر اسلام اپنی تمام طاقتوں کے باوجود آغاز جنگ میں بوازن کے مد مقابل زیادہ کامیاب نظر نہیں آیا۔ کیونکہ مسلمان تنگ راستوں سے اگے بڑے تو ناگہانی حملہ کاشکار ہو گئے اور لشکر میں بھگدڑ مچ گئی، پیغمبر (ص) اسلام کے پاس معدودے چند مسلمانوں کے کوئی باقی نہ رہا جن میں ایک امیر المومنین (ع) اور دوسرے عباس بن عبد المطلب ثابت قدم رہے (۳)

اس ہنگامی حالات میں چند بزرگان قریش جو تازہ مسلمان ہوئے تھے انہوں نے اپنی زبان پر ان کلمات کو جاری کیا کہ جسکو ابن ہشام نے اپنی تاریخ میں یوں ذکر کیا ہے، وہ لکھتا ہے جب مسلمانوں نے فرار اختیار کیا تو وہ لوگ جو مکہ سے انحضرت (ص) کے ساتھ ہوئے تھے جب انہوں نے اس منظر کو دیکھا تو اپنے کینہ دیرینہ کو اشکار کر دیا جیسے ابو سفیان نے کہا تھا "لاتنتھی ہزیمتہم دون البحر" ابھی کیا ہے یہ لوگ شکست کھا کر سمندر تک بھاگیں گے۔

یہ اس وقت بھی جاہلیت و کفر کی علامت ازلام کو ساتھ میں رکھتا تھا، ازلام لکڑی کا ایک تیر تھا جو کفار قریش خاص مو قعوں پر فال نکالنے کے کام میں لاتے تھے، حالانکہ یہ خود جاہلیت عرب اور بت پرستی کی کھلی ہوئی نشانی ہے۔

قران کریم نے اصنام جاہلی کے ساتھ ساتھ اسکی بھی بڑی مذمت کی ہے
(۴)

ایک دوسرے سردار قریش نے کہا _ ہاں اب جادو اور سحر ٹوٹ گیا _

فرمان رسول (ص) اور فریاد عباس نے مسلمانوں کو جو دشمن کے ناگہانی حملہ سے بھاگ گئے تھے واپس بلا لیا ، اور دشمن پر حملہ اور بوئے زیادہ دیر نہ گزری تھی کہ دشمن اسلام کو منہ کی کھانی پڑی اور اسلام کو شاندار فتح حاصل ہوئی _

اس جنگ میں جو کچھ مال غنیمت حاصل ہوا تھا اس کا زیادہ تر حصہ ان تازہ مسلمانوں پر تقسیم کیا گیا کیونکہ قران کے مطابق یہ لوگ مولفہ القلوبہم سمجھے جاتے تھے ، خدا و رسول (ص) کا نقطہ نظر یہ تھا کہ انہیں مادی فائدے

۱_ معجم البلدان ج ۲ ص ۲۱۳ مطبوعہ بیروت
۲_ جمہرۃ انساب العرب ص ۲۵۴ _ ۲۵۲ مطبوعہ مصر
۳_ المغازی ج ۳ ص ۳۰۰ ، یعقوبی ج ۲ ص ۴۷ ، انساب الاشراف ج ۱ ص ۳۶۵
۴_ سورہ توبہ ، سورہ مائدہ آیت ۹۰

۳۵

پہنچا کر دین خدا کی طرف سے انکا دل نرم کیا جائے ، اسی غرض سے ان سبھی تازہ مسلمانوں کو سو اونٹ بخشے گئے ، ابو سفیان و معاویہ نے بھی ۱۰۰ _ ۱۰۰ _ اونٹ لئے اور کچھ زیادہ مقدار میں چاندی بھی لی ، ابو سفیان نے رسول (ص) اکرم کا یہ سلوک دیکھ کر کہا ، خدا کی قسم میرے ماسباپ اپ پر فدا ہو جائیں اپ ایک عالی ظرف انسان ہیں جسوقت میں نے اپ سے جنگ کی اپ بہترین جنگ جو تھے اور جب اپ سے صلح کی ہے تو اپ بہترین صلح کرنے والے ہیں قبیلہ انصار جن کو مال غنیمت کم دیا گیا تھا انہوں نے اپنے دل میں خیال کیا کہ انحضرت (ص) نے اپنے قوم و قبیلہ والوں سے ترجیحی سلوک کیا ہے _

پیامبر (ص) اکرم نے انصار کو طلب کیا اور اپنی تقریر میں ارشاد فرمایا کہ ہر گز ایسا نہیں ہے جس طرح سے تم لوگ اس مسئلہ کو سوچ رہے ہو ، میں نے ان لوگوں سے یہ برتاؤ محض اس لئے کیا ہے تا کہ وہ ثابت قدم رہیں اور بد ل ہو کر اسلام سے برگشتہ نہ ہوں ، لیکن تمہارے لئے (انصار) اسلام و ایمان کو ساتھ قرار دیا ہے (۱)

فتح مکہ کے بعد ابو سفیان نے ظاہری طور سے اسلام قبول کر لیا تھا وہ مسلمانوں کے گروہ میں بھی شامل ہو گیا تھا ، لیکن مسلمانوں نے اسکی گزشتہ کی زیادتیوں اور اسلام دشمنی کو کسی بھی لمحہ فراموش نہیں کیا یہی وجہ تھی جو معاشرہ اسلامی نے اس پر لطف و مہربانی کی نگاہ نہیں ڈالی (۲)

ابلسنت کے عظیم محدث مسلم بن حجاج اپنی کتاب صحیح مسلم میں مسلمانوں کے سلوک کو ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں۔

ایک دن ابو سفیان کچھ پاکباز مسلمانوں کے درمیان سے گزرا جیسے سلمان ، بلال ، صہیب یہ حضرات اپس میں باتیں کر رہے تھے جب ان لوگوں کی نظر ابو سفیان پر پڑی تو کہا

اس دشمن خدا کو اللہ کی تلواروں نے ابھی تک کیفر کردار تک نہیں پہنچایا ، یہ بات جب ابو بکر نے ان لوگوں سے سنی تو خفا ہو کر کہا ، کیا تم لوگ ایک بزرگ قریش کے بارے میں ایسی بات کر رہے ہو ، یہ بات کہہ کہ وہ اسلامی معاشرے کے نامناسب رد عمل کے خوف سے گھبراتے اور دوڑتے ہوئے رسول اکرم (ص) کی خدمت میں حاضر ہوئے

۱۔ اسیرت ابن ہشام ج ۴ ص ۹۳۵ ، طبری ج ۳ ص ۹۴ المغازلی ج ۳ ص ۹۵۶
۲۔ صحیح مسلم ج ۷ ص ۱۷۱ مطبوعہ مصر

۳۶

،اپ نے فرمایا : شاید تم نے ان لوگوں کو ناخوش کیا ہے اگر تم نے انہیں غضبناک کیا ہے تو یاد رکھو کہ تم نے اپنے پروردگار کو غضبناک کیا ہے ابو بکر نے جب رسول (ص) کی زبان سے ان کلمات کو سناتے تیزی سے مسلمان اور ان کے ساتھیوں کے پاس پلٹے اور معذرت کرتے ہوئے کہا : اے بھائیو میں نے تم لوگوں کو ناخوش اور غضبناک کیا ہے؟ سب نے کہا نہیں اللہ تمہیں بخشے اے بھائی (۱)

مسلمانوں کی یہ نفرت رسول (ص) اکرم ہی کے زمانہ میں نہیں تھی بلکہ عام مسلمانوں کی ابو سفیان سے نفرت کا یہی حال رہا قارئین ایندہ فصل میں ملاحظہ فرمائیں گے۔

ابوسفیان شیخین کے زمانے میں

عظیم مورخ ابن عساکر دمشقی لکھتا ہے:

ایک دن ابو بکر نے اپنی حکومت کے زمانے میں ابو سفیان کو بہت کچھ کہہ ڈالا، ان کے باپ ابو قحافہ نے کہا کہ اے ابو بکر ابو سفیان سے تم اس طرح باتیں کرتے ہو؟

ابوبکر نے جواب دیا، بابا ہاں، خداوند عالم نے اسلام کی خاطر بلند خاندانوں کو پست کر دیا ہے اور ہمارے خاندان ان میں بیسجو پست تھے اب اسلام کی وجہ سے بلند ہو گئے ہیں

جس زمانے میں عمر بن خطاب حج کے لئے مکہ آئے تو انہیں بتایا گیا کہ ابو سفیان نے ایک گھر بنایا ہے اور اپنے گھر کے لئے ٹھیک راستے میں ایسی تعمیر کی ہے کہ پانی کا بہاؤ شہر کولپیٹ میں لے سکے عمر نے ان شکوہ کرنے والوں کے ساتھ ابو سفیان کے گھر کا رخ کیا، پھر حکم دیا کہ ابو سفیان ان پتھروں کو اپنی پشت پر لاد کر راستے سے ہٹائے۔

اسکے بعد اپنے ہاتھ آسمان کی طرف بلند کر کے کہا: خداوند ساری تعریف تیرے لئے مخصوص ہے کہ میں نے شہر مکہ میں بزرگ قریش ابو سفیان کو حکم دیا اور اس نے میری بات مان لی ہے۔

۱۔ صحیح مسلم ص ۱۷۲ ، سیر اعلام انہلاء ج ۲ ص ۱۵

دوسرے مورخین نے بھی لکھا ہے کہ ایک دن خلیفہ دوم عمر مکہ کی گلیوں سے گزر رہے تھے ، انہوں نے دیکھا کہ گلیوں میں گندگی ہے انہوں نے حکم دیا کہ جس شخص کے گھر کے سامنے گندگی ہے وہ خود صاف کرے ، کچھ دن بعد دیکھا کہ بعض جگہوں پر گندگی باقی ہے تو غصہ میں ابو سفیان کے سر پر تازیانے لگانے لگے ، ابو سفیان کے تازیانہ کھانے کی خبر ہندہ کو ملی تو اپنے جاہلی وراثت کا بھر پور مظاہرہ کرتے ہوئے بولی ، اوعمر خد اکی قسم اگر دور جاہلیت میں تم نے انہیں تازیانہ مارا ہوتا تو مکہ کی زمین لرز جاتی تمہارے پیروں تلے زمین کھسک جاتی عمر نے جواب دیا تو نے سچ کہا لیکن کیا کیا جائے خداوند عالم نے اسلام کی وجہ سے عزت دار گروہ کو ذلیل کر دیا ہے اور ذلیل گروہ کو باوقار بنا دیا ہے (۱)

جیسا کہ آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ اسلام نے ابو سفیان کو کس قدر ذلیل و رسوا کیا اور دوسروں کو نعمت و عزت بخشی اس وجہ سے وہ مجبوراً اپنے دل کی گہرائیوں میں اسلام اور مسلمانوں کے خلاف کینہ و عناد ہوتا رہا، اسکا یہ عناد مختلف اوقات میں اسکی باتوں سے ظاہر ہوتا رہا۔

عبداللہ بن زبیر کا بیان ہے کہ میں اپنے باپ کے ہمراہ جنگ یرموک میں شریک تھا لیکن اتنا کمسن تھا کہ جنگ نہیں کر سکتا تھا، اثناء جنگ میں نے دیکھا کچھ لوگوں کو ایک پہاڑ کی چوٹی پر، جو اس جنگ سے علحدہ تھے۔

میں ان کے پاس گیا تو وہاں ابو سفیان تھا جو چند سرداران قریش کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا، یہ سب لوگ وہ تھے جو فتح مکہ کے بعد اسلام لائے تھے، میں ان کے درمیان بیٹھ گیا انہوں نے مجھے بچہ خیال کیا اس لئے سمجھ رہے تھے کہ میں انکی باتوں کو نہیں سمجھ سکوں گا، وہ ازادانہ اپنی باتیں جاری رکھے ہوئے تھے، کوئی بات چھپانہیں رہے تھے وہ لوگ جب مسلمانوں کو پیچھے بٹتا ہوا دیکھتے تھے اور رومیوں کو آگے بڑھتا ہوا تو چلاتے تھے۔ ہاں۔ زندہ باد رومیوں

لیکن جب رومیوں کو پیچھے بٹتا ہوا دیکھتے تھے اور اسلام کا غلبہ دیکھتے تھے تو افسوس کے ساتھ آواز دیتے تھے ہائے رومیوں تم پر افسوس ہے۔

آخر خداوند عالم نے رومیوں کو شکست دی اور وہ بھاگ گئے تو میں نے سارا واقعہ اپنے باپ زبیر سے

تاریخ
تہذیب ابن عساکر ج ۶ ص ۴۰۷

بیان کیا، انہوں نے بنستے ہوئے کہا: خدا انہیں نیست نابود کرے یہ کبھی اپنا کینہ و عناد ختم نہیں کریں گے کیا ہم رومیوں سے بہتر نہیں ہیں؟ (۱)

ایک دوسری روایت میں یوں منقول ہے کہ جب رومی، مسلمانوں کو پیچھے بٹنے پر مجبور کرتے تھے تو ابو سفیان کہتا تھا شاباش رومیوں، لیکن جب مسلمان غالب آتے تھے تو ابو سفیان کہتا تھا، ہائے بلند مرتبہ رومی، اب بادشاہوں کا ذکر بھی باقی نہیں رہے گا۔

جس وقت اسلامی مجاہدوں کو مکمل فتح حاصل ہو گئی تو میں نے اس

داستان کو اپنے باپ سے بیان کیا ، انہوں نے میرا ہاتھ پکڑ کر مسلمانوں کے مختلف گروہ کے درمیان پھرایا۔ ہر گروہ کے سامنے پہنچ کر کہتے تھے کہ اے بیٹے۔ ساری بات ان لوگوں سے بیان کرو۔ میں نے جو کچھ سناتھا ان سے بیان کر دیتا تھا۔ وہ سب لوگ ابوسفیان اور سرداران قریش کے نفاق اور دورنگی چال کو سنکر سخت تعجب کرتے تھے (۲)

ابوسفیان عثمان کے زمانے میں

ایک زمانہ گذر گیا۔ عمر قتل کئے گئے اور عثمان خلیفہ ہو گئے ، ابو سفیان کو خلیفہ سے رشتہ داری کی بنا پر تازہ احترام حاصل ہو گیا ، اب گزشتہ تحقیق کی حالت بدل گئی تھی ، اسی زمانہ میں ایک دن ابو سفیان عثمان کی مجلس میں وارد ہوا اور کہنے لگا۔

اے فرزندان امیہ اب خلافت قبیلہ بنی عدی و تیم سے نکل کر تمہارے چنگل میں اگئی ہے جس طرح بچے گیند سے کھیلتے ہیں اسی طرح اس کو اپنے درمیان گھماتے رہو، خدا کی قسم نہ بہشت ہے نہ دوزخ (۳)

ایک دوسری روایت میں ہے کہ ابوسفیان نے کہا : اے بنی امیہ خلافت کو گیند کی طرح کھیلو اسکی قسم جسکی ابو سفیان کہاتا ہے ہمیں عرصے سے یہ ارزو تھی کہ خلافت تمہارے قبضہ میں اجائے اب اسے وراثت کے طور پر اپنے فرزندوں کو سونپے جانا، عثمان نے یہ بات سن کر ناپسندیدگی کا مظاہرہ کیا (۴)

۱۔ طبری ج ۴ ص ۱۳۷ ، ابن اثیر ج ۲ ص ۲۸۲ ، اصابہ ج ۲ ص ۱۷۲ ، تہذیب ابن عساکر ج ۵ ص ۲۵۶
 ۲۔ اغانی ج ۶ ص ۳۵۶ ، استیعاب ص ۶۸۹ ، اسد الغابہ ج ۵ ص ۲۱۶
 ۳۔ اغانی ج ۶ ص ۳۵۶ ، استیعاب ص ۶۹۰
 ۴۔ مروج الذهب ج ۵ ص ۱۶۶

ایک دوسری روایت میں ہے کہ جب ابو سفیان بوڑھا ہو گیا اور انکھ بھی کھو بیٹھا تھا تو ایک دن عثمان کے پاس آیا اور بیٹھتے ہی کہنے لگا ، یہاں کوئی غیر شخص تو نہیں ہے جو میری بات دوسروں تک پہنچا دے عثمان نے کہا نہیں ، ابوسفیان نے کہا ، یہ خلافت کا معاملہ دنیاوی معاملہ ہے اور یہ حکومت جاہلی عہد کی حکومت کی طرح ہے اس لئے تم اس کے تمام عہدوں کو بنی امیہ کے حوالے کرو (۱)

انہیں ایام میں وہ ایک دن شہید اسلام حضرت حمزہ کی قبر پر پہنچا اور اس عظیم شہید کی قبر پر ٹھوکر مار کر بولا، اے ابو عمارہ جس معاملہ میں کل بم سے اور تم سے تلوار چلی تھی، وہ آج ہمارے بچوں کے ہاتھ میں ہے وہ اسے گیند کی طرح کھیل رہے ہیں (۲)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عثمان کے خلیفہ ہو جانے سے ابوسفیان کی ناپاک تمنائیں پوری ہو گئیں جس ارزو کے لئے بڑے بڑے سرداران قریش قتل کئے گئے تھے لیکن مسلمانوں کی استقامت سے وہ ارزو پوری نہیں ہوئی تھی اب خلافت عثمان میں وہ تمام ارزوئیں پوری کر دیں ابو سفیان خلافت عثمان کے زمانہ میں ۲۱ھ یا ۲۲ھ یا ۲۴ھ میں مر گیا لیکن اسکی زوجہ (ہند) خلافت عمر ہی کے زمانہ میں چکی تھی (۳)

۱۔ اغانی ج ۶ ص ۲۵۵ اگر خلافت عثمان کا گہرائی سے مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہو سکتا ہے کہ ابو سفیان کا منحوس مشورہ سر بسر بنی امیہ کے ہاتھوں پورا ہوا معاویہ کے ہاتھ میں یہ موروثی حکومت آئی اور عثمان کے دور میں ساری سلطنت اسلامی پر امویوں کی حکمرانی تھی۔
۲۔ شرح نہج البلاغہ ج ۲ ص ۱۰۲
۳۔ اسد الغابہ ص ۵۶۳

۴۰

(فصل دوم)

معاویہ رسول اسلام (ص) کے زمانے میں

معاویہ نے کفر و اسلام کے درمیان ٹکراؤ میں کلیدی کردار ادا کیا اور ایک لمحے کے لئے بھی سرداران کفار سے دوری اختیار نہیں کی، یہاں تک کہ اس دن بھی جب اسکے باپ (ابوسفیان) نے ظاہری اسلام قبول کیا تب اس نے مذمت امیز اشعار میں اسکو مخاطب کیا

اے صحر۔ اسلام قبول مت کرنا کیونکہ ہم لوگ رسوائی اور ذلت سے دوچار ہو جائیں گے۔

حالانکہ ہمارے رشتہ دار جنگ بدر میں ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے۔

ہمارے ماموں چچا اور بھائی تینوں مارے گئے، اپنے بھائی حنظلہ کی موت پر تو ہماری راتوں کی نینداچاٹ ہو گئی۔

ایک لمحے کے لئے بھی اسلام کو قبول نہ کرنا کیونکہ ہم ذلیل ہو جائیں گے

ان اونٹوں کی قسم جو راہ مکہ میں رواں دواں ہے

موت اسان بے دشمنوں کی ملامت سے

جو یہ کہیں کہ حرب کے بیٹے ابوسفیان نے خوف و وحشت سے عزی بت سے

منہ موڑ لیا ہے (۱)

معاویہ فتح مکہ کے بعد اپنے تمام لوگوں کے ساتھ جنہوں نے بظاہر اسلام قبول کیا تھا مولفۃ القلوب کے حصہ میں جنگ حنین کے مال غنیمت سے ۱۰۰ اونٹ اور کافی مقدار میں چاندی حاصل کی تھی اسی سال کے اواخر میں پیغمبر اسلام (ص) نے اپنی اعلیٰ ظرفی کا مظاہرہ کر کے اسے کاتبوں کی فہرست میں شامل کر دیا (۲)

ایک دن اسی کتابت کی غرض سے عباس کو بلانے کے لئے بھیجا اور حکم دیا کہ رسول (ص) اکرم تمہیں خط لکھنے کے لئے بلا رہے ہیں، عباس نے دیکھا کہ کھانا کھا رہا ہے تو واپس جا کر رسول (ص) خدا کو آگاہ کر دیا دوسری مرتبہ رسول (ص) خدانے

۱_ شرح نہج البلاغہ ج ۲ ص ۱۰۲ ، تذکرۃ الخواص ص ۱۱۵ ، جمیرۃ الخطب ج ۲ ص ۱۲
۲_ تنبیہ الاشراف ص ۲۸۲

عباس کے فرزند کو بلانے کے لئے بھیجا اس مرتبہ بھی وہ کھانا کھانے کی وجہ سے نہیں آیا، آپ نے تیسری مرتبہ بھیجا لیکن معاویہ مسلسل کھانا کھاتے جا رہے تھے تیسری بار بھی ابن عباس نے جب کھانے کی وجہ سے حکم رسول (ص) کو نظر انداز کرتے دیکھا تو ابن عباس کا بیان ہے کہ رسول (ص) اسلام نے اس پر لعنت فرمائی۔ اور فرمایا: میں امیدوار ہوں کہ اللہ اسکا کبھی پیٹ نہ بھرے (۱)

اس کے بعد تو معاویہ اکثر کہتا تھا کہ دعائے رسول (ص) نے مجھے اپنی گرفت میں لے لیا ہے اور میرے حق میں لعنت قبول ہو گئی، اس لئے وہ روزانہ متعدد بار کھانا کھاتا تھا اور بہت زیادہ مقدار میں کھانا کھاتا تھا پھر بھی وہ بھوکھابی رہ جاتا تھا، بہا تک کہ معاویہ کی پر خوری ضرب المثل بن گئی تھی، جو شخص بھی زیادہ کھانا کھاتا تھا تو لوگ اسے کہتے تھے کان فی احشائہ

ڈال دے اور آتش جہنم میں جھونک دے (۱)

ایک دوسری حدیث میں ہے کہ رسول اسلام (ص) نے ان دونوں کو جنگ تبوک سے علحدہ دیکھا کہ ایس میں باتیں کرتے ہوئے جارہے ہیں، آپ نے اپنے اصحاب سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ جب بھی ان دونوں کو ایک دوسرے کے ساتھ دیکھو تو انہیں علحدہ کر دو کیونکہ یہ دونوں (معاویہ و عمرو عاص) کبھی خیر و صلاح پر متفق نہیں ہونگے (۲)

تیسری حدیث میں ہے کہ آنحضرت (ص) نے ان دونوں کو اکٹھا دیکھا تو بہت تیز و تند نگاہ ڈالی، دوسرے اور تیسرے روز بھی ایسا ہی اتفاق آیا روزانہ رسول (ص) اکرم کافی دیر تک ان پر تیز و تند نگاہ ڈالتے رہے، تیسرے دن فرمایا کہ جب بھی دیکھو کہ معاویہ اور عمرو عاص ایک ساتھ بیٹو انہیں علحدہ کر دو کیونکہ ان دونوں کی رفاقت کبھی خیر و صلاح پر نہیں ہو سکتی ہے (۳)

ایک روز ابوسفیان سواری سے جارہا تھا اور اسکے دونوں فرزند یزید و معاویہ ہمراہ چل رہے تھے ایک نے لجام تھام رکھی تھی اور دوسرا پیچھے سے ہنکارتا تھا

رسول اسلام (ص) نے جب اس حال میں دیکھا تو فرمایا

خدایا _ اپنی لعنت اس سوار پر فرما، اور اسکے بانکنے والے پر بھی لعنت فرما اور اسکے کھیچنے والے پر بھی ان سبکو

۱_ مسند احمد ج ۴ ص ۴۲۱ ، صفین ، نصر بن مزاحم ، النصائح الکافیہ
۲_ عقد الفرید
۳_ صفین _ نصر بن مزاحم

اپنی رحمت سے دور رکھ (۱) _)

یہ حوادث اور اس طرح کے ارشادات رسول (ص) اکرم کتابوں میں موجود ہیں، اگرچہ ہم نے ان سب کا تذکرہ نہیں کیا ہے، ان تمام بے شمار نمونوں کو کتب تاریخ و حدیث سے ملاحظہ کرنے کے بعد معاویہ اور اسکے خاندان کی صحیح تصویر سمجھی جاسکتی ہے۔

معاویہ خلفاء کے زمانے میں

وفات رسول (ص) کے بعد جب ابو بکر تخت خلافت پر آئے تو سب سے پہلے جس نے مخالفت کی وہ ذات ابوسفیان کی تھی، وہ اس بات کو برداشت نہیں کر سکتا تھا کہ پست خاندان کے لوگ قریش کے سرداروں پر حکومت کریں، قریش کے اہم قبیلہ بنی ہاشم اور بنی امیہ جو دونوں ایک نسل اور عبد مناف کے فرزند تھے اور چچیرے بھائی تھے اس تخت خلافت سے کیوں دور رہیں، یہی وجہ تھی کہ ابوسفیان پہلی فرصت میں حضرت امیر المومنین (ع) کی خدمت میں آکر بولا۔

اے ابولحسن۔ اپ اپنا ہاتھ بڑھائیے کہ اپکی بیعت کروں۔

حضرت امیر المومنین (ع)۔ وہ اپنے ہر اقدام پر اپنے اسی قول کے سلسلے میں تیار تھا کہ میں اس فضا کو غبار الود دیکھ رہا ہوں کہ سوائے خون کے کوئی چیز نہیں بٹھا سکتی ہے (۲)

ارباب سقیفہ، ابوسفیان اور اسکی قدرت سے بخوبی اشنا تو تھے ہی لہذا انہوں نے اسے لالچ کے جال میں جکڑ کر خاموش کر دیا۔

عمر نے ابو بکر سے کہا: جو صدقات رسول (ص) کے زمانے میں اس کے قبضہ میں ہیں اسکی کے پاس رہنے دیا جائے تاکہ اس کے شر سے محفوظ رہیں (۳)

اس پر عمل ہو ا اور ابوسفیان نے بیعت کر کے انکی ریاست و حکومت کو استحکام بخشا۔

۱۔ صفین۔ طبری۔ شرح نہج البلاغہ۔ تذکرۃ الخواص

۲۔ طبری ج ۲ ص ۴۴۹

۳۔ عقد الفرید ج ۳ ص ۶۳، طبری ج ۲ ص ۴۴۹

کیونکہ ایک طرف تو اسے حکومت و ریاست کی امید نہیں تھی اور دوسری طرف امیر المومنین (ع) نے اسکی ہونکاری بھی نہیں بھری اور ایسا کرتے بھی نہیں لہذا تیسرے راستہ کے علاوہ کوئی چارہ نہیں تھا کہ اپنے کو ارباب حکومت کے حوالے کر دے، اس طرح ابوسفیان بھی سقیفہ کے مددگاروں میں شامل ہو گیا، وہ اور اس کا خاندان سقیفہ کا حمایتی بن گیا۔

ابو بکر نے بھی ابوسفیان کو خاموش کرنے اور اسکا تعاون حاصل کرنے کے لئے

اسکے بیٹے یزید کو شام کے علاقے فتح کرنے کے لئے بھیجے جانے والی فوج کاسردار معین کر دیا، یہ حادثہ ہجرت کے تیسرے سال پیش آیا، معاویہ بھی بھائی کے ساتھ فوج میں شامل تھا، شام فتح ہونے کے بعد ابو بکر کے حکم سے یزید ابن ابوسفیان حکومت دمشق پر فائز ہو گیا، وہاں وہ فوج کا سپہ سالار بھی تھا اور دمشق کا حاکم بھی۔

خلافت عمر کے زمانے میں جس وقت یزید ابن ابوسفیان طاعون کے مرض میں گرفتار ہوا تو اس نے اپنے بھائی معاویہ کو اپنی جگہ معین کرنے کے لئے، خلیفہ کو خط لکھا خلیفہ دوم نے اسکی بات مان کر حکومت معاویہ کے حوالے کردی (۱)

شام پر معاویہ کی حکومت کے زمانے میں عمر نے مصر کا سفر کیا، جس دن وہ دمشق میں پہنچے تو معاویہ نے ان کا شاندار استقبال کیا، عمر نے جب معاویہ کا جاہ و جلال دیکھا تو کہا، یہ شخص عرب کا کسری ہے۔ جب معاویہ اسکے قریب آیا تو اس سے کہا کہ، تم اتنے جاہ و جلال کے مالک ہو گئے؟

معاویہ نے جواب دیا۔ جی ہاں امیر المومنین

عمر نے پوچھا، ایسا کیوں کرتے ہو؟

معاویہ نے کہا: آخر ہم ایک ایسی سر زمین پر رہتے ہیں جہاں دشمن (رومیوں) کے جاسوس زیادہ ہیں لہذا ضروری ہے کہ ہم سطوت و شکوہ کا مظاہرہ کر کے ان پر اپنا رعب و دبدبہ قائم رکھیں تاکہ یہ لوگ ہم سے خوف کھائیں (۲)

عمر کا زمانہ حکومت ختم ہو گیا، اور تخت خلافت پر عثمان براجمان ہوئے تو انہوں نے دمشق کے ساتھ تمام

۱۔ طبری ج ۴ ص ۲۰۲ سیر اعلام النبیلہ ج ۱ ص ۲۲۸
۲۔ استیعاب ج ۱ ص ۲۵۲، اصابہ ج ۳ ص ۴۱۳، ابن کثیر ج ۸ ص ۱۲۰

شامی علاقہ معاویہ کے حوالے کر دیا جو اچ شام، فلسطین، اردن، اور لبنان کا علاقہ ہے۔

معاویہ اپنے امور میں پوری طرح آزاد ہو گیا، معاویہ نے اپنی عادت کے مطابق جو انہیں جاہلی انداز کی تربیت ہوئی تھی حکومت کو بھی جاہلی انداز پر ڈھالنا شروع کیا، انہیں انکی منحوس خواہشوں پر بندش عائد کرنے والا کوئی نہیں تھا۔

ان کی مطلق العنانی کے کچھ نمونے یہ ہیں جو بزرگ خزرچی صحابی رسول (ص) عبادہ ابن صامت کے ساتھ پیش آئے، عبادہ ان بارہ افراد میں تھے جنہوں نے بیعت عقبی میں شرکت کی تھی اور نساء کے افتخار امیز لقب کی ایک فرد تھے، یہ مدینہ کے اولین مسلمانوں میں شامل تھے یہ ان لوگوں میں ہیں جنہوں نے رسول اکرم (ص) کے زمانے میں قرآن جمع کیا تھا

عمر ابن خطاب نے اس عظیم صحابی کو یزید ابن ابوسفیان کے زمانے میں شام والوں کو قرآن کی تعلیم دینے کے لئے بھیجا، وہ یزید کی موت تک شہر حمص میں رہے، یزید کے مرنے کے بعد جب معاویہ ان کا جانشین ہوا تو ان کی سرکردگی میں رومی علاقوں سے جنگ کے لئے فوج بھیجی گئی، اہلسنت کے مشہور اور عظیم محدث اپنی کتاب، صحیح مسلم میں نقل کرتے ہیں کہ، ایک اسلامی جنگ میں معاویہ اور عبادہ دونوں شریک تھے، جنگ فتح ہوئی اور ڈھیر سا مال غنیمت ہاتھ آیا اس مال غنیمت میں سونے اور چاندی کے بہت سے ظروف بھی تھے، معاویہ نے حکم دیا کہ ان ظروف کو بیچ کر اسکی قیمت مسلمانوں میں تقسیم کردی جائے، لوگ برتنوں کو خریدنے کے لئے جمع ہوئے اور انہیں ظروف کے مقدار میں مساویانہ حیثیت سے قیمت معین ہوئی، جب اس حادثہ کی خبر عبادہ کو پہنچی تو اپنی جگہ سے اٹھ کر اعلان کرنے لگے کہ میں نے رسول خدا (ص) سے سنا ہے کہ سونے کے بدلے سونا اور چاندی کے بدلے میں چاندی مساویانہ حیثیت کے علاوہ کسی دوسری طرح خریدنے پر منع فرمایا ہے جو زیادہ قیمت دے گا وہ سود میں گرفتار ہوگا۔

اس حدیث کو سننے کے بعد لوگوں نے اپنی اضافی قیمت واپس لے لی۔

جب معاویہ کو معلوم ہوا تو سخت غصہ کی حالت میں تقریر کی۔

لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ حدیث رسول بیان کرنے لگے ہیں، ہم بھی انحضرت (ص) کے ساتھ رہے اور انہیں دیکھا ہم نے کبھی ایسی حدیث نہیں سنی

یہ سن کر عبادہ نے اپنی بات کو دوبارہ کہا پھر اضافہ کیا کہ ہم نے جو کچھ حدیث رسول(ص) سنی تھی وہ تم لوگوں کو سنادی چاہے معاویہ اس سے ناخوش ہوں یا راضی نہ ہوں۔

ایک دوسری روایت کے مطابق انہوں نے کہا کہ چاہے معاویہ اس سے ناخوش ہی ہوں مجھے اسکی پرواہ نہیں ہے کہ ایک رات بھی معاویہ مجھے اپنے لشکر میں قبول نہ کرے (۱)

احمد بن حنبل اور نسائی کی روایت کے مطابق عبادہ نے کہا کہ خدا کی قسم ہم نہ کسی سے متاثر ہوئے ہیں اور نہ ہی ہونگے ، ہم اس سر زمین پر ایک شب بھی نہیں رہیں گے جہاں معاویہ رہے گا (۲)

صاحب اسد الغابہ اور سیر اعلام النبلاء نے عبادہ کے حالات لکھتے ہوئے اس مسئلے کو یوں بیان کیا ہے کہ عبادہ نے معاویہ کے کچھ امور سے سر پیچی کی اور ان امور کو قوانین اسلامی کی صریحی خلاف ورزی بتایا ، پھر کہا کہ میں اور تم ایک سر زمین پر ہر گز نہ رہیں گے ، پھر وہ شام سے کوچ کر کے مدینہ آگئے عمر اس وقت تک خلیفہ تھے ، پوچھا کہ مدینہ کیوں واپس آگئے؟ عبادہ نے معاویہ کی نا شائستہ حرکتوں کو بیان کیا گیا ، عمر نے کہا اپنی جگہ واپس جاؤ ، خدا و ند عالم اس زمین کو غارت کرے جہاں تم اور تمہارے جیسے لوگ نہ رہیں ، اسکو ، تم پر حکمرانی کرنے کا حق نہیں ہے (۳)

ذہبی سیر اعلام النبلاء میں بیان کرتا ہے کہ ایک دن عبادہ بن صامت اور معاویہ مسجد میں پہنچے ، اذان ہونے کے بعد خطیب منبر پر پہنچا ، اس نے خطبہ میں معاویہ کی خوب تعریف کی عبادہ اپنی جگہ سے کھڑے ہوئے اور ایک مٹھی خاک خطیب کے منہ میں ڈال دی ، معاویہ کو اس پر بہت غصہ آیا عبادہ نے معاویہ کی طرف رخ کر کے کہا ، کہ تو اس وقت جبکہ ہم سر زمین عقبی پر رسول اکرم(ص) کے ہاتھوں پر اس بات کیلئے عہد و پیمانہ کر رہے تھے کہ جہاں بھی رہیں گے حق قائم کر کے رہیں گے ، تو ہمارے ساتھ نہیں تھا ہم نے یہ عہد کیا ہے کہ خدا کی راہ میں کسی ملامت کی پرواہ نہ کریں گے ، رسول خدا (ص) نے فرمایا ہے کہ جب کسی کو دیکھو کہ رو در رو کسی کی مدح کر رہا ہے تو اسکے منہ میں دھول جھونک دو (۴)

۲_مسند احمد ج ۵ ص ۳۱۹ ، سنن نسائی ج ۲ ص ۲۲۲
۳_اسد الغابہ ج ۳ ص ۱۰۶ ، اعلام النبلاء ج ۲ ص ۲
۴_سیر اعلام ج ۲ ص ۲ ، تہذیب ابن عساکر

۴۷

ایک دوسرے دن معاویہ نے اپنی تقریر میں مرض طاعون سے فرار کے سلسلے میں کچھ باتیں کہیں ، عبادہ وہاں موجود تھے ، انہوں نے کہا کہ تیری ماں ہندہ تجھ سے زیادہ دانا تر تھی ، معاویہ نے خطبہ تمام کیا پھر نماز پڑھی اور اپنے قصر میں واپس جا کر عبادہ کو بلانے کے لئے ادمی بھیجا ، کچھ انصاری افراد شام میں تھے جو عبادہ کے ساتھ ہو گئے لیکن حکومتی افراد نے ان لوگوں کو قصر میں داخل ہونے سے روکا ، عبادہ اکیلے ہی معاویہ کے پاس پہنچے معاویہ نے ان سے کہا ، کیا تمہیں خوف خدا نہیں ہے اور اپنے امام سے شرم و حیا نہیں کرتے ، معاویہ نے امام سے خود، اپنے کو مراد لیا تھا۔

عبادہ نے جواب دیا کیا تم نہیں جانتے کہ میں نے شب عقبی رسول(ص) خدا سے عہد لیا تھا کہ اللہ کی راہ میں ہم کسی سر زمین سے خوف نہ کھائیں گے۔

معاویہ اس دن نماز عصر کے لئے آیا نماز ختم کرنے کے بعد منبر تھام کر بولا ، اے لوگو ، میں تم سے حدیث بیان کرتا ہوں اور اپنے گھر واپس چلا جاتا ہوں ، پھر مجھے ایسی چیز ملتی ہے کہ عبادہ نے اسے دوسری طرح سے بیان کیا ہے ان کی بات صحیح ہے تم لوگ انہیں کی پیروی کرو کیونکہ وہ مجھ سے زیادہ جانتے ہیں۔

ان سارے حوادث میں جن سے معاویہ کی نرمی کا اندازہ ہوتا ہے خلافت عمر کے زمانہ تک رہی کیونکہ وہ عمر کی سختی اور طاقت سے بہت ڈرتے تھے ، انکی تند مزاجی حد سے اگے بڑھنے کی اجازت نہیں دیتی تھی۔

معاویہ و عثمان

معاویہ کی حالت عثمان کے زمانے میں وہ نہیں تھی جو قبل کے دونوں خلیفہ کے زمانے میں تھی۔

معاویہ، عثمان کے زمانے میں پوری طرح مطلق العنان ہو کر تمام قانون و اخلاق کو بالائے طاق رکھ چکا تھا۔

ثروت و اقتدار نے انہیں تمام اسلامی مسائل اور انسانی تقاضوں کو فراموش

کر دیا تھا۔

ابن عساکر اور ذہبی نقل کرتے ہیں کہ ، ایک دن عبادہ بن صامت دمشق کی سڑکوں سے گذر رہے تھے ، انہوں نے اونٹوں کی قطار میں دیکھی جن پر شراب تھی ، پوچھا ، یہ کیا ہے؟ کیا روغن زیتون ہے؟

۴۸

لوگوں نے کہا ۔ نہیں ۔ یہ شراب ہے ۔ معاویہ نے اسے خریدا ہے ، انہیں کے لئے لے جائی جارہی ہے ، عبادہ بے دھڑک بازار سے ایک تلوار لائے اور شراب کی تمام مشکوں کو پھاڑ ڈالا۔

ابو ہریرہ اس زمانے میں شام میں ہی تھے ، وہ رسول خدا (ص) کے زمانے میں تو کسی گنتی میں نہیں تھے لیکن بعد رسول (ص) خلافتوں کی پشت پناہی کیوجہ سے لائق صد احترام ہو گئے تھے ، معاویہ نے ایک شخص کو ابو ہریرہ کے پاس بلانے کے لئے بھیجا ، اور کہا کہ اپنے بھائی عبادہ کو کیوں نہیں روکتے ، وہ صبح صبح بازار میں پہنچ کر ذمیوں کی اجیرن کر رہے ہیں ، راتوں کو مسجد میں بیٹھ کر سوائے اسکے اور کوئی کام نہیں کہ میری چھتاڑ مچائیں۔

ابو ہریرہ معاویہ کے کہنے سے عبادہ کے پاس جانے کے لئے گھر سے نکلے ، جس وقت ان سے ملاقات ہوئی تو بولے اے عبادہ ، تمہیں معاویہ سے کیا مطلب ، انہیں ان کے حال پر چھوڑ دو ان کے کاموں میں مداخلت کیوں کر رہے ہو ، عبادہ نے کہا اے ابوہریرہ جس وقت ہم نے رسول (ص) خدا سے عہد و پیمانہ کیا تھا کہ اپنی باتوں پر توجہ دیں گے۔

اور اپنی طاقت بھر امر بالمعروف اور نہی از منکر کریں گے ، تم تو اسوقت ہمارے ساتھ نہیں تھے ، ابو ہریرہ کو خاموشی کے سوا کچھ بس نہ چلا ، مجبور ہو کر معاویہ نے عثمان کو خط لکھا کہ عبادہ اہل شام کو خراب اور فاسد کر رہے ہیں یا تو آپ انہیں اپنے پاس بلائیے ورنہ انہیں انکے اقدامات سے روکنے یا پھر میں ہی شام کو انکے اختیار میں دیدوں عثمان نے انہیں لکھا کہ عبادہ کو شہر سے نکال دو تا کہ اپنے وطن مدینہ واپس آجائیں۔

مورخین کا بیان ہے کہ جس وقت عبادہ مدینہ آئے اور عثمان کے پاس گئے تو عثمان اپنے گھر پر بیٹھے تھے ، اچانک انہوں نے سراٹھایا تو عبادہ کو اپنے سامنے

کھڑا پایا ان سے بولے ، تمہیں ہم لوگوں سے کیا مطلب ، تم ہمارے امور میں کیوں ٹانگ لڑا رہے ہو ؟

عبادہ وہیں لوگوں کے سامنے کھڑے ہو کر کہنے لگے ، میں نے رسول اسلام کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میرے بعد ایسے لوگ حکومت کرینگے جو اپنے عمل سے تمہیں منکرات اور نا شائستہ حرکتوں کا رسیا بنا دینگے ، اور اچھائیوں کی تمہاری عادت ہو گی ، اسکو چھین لینگے ، ایسی صورت میں ایسے پاپیوں کی اطاعت تمہارے لئے مناسب نہیں ، دیکھو ہو شیار خدا کی راہ و روش سے اپنے کو گمراہ نہ کرنا۔

ابن عساکر کی روایت کے مطابق ، اس کے بعد مزید کہا کہ اس خدا کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں عبادہ

۴۹

کی جان ہے ، معاویہ اس گروہ کا ایک فرد ہے۔

عبادہ کی باتیں سنکر عثمان نے پھر کچھ نہ کہا ، اور نہ کوئی اعتراض کیا (۱۱)

معاویہ کی شراب خواری اور اصحاب رسول (ص) سے نوک جھونک یا لڑائی جھگڑے کی داستان صرف عبادہ ہی تک منحصر نہیں ہے ، مورخین کا بیان ہے کہ:

عبد الرحمن بن سہل بن زید انصاری جہاد میں شریک ہونے کی غرض سے شام و دمشق گئے ہوئے تھے ، اس زمانے میں جیسا ہم جانتے ہیں کہ معاویہ کی حکومت شام پر تھی ایک دن وہ راستے سے گذر رہے تھے کہ کچھ شراب کی مشکوں کو لے جاتے دیکھا۔

اپنے نیزے سے تمام مشکیزوں کو پھاڑ ڈالا ، مشک کے ہمراہ جو غلام تھے ان سے ہاتھ پائی کرنے لگے ، یہاں تک کہ معاویہ کے پاس خبر پہونچی ، معاویہ نے اپنے کارندوں سے کہا ، انہیں چھوڑ دو ان کی عقل زائل ہو گئی ہے۔

معاویہ کی بات عبد الرحمن سے بیان کی گئی تو بولے خدا کی قسم میری عقل نہیں ماری گئی ہے۔ لیکن رسول خدا (ص) نے ہمیں حکم فرمایا ہے کہ شراب اپنے گھروں میں برگز نہ لے جائیں، میں قسم کھاتا ہوں کہ اگر میں اس سر زمین پر رہونگا اور معاویہ کو وہ باتیں کرتا ہوا دیکھوں گا جن سے رسول خدا نے

منع فرمایا ہے تو اسکا پیٹ پہاڑ دونگا، یا پھر اس راہ میں جان دیدونگا (۲)

مسند احمد بن حنبل میں عبد اللہ بن بریدہ سے منقول ہے کہ:

میں اپنے والد کے ہمراہ معاویہ کے یہاں گیا ، ہمیں فرش پر بیٹھا یا گیا اور کھانے کے بعد شراب پیش کی گئی ، معاویہ نے اسکو نوش کیا ، پھر ایک شراب کا جام میرے والد کو دیا لیکن میرے والد نے انکار کرتے ہوئے کہا ، جب سے رسول اکرم (ص) نے شراب کو حرام کیا ہے اس دن سے میں نے منہ کو نہیں لگایا ہے (۳)

۱_ تہذیب ابن عساکر ج ۸ ص ۲۱۲ ، اعلام النبلاء ج ۲ ص ۴ ، مسند احمد ج ۵ ص ۲۲۵
۲_ اصابہ ج ۲ ص ۳۹۴ ، استیعاب ص ۴۰۰ ، اسد الغابہ ج ۲ ص ۲۹۹ ۳_ مسند احمد بن حنبل ج ۵ ص ۳۴۷

۵۰

معاویہ کی شراب نوشی کی اسکے علاوہ بھی ڈھیر ساری داستانیں ہیں جنہیں ابن عساکر نے نقل کیا ہے (۱) ، جنہیں اس سے زیادہ کی طلب ہو تو اسکی معتبر کتابوں کی طرف رجوع کریں۔

ابوذر معاویہ کے مقابل

انہیں عثمان کے زمانے میں معاویہ سے مشہور اور بزرگ جری صحابی رسول حضرت ابوذر کی سخت محاذ اراٹی ہوئی ، اسکی تفصیل تو طوالت چاہتی ہے لیکن ہم نا گزیر طور سے اس کا مختصر تذکرہ کر رہے ہیں ، مورخین کا بیان ہے کہ ابوذر ان پاکباز مسلمانوں میں ہیں جو زمانہ جاہلیت میں بھی توحید پرست تھے وہ خدا کو یکتا مانتے تھے جاہلی عہد میں وہ بت پرستی سے متنفر رہے (۲)

جب انہیں خبر ملی کہ مکے میں پیغمبر آخر کا ظہور ہوا ہے تو لپک کر مکہ پہنچے وہ پانچویں یا چوتھے شخص تھے جنہوں نے اسلام قبول کیا۔

انہوں نے مسلمان ہونے کے دوسرے دن مسجد الحرام میں جا کر مشرک قریش کے سامنے بلند آواز سے اپنے اسلام کا اظہار فرمایا ، ان پر قریش نے چاروں طرف سے حملہ کیا اور اس قدر زد و کوب کیا کہ لہو لہان ہو کر بیہوش ہو گئے ، اگر رسول اکرم (ص) کے چچا عباس مدد کو نہ پہنچتے تو ممکن تھا کہ لوگوں کی اذیت سے مر جاتے ، کچھ دیر بعد زخمی حالت میں تھکے تھکے اپنی جگہ

سے اٹھے ایک کونے میں گئے تاکہ زخموں کو دھوئیں اور اذیت و تکلیف کم کر سکیں۔

دوسرے دن بھی ابوذر مسجد الحرام میں آئے اور بلند آواز سے خدا کی یکتائی اور محمد (ص) کی رسالت کا اعلان کیا ، انہیں حق کی راہ میں کسی قسم کا خوف و براس نہیں تھا ، دوسری بار بھی لوگ ان پر ٹوٹ پڑے اور پہلے دن کی طرح زد و کوب کر کے لہو لہان کر دیا۔

اس کے دوسرے دن بعد آپ حکم رسول (ص) سے اپنے وطن واپس چلے گئے تاکہ وطن والوں پر اپنے اسلام کا اظہار کر کے

۱_ ابن عساکر ج ۷ ص ۲۱۳ _ ۳۴۸ ، اصابہ ج ۲ ص ۲۸۲
۲_ طبقات کبری ج ۴ ص ۲۲۳ ، سیر اعلام ج ۲ ص ۲۸ ، اسد الغابہ ج ۱ ص ۳۰۱

۵۱

تبلیغ کر سکیں ، ابوذر اپنے قبیلہ غفار میں پلٹ گئے اور انہیں قبول اسلام پر آمادہ کرنے کی بہت کوشش کی اسی طرح کئی سال گذر گئے یہاں تک کہ انہوں نے خبر سنی کہ رسول (ص) اسلام مدینہ ہجرت کر گئے ہیں اور وہاں شان و شوکت بڑھ گئی ہے ، انہوں نے دوبارہ رخت سفر باندھا اور اپنے کاشانہ کو خیر آباد کر کے اپنے خلیل کے جوار میں جانے کا قصد کیا تاکہ انہیں کے زیر سایہ سکون پائیں ، آپ کی ہجرت جنگ خندق کے بعد ہوئی ہے ، اس کے بعد تو انہوں نے ایک لمحے کے لئے بھی رسول اکرم (ص) کا ساتھ نہیں چھوڑا اپنی صلاحیت بھر انہوں نے انحضرت (ص) سے علم و روحانیت کے خرمن سے کسب فیض کیا ، انہوں نے اس قدر خلوص کا مظاہرہ کیا ، اس قدر عبادت و ریاضت کی اس قدر ذکر و فکر میں اپنا سر کھپایا کہ محبوب ترین اصحاب رسول (ص) میں شمار کئے جانے لگے۔

پیامبر اکرم (ص) نے بہت سی احادیث صحیح میں اپنی ستائش فرمائی ہے

۱_ وما اظلت الخضراء ولا اقلت الغبراء من ذی لہجة اصدق من ابی ذر۔ ترجمہ :
نہ نیلگوں آسمان نے سایہ کیا اور نہ زمین نے بوجھ اٹھایا ابوذر ایسے سچے انسان
کا۔

۲_ جنگ تبوک میں ابوذر لشکر اسلام سے پیچھے رہ گئے تھے ، کیونکہ اپکا

اونٹ بہت ہی کمزور تھا لہذا اس نے اپکا ساتھ نہیں دیا ، ناچار ، وہ سواری سے اتر پڑے اور ایسے اس کے حال پر چھوڑ کر اپنا سامان پشت پر لادا ، اور پیادہ ہی لشکر اسلام سے ملحق ہو نے کے لئے چل پڑے ، صحراء تپ رہا تھا ، ریگ زاروں میں سوزش تھی اس لئے چلنے میں بڑی تکلیف ہو رہی تھی ، لیکن ابوذر کے سچے عشق و ایمان نے یہ کام بھی سہل و آسان بنا دیا تھا ، بڑی محنت اور کوشش کے بعد آپ نے اپنے کو لشکر اسلام تک پہنچایا ، جس وقت رسول (ص) نے آپ کو دیکھا کہ اکیلے ہی مجاہدان اسلام کی طرف چلے آ رہے ہیں تو فرمایا " : رحم اللہ ابا ذر، یمشی وحدہ و یموت وحدہ و یبعث وحدہ"

ترجمہ : خدا ابوذر پر رحمت نازل کرے وہ اکیلے چلیں گے ، اکیلے مرینگے ، اور اکیلے ہی مبعوث ہو گئے۔ (۱)

جب عثمان مسند خلافت پر بیٹھے تو جب تک انہوں نے اپنے رشتہ داروں کی منہ بھرائی نہیں کی ، چند سال تک اسی طرح حکومت کرتے رہے جیسے ابو بکر اور عمر کی حکومت تھی۔

۱۔ اسیرہ ابن ہشام ج ۴ ص ۱۷۹ ، طبری ج ۳ ص ۴۵

۵۲

قریش کے معزز لوگ ان سے راضی تھے لیکن جس روز سے بنی امیہ کے لوگ حکومت میں نفوذ پیدا کرنے لگے تو تمام سرداران قریش طلحہ ، زبیر ، عمر وعاص اور ان کے ہم خیال افراد علیحدہ ہو گئے ، معاشرتی حالت منقلب ہو گئی ، اپنے داماد مردان کو بہت بڑا تحفہ افریقہ کی تمام آمدنی دے ڈالی اپنے دوسرے چچیرے بھائی جنکا نام حارث بن حکم تھا بیس ہزار درہم بخش دیا ، اپنے ایک بواہ خواہ زید بن ثابت انصاری کو ایک لاکھ درہم دیدیا ، اس زمانے میں ابوذر نے اپنی عظیم ذمہ داری کا احساس کیا کہ عام مسلمانوں کا مال خطر سے دو چار ہے ، ابوسفیان کی تمنائوں کے مطابق جاہلی حکومت واپس آ رہی ہے ، انہوں نے قرآن کے فراموش شدہ احکام یاد دلا کر مسلمانوں کو غفلت سے چونکا یا ، انہیں احساسات کی بناء پر آپ نے اس آیت کو اپنا شعار قرار دیا ، " الذین یکنزون الذہب و الفضة ولا ینفقونها فی سبیل اللہ فبشرہم بعذاب الیم "سورہ توبہ ایت ۳۴

ترجمہ : جو لوگ سونے و چاندی کو ذخیرہ کرتے ہیں اور اسے راہ خدا میں خرچ نہیں کرتے پیغمبر آپ انہیں دردناک عذاب کی بشارت دیدیں۔

اپ کا روئے سخن بنی امیہ کی طرف تھا ، جو مسلمانوں کے بیت المال کو ذاتی جا گیر سمجھ بیٹھے تھے اور بڑے اطمینان سے استفادہ کر رہے تھے جسے چاہے دیدیتے، محل کی تعمیر کر رہے تھے نیز بخشش و اسراف کر رہے تھے ، ابوذر کی باتیں ناگزیر طور پر اموی خلافت کے متضاد تھیں ، ابوذر اور عثمان کے درمیان تلخ کلامی بڑھنے لگی ، عثمان نے دیکھا کہ ابوذر جیسے سچے اور خدا ترس مجاہد اسلام سے چھٹکارا پانا مشکل ہے وہ کسی حالت میں بھی جاہلی رسموں کو اسلام کے زیر سایہ پروان چڑھتے برداشت نہیں کریں گے ، کبھی اسکی تائید نہ کریں گے ، عثمان نے ابوذر کو حکم دیا کہ شام چلے جائیں وہاں مسلمانوں سے رومیوں کی جنگ ہو رہی تھی ، شاید ابوذر وہاں جا کر جنگ میں الجھ جائیں اور خلافت کو اس سے نجات مل سکے ، لیکن شام میں کون حکومت کر رہا تھا معاویہ ، جو بنی امیہ کی فرد تھا گھنگھور جاہلیت کا نمائندہ ، پکا منافق جو اسلام کا لبادہ اوڑھے ہوا تھا ، ناچار وہاں بھی ابوذر امر بالمعروف اور نہی از منکر سے باز نہیں آئے ، معاویہ جیسا کہ بیان کیا گیا ، جاہلیت کا رکن بزرگ تھا جو عثمان کی مدد سے ایک وسیع و عریض مملکت اسلامی پر حکومت کر رہا تھا ، وہاں بھی جھڑپ نا گزیر تھا ، ابوذر نے وہاں معاویہ کی غیر اسلامی حرکتوں ، مطلق العنانی اور کافرانہ حرکتوں پر ٹوکا اور منع کیا۔

ایک دن معاویہ نے ان کے پاس تین سو دینار بھیجے ، ابوذر نے معاویہ کے فرستادے کو دیکھا جو سونے کے تین سو دینار لایا تھا ، اس سے فرمایا ، اگر یہ رقم بیت المال سے سالانہ وظیفہ ہے جس سے سال گذشتہ محروم رکھا گیا تو اسکو قبول کرتا ہوں ، لیکن یہ بدیہ اور تحفہ ہے تو مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے

جس گھڑی معاویہ اپنا عالی شان محل بنوا رہا تھا ، وہ قصر بہت عظیم اور سنہرا ، پتھروں سے تعمیر ہو رہا تھا ، اس وقت تک اسلام میں ایسا کوئی قصر نہیں تھا ، وہ اسلامی عہد میں جاہلی ہوا پرستی کا نمونہ تھا ، ابوذر صدائے فریاد بلند کرنے لگے ، انہوں نے معاویہ کو مخاطب کر کے فرمایا اے معاویہ ، اگر اس قصر کو بیت المال سے تعمیر کروا رہا ہے تو قطعی طور پر تم نے خیانت کی ہے ، کیونکہ ایسے اموال کو مسلمانوں اور اسلام کی فلاح و بہبودی میں خرچ ہونا چاہئے ، یہ کسی کی مخصوص ملکیت نہیں ہے ، لیکن اگر یہ خود کا مال ہے تو

اسراف و زیادتی کیا ہے، ارے ایک شخص اپنے رہنے کے لئے اتنا بڑا قصر بلا وجہ بنو اربا ہے، معاویہ کی بولتی بند تھی، ابوذر ہمیشہ مضبوط منطقی بنیادوں پر خطابت فرماتے تھے۔

ابوذر نے باربا فرمایا، خدا کی قسم، تو ایسی حرکات کا مرتکب ہو رہا ہے جسکا نمونہ نہ تو اسلامی معاشرے میں ہم نے دیکھا، نہ سنا۔

قسم خدا کی۔ یہ حرکتیں نہ تو قرآن کے مطابق ہیں اور نہ ہی سنت کے مطابق، خدا کی قسم، میں حق کو دیکھ رہا ہوں، کہ بچھ رہا ہے، باطل زندہ ہوتے دیکھ رہا ہوں سچوں کی تکذیب کی جا رہی ہے، نالائقوں اور اواروں کو سر بلندی مل رہی ہے، امیر المومنین (ع) جسیے صالح اور نیک کردار کو خانہ نشینی پر مجبور کیا جا رہا ہے (۱)

لوگ اس بوڑھے خیر خواہ کے گرد خدا و مخلوقات کی رضا کے لئے جمع ہو گئے، تاکہ اسکی دل سے نکلی باتیں جو خدا و اسلام کے دفاع سے ہیں ان سے فائدہ اٹھا سکیں، لیکن کیا معاویہ جیسا طاغوت اسکی اجازت دے سکتا تھا، اس نے اعلان کرا دیا کہ، اے لوگو کوئی شخص ابوذر سے ملاقات نہ کرے نہ انکی صحبت میں بیٹھے۔

کیونکہ وہ اسلام کے معدودے چند مخلصوں میں تھے جو شام کی سر زمین پر زندگی گزار رہے تھے اسلام نہ تو جاہلیت سے سمجھوتہ کر سکتا ہے نہ جاہلیت اسلام سے

۱۔ مروج الذهب، ابن اثیر ج ۵ ص ۱۶۳۔ ۱۶۱

ایک مورخ لکھتا ہے: معاویہ نے شب کے سناٹے میں ایک ہزار دینار ابوذر کے پاس بھیجا، انہوں نے اسی رات تمام دیناروں کو فقراء میں تقسیم کر دیا، کیونکہ روح زابدانہ اور تربیت اسلامی اس کی متقاضی نہیں تھی کہ مال دنیا کو دوست رکھے، صبح سویرے جب معاویہ نماز کے لئے آیا تو اس نے اس فرستادے کو بلایا کہ تیزی سے جائو اور ابوذر سے کہو کہ مجھے معاویہ کے عذاب و شکنجہ سے نجات دیجئے، میں نے غلطی سے گزشتہ شب دوسرے کا پیسہ اپ کی خدمت میں پیش کر دیا تھا، میں چاہتا ہوں کہ اپ اسکو مجھے واپس کر دیں تاکہ اصلی

جگہ پر پہنچا سکوں اور معاویہ کی سزا سے بچ سکوں۔

ابوذر نے فرمایا ، اس سے کہو کہ ابوذر نے کہا ہے کہ خدا کی قسم اس صبح کے اجالے تک اسمیں کا ایک پیسہ بھی باقی نہیں بچا ہے تم مجھے تین دن کی مہلت دو تاکہ فقراء سے وہ پیسہ واپس لے سکوں معاویہ نے سمجھ لیا کہ یہ شخص صرف کہتا ہی نہیں ہے بلکہ پہلے ہی مرحلے میں اقدام کر بیٹھتا ہے ، اسکی گفتار عمل سے ہم اہنگ ہے۔

یہی وجہ تھی کہ معاویہ ابوذر سے خوف کھانے لگا ، اکیلے ابوذر معاویہ کو لرزہ بر اندام کر رہے تھے۔

کیونکہ وہ اسلام شناس اور اس پر عمل بھی کرتے تھے۔

اس وقت معاویہ نے مجبور ہو کر اپنے رہبر سے پناہ مانگی اور اس نے عثمان کو لکھا کہ ، اگر تمہیں شام اور اسکے باشندوں کو بچانا ہے تو ابوذر کو اپنے پاس بلا لیجئے کیونکہ انہوں نے لوگوں کے سینے کینے سے بھر دیئے ہیں (۱)

بقول بلاذری کے ، کہ عثمان نے جواب خط میں لکھا ، ابوذر کو ایک سخت و سرکش سواری سے مدینہ بھیج دو ، وہ بوڑھے صحابی ایک سرکش سواری پر زبر دستی سوار کئے گئے ، رات دن بغیر کہیں دم لئے مدینہ کی طرف لیجائے گئے راستہ بہت طویل اور تھکا دینے والا تھا ، صحراء خشک اور ریگ زاروں سے بھرا ہوا ، کارندے ہر قسم کے انسانی جذبات رحم سے عاری تھے (۲)

یعقوبی نے مزید تفصیل لکھی ہے کہ ، عثمان کا یہ سخت فرمان اس بندہ خاص پر نافذ کیا گیا ، نتیجہ یہ ہوا کہ جس وقت وہ مدینہ پہنچے تو ران کا گوشت اڑ چکا تھا (۳)

۱_ سیر اعلام النبلاء ج ۲ ص ۵۰

۲_ انساب الاشراف ج ۵ ص ۵۳

۳_ یعقوبی ج ۲ ص ۱۲۲

مسعودی لکھتا ہے کہ :اپکو اس شتر پر سوار کیا گیا جس پر صرف ایک سوکھی لکڑی تھی پانچ سنگ دل آدمی صقالیہ سے ان کے ساتھ ہوئے جو سواری کو بڑی تیزی سے بنکا رہے تھے ، اسی طرح انہیں مدینہ تک لے جایا گیا

اپ کی ران سخت زخمی ہو چکی تھی ، گوشت اڑ چکا تھا ، نتیجہ یہ کہ آپ پر یہ چند دن ایسے گزرے کہ بالکل مردہ حالت میں ہو گئے تھے۔

لیکن یہ دلیر ایسا نہ تھا کہ ان ہوائوں سے لرز جائے نہ اپنے بارے میں قرآن و اہلبیت کی ذمہ داریوں کو فراموش کر جائے ، وہ پہاڑ کی طرح ڈٹے رہے جسے کوئی حادثہ اسکی جگہ سے ٹس سے مس نہ کر سکا اسی طرح وہ مدینہ تک گئے ، وہ چلانے لگے عثمان نے جاہلی عہد پلٹا دیا ہے وہ کہہ رہے تھے چھو کروں کو حکومت دیدی گئی ہے حکومت کی جا گیر یں اپنی خاص ملکیت بنا لی ہیں ، فتح مکہ کے طلقاء کی عزت افزائی کی جا رہی ہے انکو حکومت میں خاص تقرب حاصل ہے۔

اس مرد خدا کی یہی سزا تھی کہ ربذہ جلا وطن کر دیا جائے ، وہ سخت اور خشک صحراء نہ اب و گیاه نہ چارہ ، وہیں پر ابوذر نے اسلام سے قبل زندگی گذاری تھی ، انہیں ربذہ سے سخت نفرت تھی۔

اس کے بعد ابوذر کی تمام زندگی ربذہ میں گذری وہ آخری سانسوں تک اسی بولناک بیابان میں رہے ، آخر کار اپنی زوجہ اور فرزند ذر کی موت کے بعد بھوک اور بیماری کیوجہ سے موت کے منہ میں پہنچ گئے ، موت کے وقت انکے سرہانے صرف انکی بیٹی تھی مورخین کے بیان کے مطابق ابوذر نے ایک سال شام میں گزارے ، وہ ۲۹ھ میں شام سے جلا وطن کئے گئے ۳۰ھ میں معاویہ نے عثمان سے شکایت کی پھر انہیں اس اندوہ ناک طریقے سے جسکو اوپر بیان کیا گیا ، مدینہ روانہ کیا گیا ، پھر وہ اسی سال ربذہ تبعید کر دیئے گئے ، وہیں ربذہ میں انہوں نے ۳۱ھ یا ۳۲ھ میں وفات پائی۔

تاریخ اسلام کا ایک افسانہ

جو کچھ ہم نے گذشتہ صفحات میں حضرت ابوذر کی زندگی اور انکی مدینے سے شام اور شام سے مدینہ اور مدینہ سے ربذہ کی جلا وطنی بیان کیا یہ سب اصل میں صحیح ترین روایات کا خلاصہ تھا جسے مورخوں نے ہمارے حوالے کیا۔

لیکن جو کچھ طبری اور انکے پیر و کاروں ، ابن اثیر ، ابن کثیر ، ابن خلدوں ، ابوالفداء ، وغیرہ نے اس بارے میں جو کچھ روایات کو سیف بن عمر کوفی سے

حاصل کیا ہے جو تاریخ کا سب سے بڑا مکار اور جھوٹی روایتیں گڑھنے والا ہے۔
طبری اور دوسرے مورخین نے اس سال کے تاریخی حوادث کو سیف ہی کے
بناوٹی ذہن سے حاصل کیا ہے اور اپنی تاریخوں میں اس جھوٹ کو بھر دیا ہے۔

طبری اپنی تاریخ میں لکھتا ہے اس سال یعنی ۳۰ھ میں ابوذر کا واقعہ پیش
ایا کہ انہیں معاویہ نے شام سے مدینہ جلا وطن کیا ، اس جلا وطنی کا سبب
راویوں نے مختلف انداز سے بیان کیا ہے جنہیں بیان کرنا میں مناسب نہیں
سمجھتا۔

لیکن جن افراد نے معاویہ کی صفائی دیتے ہوئے داستانی عذر تراشا ہے
اسکی روایت سیف سے لی گئی ہے اور اس نے یزید فقعی سے روایت کی
ہے ، فقعی یہاں کہتا ہے کہ جس وقت ابن سوداء شام میں وارد ہوا تو اسکی
ابوذر سے ملاقات ہوئی اس نے کہا ، اے ابوذر کیا اپکو معاویہ کی حرکتوں پر تعجب
نہیں ہے کہ جو یہ کہتا پھر رہا ہے کہ مال، اللہ کا مال ہے حالانکہ ہر چیز خدا کی
ملکیت ہے۔

پھر وہ اضافہ کرتا ہے گویا معاویہ چاہتا ہے کہ تمام عوامی مال اور بیت المال کی
امدنیوں کو بڑپ لے اور مسلمانوں کو اس سے محروم رکھے (۱۱)

یہاں طبری نے تاریخ اسلام کے بیرو عبد اللہ بن سبا کو ابن سوداء کے لقب
سے یاد کیا ہے جس کی بناوٹی و جعلی

تاریخ
۱۔ طبری ج ۵ ص ۶۶

افسانوں کو میں نے اپنی دو جلدوں پر مشتمل کتاب عبداللہ بن سبا میں بیان کیا
ہے ، اگر قارئین کرام جذبہء مطالعہ رکھتے ہیں تو اس کتاب کی طرف رجوع کریں

طبری کے بعد جتنے بھی مورخین آئے ہیں کم و بیش سب نے اس کی پیروی
کرتے ہوئے اس خیالی شخص کے بارے میں اسی سے نقل کیا ہے مثلاً ابن اثیر
جو ساتویں صدی ہجری کے مشہور مورخ ہیں اپنی کتاب میں رقمطراز ہیں کہ ،
اسی سال ۳۰ھ میں ابوذر کی جلا وطنی کا حادثہ جو معاویہ کے ہاتھوں پیش آیا ،
انہوں نے انہیں شام سے مدینہ جلا وطن کیا اس بارے میں اور اسکی وجوہات

کے سلسلے میں بہت سی باتیں کہی گئیں ہیں ، ان میں یہ ہے کہ معاویہ نے ابوذر کو بہت زیادہ برا بھلا کہا اور ڈرایا دھمکایا ، معاویہ نے انہیں بے کجاوہ او نٹ پر سوار کر کے مدینہ بھیجا وہ مدینہ اس ناگوار حالت میں پہنچے جس کا بیان کرنا مناسب نہیں

اگر یہ تمام واقعات صحیح ہیں تو ہمارے لئے مناسب ہے کہ عثمان کے لئے عذر تراشی کی جائے مثلاً یہ کہ امام و پیشوا کو اپنی رعیت کی تادیب کرنی چاہیئے یا اسی طرح کا کوئی عذر تراشا جائے۔

نہ یہ کہ اس طرح کے واقعات کو بیان کر کے عثمان پر لعن و طعن و تنقید کی جائے ، اس قسم کے واقعات کا بیان کرنا میں مناسب نہیں سمجھتا لیکن معاویہ کی صفائی دینے والوں نے اس بارے میں بہت سی صفائی دی ہے اور وہ کہتے ہیں کہ (۱)

اس کے بعد وہ جھوٹے اور خیالی بیرو عبد اللہ بن سبا کی داستان سیف بن عمر کی زبانی طبری سے نقل کرتے ہیں ، یہ وہی حرکت ہے جو ابن کثیر و ابن خلدون اور دوسرے لوگوں نے کی ہے۔

لیکن جب ہم طبری کی باتوں پر رجوع کرتے ہیں تو ہم مشاہدہ کرتے ہیں کہ ابوذر کے ساتھ پیش آنے والے بے شمار حوادث کو غلط اور جعلی ہونے کیوجہ سے نہیں چھوڑا ہے، بلکہ صرف اس وجہ سے بیان کرنا پسند نہیں کرتا کہ وہ نہیں چاہتا ہے کہ اصحاب رسول (ص) میں عثمان و معاویہ جیسے افراد کا کہیں دامن، داغدار نہ ہو جائے۔

اسی لئے وہ عذر تراشی کرنے اور صفائی دینے والوں کے سراغ میں جاتا ہے اور اپنی تاریخ کی بڑی کتاب کو

_تاریخ کامل ج ۳ ص ۴۳

جھوٹی خبروں اور افسانوں سے بھر ڈالتا ہے ، ان روایتوں کو اس نے خود بنام قصہ یاد کیا ہے اس طرح انے والی نسل کے لئے حقیقت کا دروازہ بند کر دیتا ہے اور ابوذر جیسے پاک نفس صحابی رسول کو اندھیرے میں ڈال دیتا ہے۔

قرن وسطی کا بزرگ مورخ ابن اثیر بھی اسی کی ڈگر پر چلا اور اس نے اس

عظیم جنایت اور تاریخ کی دلسوز حقیقت کو طبری کے حوالے سے لکھ مارنا ہے ، ابن اثیر نے بہت سی باتیں لکھنے کے بعد اسکے اسناد اور حوالوں کی تضعیف نہیں کی ہے ، انہیں بہت تفصیل سے لکھ مارا ہے ، کیونکہ وہ سمجھتا ہے کہ اس قسم کی باتوں کا بیان کرنا مناسب نہیں کیونکہ انہیں نقل کرنے سے خلفاء اور اموی حکمرانوں کا دامن داغدار ہوتا ہے۔

لیکن ہم آج نہ تو عیب جوئی کے پیچھے پڑے ہیں نہ بلاوجہ کسی کی صفائی پر تلے ہیں بلکہ صرف حوادث تاریخ کی واقفیت اور اسکی جستجو میں ہیں تاکہ علم و دانش کی خدمت کر سکیں ، لیکن ہم ان تاریخ اسلام کے حقائق کو چھپانے والے مورخین کو برگز معاف نہیں کر سکتے کیونکہ ان لوگوں نے اپنی اس حرکت سے صرف خوشنودی خلفاء اور اموی حکمرانوں کی خدمت ہی کی ہے۔

ابوذر کا واقعہ جیسا کہ ہم نے ملاحظہ کیا طبری نے سیف سے نقل کیا ہے دوسرے تمام مورخین نے بھی یا تو سیف سے نقل کیا ہے یا طبری کے واسطے سے نقل کیا ہے ، یہ داستان خود عبد اللہ بن سبا کے افسانہ کا جز ہے جو سیف ابن عمر کے فکر کی ساختہ و پرداختہ ہے ، ہم نے اس کتاب کی دوسری جلد میں افسانہ عبد اللہ بن سبا کا سند و اصل کے ذریعہ چھان بین کی ہے ، یہاں صرف اتنا اضافہ کرنا مناسب سمجھتے ہیں کہ ابوذر کا واقعہ زیادہ تر عبد اللہ بن سبا کے واقعہ میں سیف پر انحصار کرتے ہوئے لکھا گیا ہے اور اس نے سارا ماجرا یزید فقعی سے نقل کیا ہے۔

اب ہمیں جاننا چاہیئے کہ یزید فقعی کون ہے ؟ اور اسکی روایت کیا ہے ؟

ہم نے اس شخص کو پہچاننے کے لئے تمام موجودہ کتب رجال و حدیث و تاریخ و سیرت و انساب اور ادبیات اسلام کو کھنگال مارا ، اصولا اسکے بارے میں کوئی چھوٹی سی روایت یا نام نہیں پایا ، سوائے ان روایتوں کے جنہیں طبری و ذہبی نے سیف سے نقل کیا ہے اور وہ بھی چھ روایتیں ہیں پانچ تو طبری کی ہیں اور ایک ذہبی کی تاریخ اسلام میں دیکھی جا سکتی ہے ، اس سے زیادہ کچھ نہیں

سیف متذکرہ روایات میں داستان عبد اللہ بن سبا کو یزید فقعی سے نقل کیا ہے اس میں ایک روایت ابوذر

کے واقعہ سے مخصوص قرار دیا ہے اس روایت میں سیف نے عظیم صحابی اور پیغمبر کے دانائے راز ابوذر کو اتنا پست دکھایا ہے کہ وہ عبد اللہ بن سبا جیسے ایک مجہول یہودی کے زیر اثر آگئے ، اور معاویہ اور دوسرے اموی حکمرانوں کے خلاف بغاوت پر آمادہ ہو گئے اس طرح انہوں نے تمام مملکت اسلامی کوفتنوں میں جھونک دیا۔

ان روایات سے واضح ہوتا ہے کہ ان تمام ہنگاموں میں امویوں کی کوئی ذرہ برابر غلطی نہیں ہے نہ معاویہ کی نہ عثمان کی اور نہ دوسرے حکمرانوں کی ، ان سب کا دامن برگ گل کی طرح پاک و صاف ہے۔

ہم مدتوں تحقیق کے بعد داستان ابوذر اور عبد اللہ بن سبا کی سند سے اس نتیجہ تک پہنچے کہ ان ساری داستانوں کو مورخوں نے سیف بن عمر سے روایت کی ہے اور سیف اول درجے کا جھوٹا اور جعل ساز تھا ، اس نے اپنے ذہن سے ایک واقعاتی روایت گڑھ لی اور اس نے راوی کا یزید فقعی جیسے جھوٹے راوی کو بھی اختراع کر لیا ، کہ جعلی راوی فقعی کے قبیلے کا فرد ہے جو قبیلہ اسد کی شاخ تھی ، لیکن سیف نے اپنی تمام روایات میں قبیلہ کا نام تو لکھا ہے لیکن اس کے باپ کا نام نہیں لکھا ہے جیسے اس کا کوئی باپ ہی نہیں تھا ، سچی بات تو یہ ہے کہ اس راوی کا باپ اور تمام ساختہ و پر داختہ صحابہ و راویان کے باپ جو داستان سیف کے پیرو ہیں یہ صرف سیف بن عمر تمیمی کی اختراع ہیں اکیلے سیف کی اختراع وحدہ لا شریک لہ۔

افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ تاریخ کے بزرگ علماء جیسے طبری ، ابن اثیر ، ابن عساکر ، ابن خلدون ، ابن عبد اللہ ، اور ابن حجر کے علاوہ دوسرے سب کے سب اپنی تاریخوں میں سیف بن عمر کی جعلی روایتوں کو جو ایک نمبر کا جھوٹا مکار تھا اس سے لیکر بہت سے مسلمانوں کے عقائد کو اصحاب رسول (ص) کے بارے میں گندہ کر دیا ہے۔

اج ان افسانوں کی حیثیت ہو گئی ہے اور لوگ دین اسلام کو اسی راہ سے پہچان رہے ہیں ، کیا اج بارہ صدیاں گزرنے کے بعد اجازت ہے کہ ہم ان افسانوں کو حدیث اور تاریخ کی کتابوں سے نکال دیں ، تاکہ لوگوں کے لئے اصل اسلام کی پہچان آسان ہو سکے۔

کوفے کے قاری شام میں

معاویہ کی نوک جھونک صرف ابوزر غفاری و عبادہ جیسے افراد سے نہیں ہوئی تھی بلکہ اسکی خاص عادت یہ تھی کہ جو

۶۰

بھی تھوڑا سا اسلام کی معلومات رکھتا تھا اس سے اختلاف کر بیٹھتا تھا اسی لئے اس نے کوفے کے ان قاریوں سے جو شام جلا وطن کر دیئے گئے تھے سخت جھگڑا کر لیا عظیم مورخ بلاذری اپنی کتاب انساب الاشراف میں لکھتے ہیں۔

جب حکومت کوفہ سے عثمان نے ولید کو معزول کر دیا تو اسکی جگہ سعید بن عاص کو منصوب کر دیا عثمان نے سعید بن عاص سے کہا کہ کوفہ والوں سے اچھے انداز میں پیش انا اور انکی خاطر و مدارات کرتے رہنا اور ولید کی طرح اہل کوفہ سے اختلاف کر، نہ بیٹھنا ، انہیں وجوہات کی بناء پر سعید بن عاص بزرگان شہر اور قاریوں کے ساتھ بر شب اٹھتا بیٹھتا تھا اور ان لوگوں سے گفتگو کیا کرتا تھا۔

ایک دن سعید بن عاص کے گھر سواد و جبل پر بحث چھڑی ، حاضرین نے سواد کی پیداوار کو جبل عامل پر ترجیح دیکر کہا کہ سواد میں جبل (لبنان) کی تمام پیداوار کے علاوہ اس میں خرما کے درخت بھی پائے جاتے ہیں۔

دار وغہ شہر نے کہا ، اے کاش ان پیداواروں کا تعلق امیر (سعید) سے ہوتا کیونکہ امیر ان زراعات و باغات کے دیکھ بھال کی صلاحیت بھی رکھتے ہیں۔

مالک اشتر نے جواب دیا ، اگر امیر کے لئے ارزو کرتے ہو تو ارزو کرو کہ انہیں اس سے بہتر باغات و زراعات نصیب ہو لیکن ہمارے اموال کو ان کے لئے ارزو نہ کرنا اور اس کو اس کی حالت پر چھوڑ دو۔

شہر کے داروغہ نے کہا ، انہیں اس ارزو نے کیا نقصان پہونچادیا کہ اس طرح کی تلخ کلامی کر رہے ہیں ، خدا کی قسم ، اگر امیر نے ٹھان لیا تو ان تمام باغوں پر قبضہ کر سکتے ہیں۔

مالک اشتر نے جواب دیا ، خدا کی قسم اگر ان باغات کو لینے کا ارادہ کر بھی لیں تو اس کو نہیں لے سکتے ہیں سعید ابن عاص ان باتوں سے بہت غضبناک ہوا اور حاضرین سے مخاطب ہو کر کہا:

سواد کے باغات صرف قریشیوں (قریش سے مراد بزرگان بنی امیہ و قبیلہ بنی تیم اور عدی نیز اسکے مانند جو مکہ میں تھے بر خلاف انصار کے در اصل اہل یمن سے ہونگے ، اور مالک اشتر نیز اہل کوفہ اسی قبیلوں سے تھے) کا مال ہے۔

مالک اشتر نے غصے میں کہا کہ ، تم چاہتے ہو کہ ہماری جنگوں کے ثمرات اور جو کچھ خدا وند عالم نے ہمیں نصیب فرمایا ہے اس کو اپنے خاندان اور اپنے قبیلوں میں تقسیم کردو ، خدا کی قسم اگر کسی نے ان زمینوں کی طرف ترچھی

۶۱

نگاہ سے بھی دیکھا تو اسکو ایسا مزہ چکھائوں گا کہ ڈر کے مارے بھاگ جائے گا
(۱)

اس بات کے بعد مالک اشتر داروغہ پر حملہ اور بوئے لیکن اطرافیوں نے انکو پکڑ لیا۔

سعید بن عاص نے اس واقعہ کو عثمان کے یہاں خط لکھ کر تاکید کیا کہ جب تک مالک اشتر اور انکے ساتھی (جو قاریان کوفہ کے نام سے جانے جاتے ہیں کچھ نہیں جانتے اور ان کے پاس عقل بھی نہیں ہے) اس شہر میں رہینگے تو ہماری کوئی ذمہ داری نہیں رہے گی۔

عثمان نے جواب میں لکھا کہ ، ان تمام لوگوں کو شام بھیج دو ، قاریان کوفہ جنہوں نے سعید سے جھگڑا کر لیا تھا کوفہ سے جلا وطن کر کے دمشق بھیج دیئے گئے۔

معاویہ جو بہت چالاک تھا اس نے موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے یہ کام کیا کہ ان قاریوں کا خیر مقدم کر کے ان لوگوں کو اپنے قریب کر لیا لیکن حالات ہمیشہ یکساں نہیں رہ سکتے تھے مالک اشتر اور ان کے دلیر ساتھی دین شناس تھے جبکہ معاویہ مکار اور بے دین تھا اس صورت میں ان سب کا ایک ساتھ رہنا ممکن نہیں تھا ، سر انجام جس دن کا انتظار تھا وہ دن آگیا ، مالک اشتر اور معاویہ کے درمیان سخت کلامی بوئی جسکی وجہ سے مالک اشتر کو رسی میں جکڑ کے زندان میں ڈال دیا گیا ، وہاں وہ طویل زمانے تک رہے مگر چھوٹنے کے بعد حالات نے اپنے اپ کروٹ لے لی کیونکہ مالک اشتر اور انکے ساتھی جو حاکم شام

معاویہ سے دور ہو گئے تھے انہوں نے اہل دمشق کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا شروع کر دیا ، اس کی خبر عثمان کو دی گئی کہ جو لوگ ہمارے یہاں آئے ہیں انہیں نہ عقل و شعور سے واسطہ ہے اور نہ ہی دین و مذہب سے لگائو ہے ان کا مقصد صرف فتنہ پروری ہے ، مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں یہ لوگ یہاں رہ گئے تو فتنہ و فساد کو پھیلا دیں گے ، اہل شام کو بغاوت پر آمادہ کر دیں گے ، ان لوگوں سے ان باتوں کو سیکھ لینے جو ابھی تک نہیں جانتے ہیں ، شام والے بھی اہل کوفہ کی طرح فاسد اور اپنی اعتدال فکر کو کھو بیٹھیں گے۔

عثمان نے سوچا کہ مالک اشتر اور ان کے ساتھیوں کو ایک دور افتادہ شہر کی طرف بھیج دیا جائے تاکہ ان لوگوں کی چھاپ نہ پڑ سکے ، معاویہ نے ان تمام لوگوں کو شہر حمص بھیج کر عثمان کے حکم کی تعمیل کی (۱)

۱_انساب الاشراف ج ۵ ص ۴۰
۲_انساب الاشراف ج ۵ ص ۴۳

۶۲

پہلی صدی کا مشہور مورخ مدائنی نقل کرتے ہیں:

ان لوگوں کی شام میں معاویہ کے ساتھ نشست ہوئی تھی اس نشست میں ایک دوسرے کو برا بھلا کہتے تھے _ منجملہ

ایک روز معاویہ نے یہ کہہ دیا کہ ، قریش سے یہ بات ڈھکی چھپی نہیں ہے کہ میرا باپ ابوسفیان قریش میں سب سے زیادہ معزز اور با وقار تھا ، لیکن رسول (ص) کو نبوت مل گئی جو کسی اور کو نصیب نہ ہو سکی اگر تمام لوگ ابوسفیان کی اولاد ہوتے تو سب کے سب حلیم و بردبار ہوتے۔

صعصہ بن صوحان نے فوراً جواب میں کہا:

اے معاویہ تو جھوٹ بولتا ہے ، حضرت ادم ابوسفیان سے بہر حال بہتر تھے جو اللہ نے اپنے دست قدرت سے پیدا کیا ان میں اپنی روح پھونکی فرشتوں کو سجدہ پر مامور فرمایا ، انکی اولاد میں عقلمند بھی ہیں اور بیوقوف بھی اچھے بھی ہیں اور برے بھی پائے جاتے ہیں تمام ایک شکل کے نہیں ہیں (۱)

جیسا کہ آپ نے ملاحظہ فرمایا ، معاویہ جس طرح ابوذر غفاری اور عبادہ جیسے صحابی رسول کے شام میں رہنے سے کڑھتا تھا سی طرح نہیں چاہتا

تھا کہ تابعین اور قاریان قران اور نیک و صالح افراد اس شہر میں رہیں ، اس مسئلے نے معاویہ کو اس قدر حیران و پریشان کیا کہ فوراً خلیفہ سوم سے شکوہ و شکایت کیا ، معاویہ کو اس بات کا خوف تھا کہ کہیں یہ لوگ حقائق اسلام کو جو لوگوں سے پنہاں کر رکھا ہے ان سے بیان نہ کر ڈالیں ، اگر یہ لوگ احکام خدا کو جان گئے تو پھر ہماری قیصر و کسری کی شان و شوکت اور خواہشات نفسانی خاک میں مل جائے گی۔

۱۔ اطبری ج ۵ ص ۹۰ ، ابن اثیر ج ۳ ص ۶۰

۶۲

معاویہ عثمان کے بعد

جیسا کہ پہلے ملاحظہ کیا گیا کہ _ دولت کی جمع اوری اور عثمان کے رشتہ دار جو تمام اسلامی سر زمین پر قبضہ کئے ہوئے تھے ان کے جرائم نے تمام بڑے بلاد اسلامی کو فتنہ و آشوب کے سیلاب میں گھیر لیا تھا ، اور ناراض مسلمانوں نے مدینہ کے اندر عثمان پر عرصہ حیات کو تنگ کر ڈالا تو جس طرح خلیفہ سوم نے تمام حکمرانوں اور والیان شہر کو خط لکھا اور ان

۶۳

لوگوں سے مدد مانگی تھی، اسی طرح معاویہ کو بھی خط بھیجا اور اس سے مدد و نصرت طلب کی۔

عثمان نے معاویہ کو اس طرح خط لکھا:

اہل مدینہ نے کفر اختیار کر لیا ہے اور اطاعت و پیروی کا قلابہ گردن سے اتار کر اپنی بیعت کو توڑ ڈالا ہے ، لہذا جتنا بھی ممکن ہو سپاہ شام کو ہماری نصرت کے لئے جلد بھیج دو ، خط معاویہ کو ملا اس نے اچھے طریقہ سے حالات کو پڑھ لیا ، شاید اس انتظار میں تھا کہ عثمان کے مرتے ہی تخت خلافت پر قبضہ ہو جائے گا ، اسی بناء پر عثمان کے تمام حقوق کے باوجود جو اسکی گردن پر تھے مدد

پہونچا نے میں کسی قسم کی جلدی نہیں دکھائی ، اور اپنی کوتاہیوں کی اس طرح توجیہ و تاویل کی کہ _ ہم مسلمین اور اصحاب رسول (ص) کی مخالفت سے راضی نہیں ہیں ، جب عثمان نے اپنے خط کے سلسلے میں پہلو تہی دیکھی تو اہل شام کو خط لکھا اور ان سے درخواست کی کہ _ تم لوگ ہماری نصرت کے لئے شہر سے نکلو۔

بلاذری لکھتے ہیں

جب عثمان نے معاویہ کو خط بھیجا اور اس سے مدد مانگی تو معاویہ نے یزید بن اسد قسری کی سربراہی میں چھوٹی سی فوج مدینہ کی جانب روانہ کی ، اور یزید بن اسد قسری کو کہا کہ جس وقت تم سر زمین ذا خشب پر پہونچنا تو اسی مقام پر پڑاؤ ڈال دینا اور اسکے آگے نہ بڑھنا ، کبھی اپنے ذہن میں بھی نہ لانا کہ ہم پائے تخت اسلامی کے حوادث و واقعات سے باخبر نہیں ہیں اور معاویہ کی عدم موجودگی میں تمام چیزیں ڈھکی چھپی ہیں ، درانحالیکہ ہم با خبر بھی ہیں اور موجود بھی ؟ لشکر اپنے سربراہ کے ساتھ مدینہ کی طرف روانہ ہوا ، جب مقام ذاحشب پر پہونچا تو یہیں پر ٹھہر گیا ، اور اس قدر دیر لگائی کہ عثمان لوگوں کے ہاتھوں سے مار ڈالے گئے ، جب پانی نیزے سے اتر گیا اور فتنہ و آشوب فرو ہو گئے تو معاویہ نے یزید بن اسد کو لشکر کے ہمراہ واپس بلوالیا۔

تیسری صدی کا معتبر مورخ بلاذری کا کہنا ہے کہ ، معاویہ نے بغیر سوچے سمجھے ایسا نہیں کیا تھا وہ چاہتا تھا کہ عثمان اس حادثہ میں مار ڈالے جائیں ، پھر اسکے بعد اپنے کو بھتیجے کی حیثیت سے خلافت و حکومت کا حقدار ثابت کر دے (۱)

_ شرح النہج ص ۵۸

لیکن جب کہ آپ جانتے ہیں کہ ایسا نہیں ہوا اور لوگ امیر المومنین (ع) کے گرد جمع ہو گئے اور ان کو خلیفہ تسلیم کر لیا ، جب حضرت علی (ع) کے ہاتھوں پر بیعت ہو گئی تو معاویہ جس نے عثمان کی مدد کرنے میں کوتاہیاں کی تھیں بہت شرمندہ ہوا ، کیونکہ اب تخت خلافت بہت دور نظر آنے لگا ، لہذا ایک نئی چال چلی کہ طلحہ و زبیر کو مخفیانہ طور پر خط لکھا اور اس خط میں کچھ ایسی باتیں تحریر کیں تاکہ ان دونوں کے دل خلافت کی چٹکیاں لینے لگیں ، کیونکہ یہ دونوں

ہوا پرست اور خلافت عثمان کے زمانے میں دولت و ثروت کی چاشنی بھی چکھے ہوئے تھے ، اسی بناء پر یہ دونوں معاویہ کے دام فریب میں آگئے (۱)۔)

معاویہ کا نقشہ یہ تھا کہ ان دونوں کو جوان دنوں صاحب نفوذ و رسوخ سمجھے جاتے تھے ، حضرت امیر المومنین سے جنگ کرنے پر ابھاردے ، البتہ خلیفہ مظلوم اور قصاص خون عثمان ان دونوں کے لئے اچھا بہانہ تھا ، طلحہ و زبیر نے معاویہ کی مکارانہ چال میں آکر خونبار جنگ جمل برپا کر دی۔

جیسا کہ پہلے بیان کیا گیا ہے کہ آغاز جنگ میں طلحہ مار ڈالے گئے اور زبیر نے جنگ سے کنارہ کشی اختیار کر لی تھی اور مرد تمیمی کے ہاتھوں بے رحمانہ قتل کر دیئے گئے (۲)۔

اس طرح معاویہ کے دو طاقتور رقیب خلافت کے سلسلے میں میدان سے خارج ہو گئے جی ہاں جب کوئی مارا جاتا تھا تو معاویہ کی خلافت قریب الوقوع نظر آنے لگتی تھی۔

جب امیر المومنین (ع) تخت خلافت پر آئے تو جریر کو پیغام دیکر معاویہ کے یہاں بھیجا ، اور اس سے بیعت طلب کی۔

معاویہ نے جریر سے کہا ۔ اپنے رفیق کو لکھ دو کہ ہم دو شرط کے ساتھ بیعت کرنے پر حاضر ہیں۔

۱۔ شام اور مصر کو ہمارے حوالے کر دیں نیز ان دونوں سر زمین کا خراج ہمارا ہو گا

۲۔ مرتے وقت کسی کی بیعت کا قلابہ ہماری گردن میں نہ ڈالیں

اس عبارت سے بخوبی واضح ہو جاتا ہے کہ خلافت سے معاویہ کا اشتیاق کس قدر بے معاویہ جانتا تھا کہ

۱۔ مروج الذهب ج ۲ ص ۳۳۳
۲۔ شرح نہج البلاغہ ج ۲ ص ۵۸۱

حضرت امیر المومنین (ع) سے رقابت نہیں ہو سکتی ، کیونکہ جو فضیلتیں امام (ع) میں پائی جا رہی تھیں مجھ میں نہیں ہے۔

اسی وجہ سے خلیفہ وقت کے خلاف بھڑکانے کی جرات و جسارت نہیں ہو رہی تھی ، اسی لئے وہ چاہتا تھا کہ پہلے عائشہ طلحہ و زبیر اس خطرناک راستے کو طے کریں ، اسکے بعد وہ اس راستہ کو طے کرے ، لہذا بہتر یہی ہے کہ امام (ع) سے جنگ کرنے کے بجائے ان سے مصر اور دوسرے بڑے شہروں کی مانگ کر کے اپنی حکومت کو وسیع کرے تاکہ امام (ع) کے مرتے ہی بڑے اطمینان کے ساتھ تخت خلافت پر براجمان ہو جائے ، جریر نے معاویہ سے کہا کہ تمہیں جو کچھ لکھنا ہے لکھو ہم خط نہیں لکھیں گے۔

معاویہ نے اپنی رائے کو امام (ع) کے پاس لکھ کر بھیجا ، امام (ع) نے جریر کے ذریعہ معاویہ کو جواب دیا کہ تو نے حتمی فیصلہ کر لیا ہے کہ میری بیعت نہیں کرے گا اور جو کچھ دوست رکھتا ہے اسکو انجام دیگا ، وہ چاہتا ہے کہ تم کو اتنا سرگردان و معطل رکھے تاکہ لوگوں کی توجہات کو مبذول کر لے۔

جب ہم مدینہ میں تھے تو مغیرہ بن شعبہ نے اس طرح کا اشارہ کیا تھا کہ معاویہ کو شام کی حکومت پر رہنے دیجیئے لیکن ہم اس کام کو ضرور انجام دینگے ، اس لئے کہ ہم نہیں چاہتے ہیں کہ خداوند عالم معاویہ جیسے بدکردار و گمراہ کے ذریعہ ہماری مدد و نصرت کرے ، اگر اس نے میری بیعت قبول کر لی تب تو ٹھیک ہے ورنہ فوراً ہماری طرف پلٹ اؤ (۱۱)

اٹھویں صدی کا مورخ ابن کثیر اپنی تاریخ البدایہ و النہایہ میں لکھتے ہیں:

عقبہ بن ابی معیط نے جب یہ سنا کہ معاویہ نے حضرت علی (ع) سے مصر اور شام کی حکومت کا مطالبہ کیا ہے تو اس نے معاویہ کو ایک خط لکھا اور اس خط میں اسکی خوب مذمت کی نیز اس میں چند اشعار لکھ کر روانہ کئے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ ، معاویہ شام کی حکومت کو ہاتھ سے نہ جانے دینا ذرا دشمن سے ہوشیار رہنا کیونکہ یہ دشمن ادبے کی مانند ہے لہذا اسکو چھوڑ نہ دینا ، علی (ع) اسکے منتظر ہیں ، کہ تم کیا جواب دیتے ہو، اسکے خلاف جنگ کے شعلے ایسے بھڑکا دے کہ جوانوں کے سیاہ بال سفید ہو جائیں، شام سے شمشیر اور نیزوں کی حمایت کر اور ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر نہ بیٹھنا اور نہ اس سلسلہ میں تسابلی کرنا اور اگر ایسا نہیں کرنا ہے تو سر تسلیم کو خم کر دے۔

۱۔ نصر بن مزاحم کی صفین ص ۵۸ ، شرح النہج ج ۱ ص ۲۵۰

تاکہ جو لوگ امن پسند اور جنگ کے خواہاں نہیں ہیں وہ اطمینان و آرام کے ساتھ زندگی گزار سکیں اور یہ بات کسی سے ڈھکی چھپی نہیں ہے۔

اے حرب کے بیٹے ، تم نے طمع و حرص میں اکر جو اسکو خط لکھدیا ہے اس کام کو انجام دیکر اپنے سر پر بہت بڑی مصیبت مول لی ہے۔

معاویہ ، حضرت علی (ع) سے جو تم نے خواہش ظاہر کی ہے وہ برگز پوری نہیں ہو سکتی ، اور اگر اپنی مراد تک پہنچ بھی گئے تو سوائے چند دنوں کے زیادہ پایدار بھی نہیں ہے۔

اختریرے دل میں اس قدر تمنائیں کروٹ لے رہی ہیں جو ایک نہ ایک دن ہلاکت کی باعث ضرور بنیں گی، لہذا بہتر یہی ہے کہ اپنے دماغ سے ان امنگوں کو نکال دے ، کیونکہ علی (ع) جیسے تمہارے دام فریب میں نہیں آسکتے ہیں ، اور اس سے تم نے اچھے طریقہ سے ان کی آزمائشے بھی کی ہے جو تم نے خراب کیا اسکو علی نے بنایا ہے۔

اگر اس کے چنگل میں ایک بار چلے گئے تو یاد رکھو کہ تم نے تو اسکی کھال نہیں کھینچی لیکن وہ تمہاری کھال کو ادھیڑ دے گا (۱))

صفین معرکہ حق و باطل

اس سے قبل آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ _ معاویہ نے کس طریقہ سے عثمان کے تمام حقوق کے باوجود جو اسکی گردن پر تھے انکی نصرت کرنے میں کوتاہی کی ، اور اس قدر عذر تراشی کی کہ ناراض مسلمانوں نے انکو گھر کے اندر قتل کر ڈالا ، شاید معاویہ اس انتظار میں تھا کہ جو اسکی خلافت کی راہ میں کانٹے ہیں وہ سب صاف ہو جائیں ، لیکن قتل عثمان کے بعد معاویہ کی خواہش کے بر خلاف لوگوں نے امیر المومنین (ع) کو خلیفہ تسلیم کر لیا ، جب زمام حکومت علی (ع) کے ہاتھوں میں آگئی تو آپ نے خاص طور سے اپنی بیعت کا مطالبہ معاویہ سے کیا لہذا معاویہ نے ایک بڑی پلاننگ تیار کی _ اس نے مظلومیت عثمان اور انتقام خون کو بہانہ بناکر جو پہلی مرتبہ جنگ جمل میں اس پرچم کو لہرایا جا چکا تھا امام (ع) سے بر سرپیکار ہو

جانے اور اسکے ذریعہ سے اپنے دل کی تمنائیں نیز اپنے باپ ابو سفیان کی وصیت پوری کر کے اسلام کی وسیع و عریض حکومت کو اپنے ہاتھوں میں لینے کا ارادہ کیا۔

اسی لئے اس نے عثمان کا خون الود کرتہ مسجد دمشق کے منبر کے نزدیک لٹکا دیا ، بوڑھے اسکے گرد جمع ہو کر رونے لگے ، پھر اپنی تقریر میں اس بات کا اعلان کیا کہ میں مقتول کا وارث ہوں اور جن لوگوں نے خلیفہ کو ناحق قتل کیا ہے ان سے خون کا انتقام لینا چاہیئے اہل شام معاویہ کے دام فریب میں اکر سخت دھوکہ کھائے ، جی نہیں ، بلکہ ان لوگوں نے یزید بن ابو سفیان (برادر معاویہ) کے ہاتھوں اسلام کو قبول کیا تھا اور تقریباً بیس سال سے معاویہ کی حکمرانی میں زندگی گزار رہے تھے ، لہذا ایک طرف شام والوں کی سادہ لوحی تھی ، جسکی وجہ سے بنی امیہ جدیر چاہتے تھے انکو گھما دیتے تھے اور دوسری طرف خاندان بنی امیہ سے ان لوگوں کی بیس سالہ رفاقت و محبت تھی ، یہی وہ کڑی سے کڑی تھی جو اہل شام کو معاویہ کے افکار و نقشہ کو قبول کرنے میں معاون و مدد گار ثابت ہوئی ، اسی لئے شام والوں نے فوراً اس کی بیعت کر کے اس کے فرمان پر اپنا سر تسلیم خم کر دیا (۱) اہل شام چاہتے تھے کہ امام (ع) سے جنگ کریں کیونکہ ان لوگوں کو سمجھایا گیا تھا کہ قاتل عثمان آپکے حاشیہ نشین اور پناہ میں ہیں ، لہذا ان لوگوں کو کھینچ کر لایا جائے گا پھر خلیفہ ء مظلوم کے خون کا بدلہ ان سے لیں گے ۔ شام والے معاویہ کی سر برابی میں خون عثمان کا بدلہ لینے کے لئے امام (ع) سے جنگ کرنے کی خاطر یہاں سے چل دیئے ، دونوں لشکر کا ربیع الثانی ۳۸ھ میں میدان صفین میں امناً سامنا ہوا (۲)

صفین کے کھلے میدان میں نہر فرات کے کنارے دونوں لشکر کے ما بین کافی دنوں تک جنگ بند رہی ، امیر المومنین (ع) نے جنگ میں کبھی پیش قدمی نہیں کی اور جس طرح اسلام نے حکم دیا تھا اسی طرح اپنے لشکر والوں کو دستور دیا ، معاویہ نے پہلے ہی روز نہر فرات کا پانی جو تنہا مخزن اب تھا امام (ع) کے لشکر پر بند کر دیا ، چالاک مشاور عمر و عاص نے کہا ۔ اے معاویہ ۔ تمہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ علی (ع) اور انکے ساتھیوں کے ہاتھ میں جب تک چمکتی ہوئی تلواریں اور لچکتے ہوئے نیزے ہیں کبھی پیاسے نہیں رہ سکتے ہیں ، بہتر یہ ہے کہ تم انہیں پانی سے نہ روکو ، لیکن لشکر امام (ع) کا دلیر سردار مالک اشتر کی سعی و کوشش نے نہر فرات کو معاویہ کے سپاہ سے چھین لیا۔

جب لشکر علی نے نہر فرات پر قبضہ کر لیا تو حضرت علی (ع) نے اپنی شان و شوکت سے معاویہ کے پاس پیغام بھیجوا یا کہ ، اگر چہ فرات پر ہمارا قبضہ ہے مگر تم اور تمہاری فوج چاہے اور جتنا چاہے پانی لے سکتی ہے اس پر سبھی کا حق بنتا ہے (۱)۔

معاویہ کی چالاکي

یہ پہلی جھڑپ دونوں لشکر کے درمیان تھی ، جنگ مدت دراز کے لئے متوقف ہوگئی کیونکہ امیر المومنین (ع) نے حتی الامکان کوشش کی کہ جنگ اور زبر دستی کے ذریعہ اپنے نظریات کو نہیں تھوپا جائے لیکن شامی سوائے خون عثمان کے کچھ نہیں کہتے تھے ؟

ذی الحجہ کے مہینے میں بھی چھوٹی موٹی مڈ بھیڑیں ہوئیں لیکن اسکا کوئی خاص نتیجہ نہیں نکلا ، محرم الحرام کی آمد پر طرفین جنگ سے دستبردار ہو گئے ، لیکن اس مہینہ کے تمام بوتے ہی دوبارہ جنگ شروع ہو گئی ، ان تمام مدتوں میں معاویہ کی یہی سعی و کوشش رہی کہ کسی نہ کسی طریقہ سے امام علیہ السلام اسکو حکومت شام کا پروانہ لکھدیں تاکہ جنگ کا خاتمہ کر دے ، لیکن امام (ع) کسی قیمت پر راضی نہیں تھے کہ معاویہ جیسا انسان انکا ہمنوا بنے۔

آخر ایک شدید حملہ میں لشکر امام (ع) کی شجاعت اور پافشاری کا نتیجہ یہ ہوا کہ فوج نے داہنی سمت سے اتنی پیش قدمی کی کہ معاویہ کے خیمہ تک پہنچ گئی ۔ لیکن میسرہ کی فوج شامیوں کے حملہ کی تاب نہ لاکر پیچھے ہٹ گئی۔

اس وقت امام علیہ السلام بہ نفس نفیس میدان میں آگئے اور اپنے فراری لشکر کو للکارا ، پھر معاویہ سے کہا ، اے معاویہ لوگوں کا خون نا حق کیوں بہا رہا ہے ائو ہم دونوں لڑکر فیصلہ کر لیں معاویہ نے جان کے خوف سے امیر المومنین کی دعوت قبول نہیں کی کیونکہ خوب جانتا تھا کہ جو بھی بہادر امام (ع) سے

مقابلہ کرنے کے لئے میدان جنگ میں گیا وہ دوبارہ واپس نہیں آیا ہے۔

تمام رات جنگ جاری رہی ، جب رات کا اندھیرا چھٹا تو لشکر امام (ع) کی شکست اخری مرحلہ میں تھی ، مالک اشتر کوفہ کے بہادروں کے ساتھ میمنہ کی طرف سے اور امام (ع) (قلب لشکر سے دشمنوں پر تابڑ توڑ حملہ کر رہے تھے اور ،

۱۔ صغین ص ۱۹۳

۶۹

لشکر کوفہ کے سپاہی جب شام کی فوج میں گھس گئے تو معاویہ نے راہ فرار اختیار کی اسکے سپاہیوں کو سوائے شکست کے کوئی اور چیز نظر نہیں اربی تھی ، کفر اور جاہلیت کا رکن بزرگ ہمیشہ کے لئے نیست و نابود ہو رہا تھا اور حکومت علوی تمام بلاد اسلامی پر حکمرانی کرتی نظر اربی تھی کہ اچانک معاویہ کے مکار مشاور عمر و عاص کے ذہن میں ایک فتور آیا تب جا کر معاویہ کی جان میں جان ائی۔

عمر و عاص نے معاویہ سے کہا کہ:

لشکر شام کو حکم دو کہ قران کو نیزوں پر بلند کریں فوج شام نے اسکے حکم کی تعمیل کر کے یہ کہنا شروع کیا کہ ہم حکم قران پر راضی ہیں اس طرح پانچ سو قران نیزے پر بلند کئے گئے (۱) ، امام (ع) کے لشکر کے بے دین افراد نے اس فریب میں اکر استقامت کرنا چھوڑ دیا۔

سوائے چند افراد کے کوئی بھی ثابت قدم نہ رہ سکا خاص طور پر وہ جو معاویہ کے مزدور اور سپاہ کوفہ کے منافقین تھے جیسے اشعث بن قیس کہ اس نے اس راہ میں خوب فتنہ برپا کیا (۲)۔

امام (ع) اور ان کے لشکر والوں نے بہت سمجھایا بچھایا کہ یہ کام دھوکہ اور سیاست ہے یہ لوگ نہ مسلمان ہیں اور نہ ہی قران والے ہیں ہم نے باربا ان لوگوں کو قران کی طرف دعوت دی لیکن اسکے سایہ میں نہیں آئے۔

لشکر امام (ع) کے افراطی لوگ اشعث بن قیس کی سربراہی میں بغاوت و سرکشی پر اتر آئے ، اس ہنگامہ بلا خیز میں مالک اشتر ایک طرف سے لشکر معاویہ کو درہم برہم کئے ہوئے تھے ، عنقریب تھا کہ جنگ لشکر امام (ع) کے حق

میں ختم ہو۔

دوسری طرف اشعث اور اسکے ساتھیوں نے امام (ع) کو سخت محاصرے میں لے لیا اور ان سے کہا کہ اپ مالک اشتر کو حکم دیں کہ میدان جنگ سے واپس اجائیں ، امام (ع) نے فرستادہ کو بھیجا ، مالک اشتر نے اس سے کہا کہ انحضرت سے کہنا کہ یہ گھڑی جنگ سے واپس بلانے کی نہیں ہے ، ہمیں خدا وند عالم پر بھروسہ ہے کہ جلد کامیابی نصیب کر دے گا ، وہ شخص مالک کا پیغام لیکر لوٹ آیا۔

اسی اثناء میں شدید گرد و غبار اور ڈھول تاشے کی آواز میدان جنگ میں گونجنے لگی ، لشکر عراق کی فتح اور شام

۱۔ مروج الذهب ج ۲ ص ۳۹۰
۲۔ تاریخ یعقوبی ج ۲ ص ۱۶۵

۷۰

والوں کی شکست نمایاں تھی کہ جو لوگ امام علیہ السلام کو انگشتی کے نگینہ کی طرح گھیرے ہوئے تھے انہوں نے فریاد بلند کرنا شروع کر دی کہ اپ نے اشتر کو اتش جنگ بھڑکانے کا حکم دیا ہے۔

امام علیہ السلام نے فرمایا ، وائے بو تم لوگوں پر ہم نے اپنے فرستادہ سے چپکے سے گفتگو کی تھی ایا تم لوگوں کے سامنے ہم نے واپسی کا پیغام نہیں کہلایا تھا۔

ان لوگوں نے امام (ع) سے کہا کہ اپ مالک اشتر کے پاس کہلوائے میدان سے واپس چلے آئیں۔ ورنہ ہم لوگ آپکے لشکر سے علحدہ ہو جائینگے۔

امام (ع) نے مالک اشتر کے پاس پیغام بھیجوایا کہ پلٹ آؤ ورنہ فتنہ و اشوب بھڑک اٹھے گا ، مالک اشتر نے کہا ، کیوں ، ان قرآن کی وجہ سے جو نیزوں پر بلند کئے گئے ، فرستادہ امام (ع) نے کہا ، جی ہاں ، مالک اشتر نے کہا ، خدا کی قسم ، مجھے اس بات کا خوف ہے کہ کہیں اسکی وجہ سے ہمارے درمیان اختلاف نہ ہو جائے ، فرزند نابغہ عمر و عاص نے اس کام کو کر کے ہمارے ہاتھوں کو باندھ ڈالا ہے۔ اہ۔ ایا تم نہیں دیکھتے ہو کہ خدا وند عالم نے کس طریقہ سے فتح کو ہماری جھولی میں ڈال دیا ہے ، ذرا تم خود بتائو یہ وقت میدان چھوڑنے

کا ہے۔

امام (ع) کے فرستادہ نے کہا ، اے اشتر تم چاہتے ہو کہ ایک طرف فاتح میدان بنو اور دوسری طرف امام (ع) قتل کر دیئے جائیں یا دشمنوں کے حوالہ ہو جائیں ، ان لوگوں نے امام (ع) سے کہا ہے کہ اپ اشتر کو واپس بلوالیں ورنہ ہم لوگ اپکو تلوار سے قتل کر دینگے ، جس طریقے سے عثمان کو قتل کیا گیا ہے ، مالک اشتر نے کہا ، خدا کی قسم ، ہم برگز ایسی فتح نہیں چاہتے ہیں یہ کہا اور میدان جنگ سے واپس آگئے اور امام (ع) کی خدمت میں شرفیاب ہو کر ان لوگوں سے مخاطب ہوئے جنہوں نے امام (ع) کو محاصرہ میں کر لیا تھا۔

اے کابلو _ ایک لمحے میں دشمن کے اوپر پیروز و کامیاب ہو جاتے اور وہ جو کتاب خدا و سنت رسول کو کچل رہا تھا انکو اپنے چنگل میں کر لیتے مگر اسکے چھوٹے سے فریب میں آکر پھنس گئے اور قرآن کے فریبی دعوت میں آکر میدان کو چھوڑ دیا مجھے کم از کم ایک ساعت کی مہلت دیدو تاکہ جنگ کو مرحلہ اختتام تک پہنچا دوں ، ان لوگوں نے کہا ، ہم لوگ اس بات کو تسلیم نہیں کرتے۔

مالک اشتر نے فرمایا : ایک مرتبہ گھوڑا دوڑانے کی مہلت دیدو

۷۱

ان لوگوں نے کہا ، اگر اسکی اجازت دونگا تو تمہارے جرم میں ہم لوگ شریک ہو جائیں گے مالک اشتر نے فرمایا ، مجھ سے بات بناتے ہو جب تم لوگوں نے جنگ کی تھی اور تمہارے اچھے عمار یاسر جیسے شہید ہو گئے ، تو اس وقت حق پر تھے ، یا اب جبکہ تم لوگ بچ گئے ہو اور تمہیں لوگ خواہاں صلح ہو ؟

اگر اسوقت تم لوگ حق پر ہو تو وہ لوگ جو تم سے بہتر تھے اور انکی پاکیزگی کا تم لوگ انکار بھی نہیں کر سکتے وہ آگ میں جل رہے ہوں گے ؟

ان لوگوں نے کہا _ اشتر ہم لوگوں کو چھوڑ دو ہم لوگ تمہاری پیروی نہیں کریں گے اور ہماری نگاہوں سے دور ہو جائو۔

مالک اشتر نے جواب دیا ، خدا کی قسم ، تم لوگوں نے دھوکہ کھایا ہے ہم تمہاری نمازوں کو شوق خدا اور زہد دنیا کی دلیل سمجھے بیٹھے تھے لیکن اب مجھے معلوم ہو گیا کہ تم لوگ موت کے خوف سے بھاگ رہے ہو اور ابھی دنیا میں رہنے کا اشتیاق رکھتے ہو ، آج کے بعد کبھی عزت و سر بلندی کو نہیں دیکھو گے

دور ہو جائو اسی طرح جس طرح ستمکاران دور ہو گئے ، نابنجار و سرکش افراد ان کے جواب سے ششدر رہ گئے تھے ، اشتر کو برا بھلا کہا گیا ، یہاں تک کہ انکے گھوڑے کو تازیانے سے مارا جب حد سے زیادہ بات بڑھ گئی تو مالک اشتر نے بار دیگر ان لوگوں کو خوب سنایا۔

امام (ع) نے جب ان حالات کو دیکھا تو مالک اشتر کو بلا کر آرام کرنے کو کہا ، جسوقت آرام کر رہے تھے تو اشتر نے امام (ع) سے فرمایا کہ ، اقا اتنی اجازت دیدیجئے کہ ان لوگوں سے نیٹ لوں اور ان تمام لوگوں کے بوش کو ٹھکانے تک پہنچا دوں حاضرین نے اواز بلند کرنا شروع کر دی کہ علی (ع) حکمیت پر راضی ہو گئے مالک اشتر نے کہا ، اگر علی (ع) راضی ہو گئے ہیں تو ہم بھی حکمیت پر راضی ہیں چارو ں طرف سے ایک ہی اواز تھی علی (ع) راضی ہیں ، اس بنگام میں امام (ع) سر جھکائے خاموش تھے اور کوئی بات نہیں ۔ (۱)

۱۔ اصفین ص ۴۹۲

۷۲

ابو موسیٰ اور عمر و عاص

اپ نے ملاحظہ فرمایا کہ ، امام (ع) اپنے لشکر کے ان سرکش اور باغی افراد کے نظریات کو قبول کرنے میں مجبور ہو گئے تھے جو حکمیت کے خواہاں تھے ، بات انتخاب حکم تک پہنچ گئی شام والوں نے عمر و عاص کو منتخب کیا اشعث اور اسکے کوفے کے ساتھیوں نے جو اس واقعہ کے بعد خوارج کہلانے لگے انہوں نے کہا کہ ، ہم ابو موسیٰ اشعری کو اس کام لئے منتخب کرتے ہیں۔

امام (ع) نے فرمایا ، ہم ابو موسیٰ کو اس اہم کام پر منتخب نہیں کرنا چاہتے

ہیں

اشعث اور اسکے ساتھیوں نے کہا ہم سوائے ابو موسیٰ کے کسی کو حکم نہیں بنانا چاہتے ہیں کیونکہ اس نے پہلے ہی ہم لوگوں کو جنگ میں شریک ہونے سے منع کیا تھا۔

امام (ع) نے کہا :میں اسکی حکمیت سے راضی نہیں ہوں کیونکہ اس نے مجھ سے دوری اختیار کی اور لوگوں کو ہماری مدد سے روکا پھر مجھ سے فرار بھی کیا یہاں تک کہ ہم نے اسکو امان دیا ہم اس کام کے لئے ابن عباس کو نامزد

کرتے ہیں۔

ان لوگوں نے کہا ، خدا کی قسم ، ابن عباس اور تمہارے میں فرق ہی کیا ہے لہذا ہم لوگ انکو قبول نہیں کرتے کوئی ایسا شخص لشکر عراق سے حکم ہو جسکی نسبت معاویہ اور تم سے یکساں ہو۔

امام (ع) نے فرمایا ، پھر مالک اشتر کو معین کرتا ہوں

اشعث نے کہا _ انہیں کی بدولت تو جنگ کے شعلے بھڑکے ہیں اور وہ بھلا چاہیں گے کہ تحکیم کامیاب ہو ؟ امام (ع) نے فرمایا کہ اشتر کے سلسلے میں کیا خیال ہے۔

اشعث نے کہا اگر اشتر حکم ہو گئے تو ہمارے اور لشکر شام کے درمیان اسقدر تلواریں چلے گی۔ کہ اشتر اور تمہاری خواہش پوری ہو جائے گی

امام (ع) نے کہا ، آخر عمر و عاص ابو موسیٰ کو فریب دیدے گا

ان لوگوں نے کہا ، ہم ابو موسیٰ کی حکمیت پر راضی ہیں

امام (ع) نے فرمایا سوائے ابو موسیٰ کے کسی اور کو قبول نہیں کرو گے ؟

۷۳

ان لوگوں نے کہا ، جی نہیں

امام (ع) نے فرمایا _ پس جو چاہو کرو

ایک شخص ابو موسیٰ کو بلانے گیا مالک اشتر نے عرض کیا ، امیر المومنین (ع) ہم کو بھی اس کے ہمراہ حکمیت میں شریک کر دیجئے ، اس پیشکش کو اہل کوفہ کے درمیان رکھا گیا لیکن وہ لوگ اس پر راضی نہیں ہوئے۔

پھر قرار داد قلمبند کی گئی کہ دونوں طرف کے حکم اس کے پابند ہو نگے کہ قرآن کریم اور سنت رسول (ص) کی رو سے فیصلہ کریں گے ، پھر اضافہ کیا گیا کہ اگر حکمین نے قرآن و سنت رسول (ص) کے خلاف فیصلہ کیا تو مسلمان اس فیصلے کو نہیں مانیں گے ، اس عہد و پیمان پر اہل شام کی جانب سے عمر و عاص نے اور ابو موسیٰ (جو بیوقوف اور بے ایمان عراقیوں کی طرف سے منتخب ہوا تھا) نے دستخط کئے دو مہ الجندل کے اجتماع حکمین سے پہلے عمر

و عاص نے ابو موسیٰ اشعری کی خوب تعظیم و تکریم کی اپنے سے بلند دکھانے کے لئے کہا کہ تم تو ہم سے پہلے رسول اسلام (ص) کے بمنشین ہوئے اور تم ہم سے سن و سال میں بڑے بھی ہو۔

قبل اس کے کہ ابو موسیٰ اور عمر و عاص میں باہمی اختلاف ہو ابو موسیٰ نے کہا:

اے عمر و عاص آیا تم امت کی صلاح نہیں چاہتے ہو؟

عمر و عاص نے پوچھا ، امت کی صلاح کس چیز میں ہے

ابو موسیٰ نے جواب دیا ، صلاح اس میں ہے کہ حکومت و خلافت کو عبد اللہ بن عمر کے حوالہ کر دیا جائے کیونکہ اس نے ان جنگوں میں شرکت بھی نہیں کی ہے۔

عمر و عاص نے کہا ۔ تم نے معاویہ کو کیوں فراموش کر دیا

ابو موسیٰ نے کہا ، خلافت سے معاویہ کو کیا سرو کار ہے وہ تو کسی صورت میں اسکا مستحق نہیں ہے ، بات طول پکڑ گئی اور دونوں نے کسی پر اتفاق رائے قائم نہیں کیا ، آخر اس مسئلے کو کیسے سلجھایا جائے ، ابو موسیٰ نے کہا ، میری رائے یہ ہے کہ ان دونوں (علی (ع) و معاویہ) کو تخت خلافت سے برکنار کر دیا جائے اسکے بعد خلافت کو مسلمانوں کی شوریٰ پر چھوڑ دیا جائے جسکو چاہیں منتخب کر لیں۔

عمر و عاص نے کہا ، تم صحیح کہتے ہو ہم اس رائے پر اتفاق کرتے ہیں ، یہ وہی مشورہ ہے جس میں عوام کی بھلائی بھی ہے۔

دونوں صبح سویرے لوگوں کے جم غفیر میں حاضر ہوئے ، ابو موسیٰ نے عمر و عاص سے کہا کہ منبر پر جا کر اپنی بات کو بیان کرو۔

عمر و عاص نے اپنے نقشہ کے تحت جس کا اظہار بھی کیا تھا کہ ہم برگز تم پر سبقت نہیں کر سکتے کیونکہ تم ہجرت اور عمر کے لحاظ سے مجھ سے بڑے ہو ، پہلے بولنے کے لئے کہا:

ابو موسیٰ اشعری کھڑے ہوئے اور منبر پر اکر حمد الہی کے بعد کہا ، اے لوگو ، ہم دونوں نے ان چیزوں کے بارے میں جو امت اسلامی کی یگانگی اور الفت کو دوبارہ پلٹا دے کوئی چیز ان دونوں (علی (ع) و معاویہ) کے برکنار کرنے سے بہتر نہیں پایا۔

اس کے بعد خلافت کو شوری کے حوالہ کر دیا جائے ، تاکہ شوری جس کو چاہے اس کو انتخاب کرے ، اور میں علی و معاویہ کو برکنار کرتا ہوں ، یہ کہہ کر فوراً منبر سے اتر آیا اس کے بعد منبر پر عمر و عاص آیا حمد الہی کے بعد اس طرح تقریر کی کہ ، اس مرد کی باتوں کو تم لوگوں نے سنا اس نے علی (ع) کو برکنار کر دیا آگاہ ہو جائو کہ میں بھی اسی طرح علی کو معزول کرتا ہوں اور اس کی جگہ معاویہ کو برقرار کرتا ہوں کیونکہ وہ خون عثمان کا انتقام لینے والا اور ان کا وارث ہے اور اس کی جانشینی کا حقدار بھی ہے ، ابو موسیٰ ان تمام مکاری و دھوکہ دھڑی سے بہت ناراض ہوا اور کہنے لگا تم نے ایسا کیوں کیا خداوند عالم کبھی تمہاری مدد نہ کرے اور تم نے دھوکہ دیکر گناہ عظیم کیا ہے ، اے عمر و عاص تمہاری مثال اس کتے کی طرح ہے کہ اس پر حملہ کرو تو ، یا اس کو چھوڑ دو تو، منہ سے زبان نکال کر سانس لیتا ہے۔

عمر و عاص بھی جواب دینے سے نہیں چونکا ، اس نے کہا ، تمہاری مثال اس گدھے کی سی ہے جس پر کتا بین لاددی گئی ہوں۔ (۱)

حکمین اور ان کے ساتھی بادل نا خواستہ ایک دوسرے کو برا بھلا کہتے ہوئے متفرق ہو گئے ، در انحالیکہ حکمیت سے کوئی خاص نتیجہ نہیں نکل پایا تھا سوائے اسکے کہ معاویہ کو امیر المومنین کی صف میں لاکر کھڑا کر دیا گیا ، جبکہ وہ اس وقت سوائے ایک حاکم طاغی کے کچھ نہ تھا جو حکومت اسلامی پر خلیفہ نامزد کر دیا گیا تھا ، جنگ صفین میں لشکر شام کی جانب سے پینتالیس ہزار افراد اور لشکر عراق سے پچیس ہزار افراد قتل ہوئے (۲)

۱_وقعة صفین ص ۵۴۹
۲_صفین ص ۶۴۳

شام کے لیٹے

معاویہ اپنی بچی کھچی فوج کو لیکر ۳۷ھ میں شام واپس آگیا ، لیکن لشکر امام (ع) (اور لشکر حق کو نیست و نابود کرنے کے لئے ایک نئی تدبیر سوچی اور

اس کو عملی جامہ پہنایا ، معاویہ امیر المومنین (ع) کے ما تحتی والے علاقوں میں وقتاً فوقتاً چھوٹے موٹے لشکر کو بھیجتا رہا تاکہ سر سبز و شاداب بستیوں کو ویرانے میں تبدیل کر دے۔

کچھ افراد جیسے نعمان بن بشیر ، سفیان بن عون ، عبد اللہ بن مسعدہ ، ضحاک بن قیس ، بسر بن ارطاة ، اور انکے علاوہ دوسرے لوگ بھی اس جنایت عظیم کے لئے روانہ کئے گئے ، معاویہ کے فرمان سے تمام بلاد اسلامی عراق ، حجاز ، یمن ، کے بے گناہ مسلمانوں کو موت کے گھاٹ اتارا گیا ، اور بستیوں میں قتل و غارتگری خوف و دہشت پھیلائی گئی۔

ہم اس خونریزی اور قتل و غارتگری اور ضد انسانیت کی افسوسناک داستان کو ضمیر فروش انسانوں کی پہچان کے لئے قارئین کرام کی خدمت میں پیش کرنا چاہتے ہیں۔

انعمان بن بشیر

یہ شخص انصار کے قبیلہ خزرج سے تھا ، نعمان کی پیدائش رسول (ص) کی رحلت سے چھہ یا اٹھ سال قبل ہوئی عثمان کے زمانے میں جو فتنہ و آشوب انکی کرتوت کی بناء پر اٹھا تھا اسوقت یہ شخص خلیفہ کے ہوا داروں میں سے تھا ، عثمان کے بعد معاویہ کے ساتھ ہو گیا اور معاویہ کے مرنے کے بعد یزید کے ہمنوائوں میں ہو گیا ، نعمان نے اپنی قوم کے بر خلاف کام کیا۔

قبائل انصار جو حکومت امیر المومنین (ع) اور حضرت اما م حسن (ع) کے زمانہ میں انہیں دونوں بزرگوں کی ہمرابی کی تھی اور قدم قدم پر ساتھ دیا تھا ، اس نے روگردانی کی۔

نعمان بن بشیر یہ وہی شخص ہے جو عثمان کے خون الود پیراہن کو مدینہ سے شام لایا ، جیسا کہ آپ نے ملاحظہ فرمایا ، کہ معاویہ نے اس پیراہن کو مسجد دمشق کے منبر کے نزدیک اویزان کر دیا اور شام کے سادہ لوح افراد نے اسکے گرد جمع ہو کر خوب گریہ کیا اور معاویہ نے ان لوگوں کو علی (ع) اور انکی خلافت کے خلاف خوب بھڑکایا ، حکومت معاویہ کے زمانے میں

حاکم کوفہ ہوا اسکے بعد شہر حمص کی فرما نراوٹی حاصل ہوئی ، لیکن معاویہ

بن یزید کے بعد عبد اللہ بن زبیر کے طرفداروں میں ہو گیا۔

لہذا لشکر اموی نے اسکو "مرج رابط" کے مقام پر ذی الحجہ ۶۴ھ میں قتل کر دیا (۱)

معاویہ نے ۳۹ھ میں نعمان بن بشیر کی سربراہی میں ایک ہزار کی فوج کے ساتھ عین التمر پر حملہ کرنے کے لئے بھیجا۔

اس مقام پر امیر المومنین (ع) کی ایک فوجی چھائونی تھی اس وقت صرف سو سپاہی تھے نعمان نے خطرناک حملہ کیا ، لیکن شہر کے شجاع و دلیر سپاہیوں نے اپنی تلوار کو نیام سے نکال لیا اور لیٹھے شامیوں کے مد مقابل اکر خوب جنگ کی۔

جنگ کے دوران پچاس آدمیوں کا ایک مختصر دستہ مدد کے لئے آگیا نعمان نے اس دستہ کو دیکھا تو یہ سمجھا کہ یہ مقدمۃ الجیش ہے اور اسکے عقب میں فوج اربی ہے۔

اس نے فوراً واپسی کے ارادہ سے رخ موڑا اور شام کی جانب بھاگ کھڑا ہوا (۲)

۲۔ سفیان بن عوف

قلمرو علوی میں لشکر شام کی جانب سے دوسری لوٹ کھسوٹ سفیان بن عوف کی سربراہی میں انجام پائی۔

اس نے جنگوں اور فتوحات شام میں ابو عبیدہ جراح کے ساتھ اہم کردار ادا کیا تھا معاویہ نے مدتوں بعد رومیوں کے مقابلہ میں جو جنگ و جہاد کا بازار گرم تھا اس کی رببری سفیان بن عوف کے حوالہ کر دی ، آخر سر زمین روم ۵۲ھ میں دنیا سے گیا۔

سفیان بن عوف نے معاویہ کی طرف سے دوسری ماموریت بھی انجام دی ہے جن میں عراق کی سرزمین پر حملہ ہے یہ حملہ ۳۹ھ میں وقوع پذیر ہوا۔

معاویہ نے سفیان بن عوف سے چلتے وقت کچھ باتیں کہی تھیں کہ ، اگر تمہاری سفر میں کسی سے جنگ چھڑ جائے اور مخالف تمہارا دوست نہیں ہے یعنی خاندان اموی کو دوست نہیں رکھتا ہے تو بغیر خوف و براس کے اسکو قتل

۱_ اسد الغابہ ج ۵ ص ۲۳ ، اصابہ ج ۲ ص ۵۲۹
۲_ طبری ج ۶ ص ۱۷۷ _ ابن اثیر ج ۲ ص ۱۵۰ _ شرح نہج البلاغہ ج ۱ ص ۲۱۲ ، ابن
کثیر ج ۷ ص ۳۱۹ _ ۳۲۴

قریب اور ابادی سے گذرنا اسکو ویران کر کے مال کو لوٹ لینا ، کیونکہ تخریبی نقطہ نظر سے مال کا لوٹنا قتل کے برابر نہیں ہے چاہے تمہاری جان اس راہ میں چلی ہی کیوں نہ جائے (۱)

طبری اور ابن اثیر نے اس غارتگری کی اس طرح منظر کشی کی ہے کہ ، معاویہ نے سفیان بن عوف کی سرکردگی میں چھ ہزار کی جمعیت کے ساتھ ہیت و انبار اور مدائن پر حملہ کرنے کے لئے بھیجا معاویہ نے سفیان کو ہدایت کی کہ حملہ کر کے انہیں تباہ و برباد کر دے سفیان نے حسب دستور پہلے ہیت کا رخ کیا۔

جب سفیان کا لشکر ہیت پہنچا تو کیا دیکھا کہ شہر خالی ہے کسکو قتل کرے اور کسے لوٹے آخر مجبور ہو کر اس جگہ سے کوچ کیا اور شہر انبار آگیا ، یہاں پر سو آدمیوں کا ایک دستہ شہر کی حفاظت کے لئے متعین تھا ، جب اسے معلوم ہوا کہ فوج کی تعداد کم ہے تو اپنے لشکر کی صف بندی کر کے حملہ کر دیا ، کافی لڑتے جھگڑتے قتل ہو گئے۔

اب شامیوں کی چیرہ دستیوں کو روکنے کے لئے کوئی نہ تھا انہوں نے ایک ایک گھر کو لوٹا آخر سفیان اموال کثیر کے ساتھ معاویہ کے یہاں پلٹ گیا (۲)

ادیب شہیر و مورخ ابو الفرج نے کتاب اغانی میں سفیان کے حملے کی داستان کو یوں بیان کیا ہے " مرد غامدی نے شہر انبار پر حملہ کیا حاکم شہر اور کثیر تعداد میں مردوں اور عورتوں کو بے رحمانہ قتل کیا اس دلخراش حادثہ کی خبر امیر المومنین (ع) کو معلوم ہوئی۔

اپ نے ایک خطبہ دیا کہ ، تم لوگوں نے ہمارے فرمان کو پس پشت ڈال دیا ہے یہی وجہ ہے کہ تمہارے اس پڑوس کے لوگ تم پر حملہ کر رہے ہیں ، یہ مرد غامدی جو شہر انبار میں اکر حاکم شہر اور کثیر تعداد میں مرد و زن کو موت کے گھاٹ اتار کر چلا گیا ، خدا کی قسم ہمیں معلوم ہوا ہے کہ اس نے مسلمان

عورتوں اور اہل کتاب پر حملہ کیا اور عورتوں کے زیورات نیز جو کچھ ہاتھ لگا اسکو سمیٹ کر چلتا بنا ہے ، شام کے ڈاکو اپنے شہر کی طرف اس طریقے سے پلٹ رہے ہیں کہ انکے ہاتھ اموال سے لبریز اور ایک چھوٹا سا زخم بھی ان کے جسم پر نہیں ہوتا ہے اگر ایک غیور مسلمان اس ضد انسانی اور خلاف اسلام عمل سے رنجیدہ ہو کر مر رہا ہے تو بہتر ہے کہ اسکی مذمت و سرزنش نہ کی جائے (۲)

۱_ شرح النہج ج ۲ ص ۹۰
۲_ عیون الاخبار ج ۲ ص ۲۳۶
۳_ اغانی ج ۱۵ ص ۴۳

۷۸

۲_ عبد اللہ بن مسعدہ

عبد اللہ بن مسعدہ انہیں میں سے ایک ہے جسکو معاویہ نے مملکت امام (ع) کی تاخت و تاراجی کے لئے بھیجا تھا ، یہ کمسنی میں جو زید بن حارثہ کی جنگ قبیلہ بنی فراز سے ہوئی تھی اس میں اسیر ہوا تھا، رسول اسلام نے اسکو اپنی بیٹی فاطمہ کے حوالہ کر دیا تھا ، لیکن آپ نے اسکو آزاد کر دیا۔

عبد اللہ ابتداء میں امیر المومنین (ع) کے چاہنے والوں میں سے تھا ، لیکن مدت کے بعد معاویہ کے پاس دمشق چلا گیا۔

اس نے اپنی فکر کو اس طرح بدل ڈالا کہ امام (ع) کے سر سخت دشمنوں میں اس کا شمار ہونے لگا ، عبد اللہ بن مسعدہ نے اتنی طولانی عمر پائی کہ یزید بن معاویہ کے لشکر کے ساتھ واقعہ حرہ کے حملہ میں شریک ہوا یہ جنگ تمام تر قساوت قلبی اور بتک حرمت و ذلت کا مظاہرہ تھی اور اس طرح یزید اور خلافت بنی امیہ کے دامن پر دوسرا دھبہ لگا۔

عبد اللہ نے اسکے علاوہ بھی شام کی جانب سے عبد اللہ بن زبیر سے جنگ کی اور اسی جنگ میں بری طرح زخمی ہوا ، مورخین نے اس واقعہ کے بعد کے اسکے حالات قلمبند نہیں کئے ہیں (۱) معاویہ نے عبد اللہ بن مسعدہ فرازی کو سترہ سو آدمیوں کے ساتھ قلمرو امام (ع) کی جانب روانہ کیا اور اسے حکم دیا کہ مکہ و مدینہ تک بڑھتا چلا جائے اور راستے میں جو بستیاں پڑیں وہاں کے باشندوں سے زکوٰۃ و صدقات کو جمع کر لے اور اگر کوئی انکار کرے تو بے دریغ انہیں قتل کر دے۔

-۴ ضحاک بن قیس

قریش سے ضحاک بن قیس کا شمار معاویہ کے جنگی سربراہوں میں ہوتا تھا ، اس کی ولادت رسول اکرم کی وفات سے سات سال قبل ہوئی تھی۔

اس نے معاویہ کی جنگوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور بہت سارے اسیروں کو اپنا ہمنوا بنا یا تھا ، ایک مدت تک شہر دمشق کا داروغہ رہا پھر ۵۳ھ میں کوفہ کا حاکم بنا اور چار سال تک کوفہ پر حکومت کی ، ضحاک بن قیس نے معاویہ کے امور کو مرتے تک انجام دیا ، یزید جو شکار کے لئے گیا تھا ، اسکے باپ کے مرنے کی خبر اسی ضحاک نے اس تک پہنچائی تھی ،

۱_ اسد الغابہ ج ۳ ص ۲۵۵ ، اصابہ ج ۲ ص ۲۵۹ ، جمہرۃ انساب العرب ص ۲۴۵ ، طبری ج ۴ ص ۸۲ ، یعقوبی ج ۲ ص ۴۴

۷۹

لیکن معاویہ بن یزید کے مرتے ہی اس نے عبد اللہ بن زبیر کی بیعت کر لی ، مروان بن حکم کے خلاف "مرج رابط" کے مقام پر اس سے جنگ کی اسی مقام اور اسی جنگ میں ماہ ذی الحجہ کے وسط ۶۴ھ ، میں قتل ہوا (۱)

معاویہ نے ضحاک بن قیس کو تین ہزار لشکر کے ساتھ عراق کی طرف روانہ کیا اور اسے حکم دیا کہ واقعہ کے بادیہ نشین عربوں کو جو علی (ع) کی اطاعت قبول کر چکے ہوں انکو قتل کر دے اور ان کا مال و اسباب لوٹ لے۔

ضحاک نے معاویہ کے حکم کو جان و دل سے قبول کیا اور سر زمین ثعلبیہ کی جانب چل دیا اور اس مقام کے قبائل کا مال و اسباب لوٹا ، اسکے بعد کوفہ کی تاخت و تاراجی کے لئے رخ کیا ، قطقطنانہ کے نزدیک عمر و بن قیس بن مسعود جو حج کے لئے جا رہے تھے ان پر حملہ کر کے سارا زاد راہ ان سے اور انکے قافلہ والوں سے چھین کے حج کرنے سے روک دیا (۲)

ثقفی کتاب غارات میں داستان ضحاک کو اس طرح بیان کرتے ہیں:

ضحاک عراق کی جانب روانہ ہوا اور ہر جگہ اموال و اسباب کو لوٹا اور بہت سارے لوگوں کو موت کے گھاٹ اتارا ، جب سرزمین ثعلبیہ پر پہنچا تو اس مقام سے کچھ حاجیوں کا قافلہ حج کے لئے مکہ جا رہا تھا ان کے قافلہ پر حملہ کر کے ان کا پورا مال و اسباب چھین لیا ، پھر کچھ دور چلا اس مقام پر عمرو بن قیس جو

مشہور صحابی رسول (ص) عبد اللہ بن مسعود کے بھتیجے تھے انکو اور ان کے ساتھیوں کو قتل کیا اسکے بعد ان لوگوں کے ساز و سامان کو لوٹ لیا۔

-بسر بن اوطاة

بسر بن اوطاة قبیلہ قریش سے ایک انتہائی خونخوار و سفاک سردار تھا ، جس کو معاویہ نے عراق و حجاز کو تباہ و برباد کرنے کے لئے بھیجا تھا ، معاویہ کے سر سخت ہوا خواہوں اور جنگ صفین میں لشکر معاویہ کی سرداری کرتے ہوئے شریک ہوا۔

جنگ کے دوران ایک روز معاویہ نے اس سے کہا کہ تم علی (ع) سے تنہا مقابلہ کرنے جائو گے اور ہم نے سنا ہے کہ تمہیں اس سے مقابلہ کرنے کی بہت ارزو ہے لہذا اب جا کر طاقت ازما لو ، اگر خداوند عالم نے تم کو اس پر فتح و پیروزی عطا کی تو تمہاری دنیا و آخرت سنور جائے گی ؟

۱_ اسد الغابہ ج ۳ ص ۳۷ ، تہذیب ابن عساکر ج ۷ ص ۹
۲_ طببری ج ۶ ص ۷۸ ، ابن اثیر ج ۳ ص ۱۵۰

۸۰

معاویہ نے کہا البتہ میں جانتا ہوں کہ علی (ع) سے تنہا لڑنا گویا بھیڑیے منہ میں جانا ہے اور کوئی بہادر علی (ع) سے ٹکرا کے اپنی جان کو سلامت نہیں بچا سکا ہے لہذا بسر تمام عربی تعصب و جاہلی جسارت سے اپنے قدم کو کھنچ لے اور اس کام کو انجام نہ دے۔

ایک دن بسر نے جنگ کرتے ہوئے حضرت علی (ع) کو اپنے سامنے دیکھا تو ان پر حملہ کر دیا لیکن قبل اسکے کہ امیر المومنین (ع) پر اسکی ضرب کاری اثر انداز ہو امام (ع) نے ایسا حملہ بسر پر کیا کہ زمین سے زمین پر اگیا جب اس نے اپنی جان کو شیر کے پنچہ میں احساس کیا تو فوراً ذلیل و شرم اور حرکت انجام دی کہ اپنے لباس کو اتار ڈالا ، یہاں تک کہ اسکی شرمگاہ ظاہر ہو گئی۔

امام علی (ع) نے فوراً اپنی انکھ بند کر کے پھیر لیا اور اسکو اپنی حالت پر چھوڑ دیا۔

اپ ہم جانتے ہیں کہ اسی طرح کا دوسرا واقعہ اسی جنگ صفین میں عمر و بن عاص کے ساتھ پیش آیا تھا ، امام (ع) نے اس دن بھی اپنا منہ گھما لیا تھا اور

میدان جنگ میں اپنی جان بچانے کے لئے ایسی گھٹیا حرکت کی تھی کہ آپ اسکو قتل کرنے سے باز آئے۔

ان دونوں حادثوں کا ادبیات عرب میں بہت برا اثر پڑا اور بہت سارے شعراء نے اس سلسلہ میں شعر بھی کہے جن میں ایک حارث بن نصر سہمی ہے وہ کہتا ہے:

تم لوگ جنگ کے دنوں میں ہر روز سوار ہو کر میدان جنگ میں جاتے ہو ، میدان جنگ کے گرد و غبار کے درمیان اپنی شرمگاہ کو ظاہر کرنے کے لئے ، یہی وہ وقت ہے جو حضرت علی (ع) اپنے نیزے کو تم لوگوں پر نہیں مارتے ہیں اور معاویہ تنہائی میں تم دونوں پرہنستا ہے گذشتہ دنوں عمرو کی شرمگاہ ظاہر ہو گی اسکی یہ رکیک حرکت ہمیشہ مثل دستار کے اسکے اوپر بندھی رہے گی اور آج کے دن بسر نے بھی عمرو بن عاص کی طرح اپنی شرمگاہ کو ظاہر کردیا۔

عمر و اور بسر سے کوئی کہدے کہ اپنی راہ پر خوب غور و فکر کریں ، کہیں ایسا نہ ہو کہ پھر شیر کے مقابلہ میں چلے جائیں ، تم لوگوں پر لازم ہے کہ اپنی اپنی شرمگا ہوں کا شکریہ ادا کرو کیونکہ خدا کی قسم ، اگر تمہاری شرمگاہیں نہ ہوتیں تو کوئی تمہاری جان کو نجات نہیں دے سکتا تھا۔

یقیناً تم لوگوں کی شرمگاہیں تھیں کہ جس نے تمہاری جان بچائی ، اسی واقعہ نے تم لوگوں کو بار دیگر میدان جنگ میں جانے سے روک دیا ہے ، (۱۱)

۱۱_استیعاب ص ۶۷ ، صفین ص ۵۲۷

جنگ صفین کے قہر مان مالک اشتر نے بھی اس سلسلے میں شعر کہا ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ:

جنگ کے دنوں میں ایک روز تمہارے بزرگوں میں سے کسی ایک کے میدان جنگ سے قدم اکھڑ گئے تو جنگ کے گرد و غبار کے درمیان شرمگاہ نظر آئی ، صاحب نیزہ کی ضربت شدید نے ان پر وہ ظلم و ستم کیا کہ خوف کے مارے اپنی شرمگاہ کو اشکار کر دیا ، کس کی شرمگاہ ؟ عمرا و بسر کی جنکی کمر ہمیشہ کے لئے ٹوٹ گئی (۱۱)

مورخین نے اس مسئلہ میں اختلاف کیا ہے کہ ، آیا بسر صحابی رسول (ص)

میں تھایا نہیں؟ اور رسول (ص) سے شرفیاب ہونے کی صورت میں کوئی حدیث سنی یا نہیں؟

لیکن مورخین کا بیان ہے کہ وفات رسول (ص) کے بعد اپنے دین سے منحرف اور مرتد ہو گیا تھا، جب امام علیہ السلام کو اسکی عراق و حجاز میں ظلم و سفاکی کی خبر معلوم ہوئی کہ بسر نے بچوں تک کو قتل کیا ہے تو اسکے حق میں بد دعا کرتے ہوئے فرمایا، خدا یا اس سے دین و عقل کو چھین لے، امام علیہ السلام کی دعا مستجاب ہوئی، مرنے سے پہلے اپنی عقل کو کھو بیٹھا مگر اس بد حواسی کے عالم میں بھی یہ کہتا کہ مجھے تلوار دو، آخر لکڑی کی ایک تلوار اسے دی گئی اور مشک میں ہوا بھر کر اسکے سامنے رکھ دی گئی وہ اس مشک پر تلوار چلاتا اور جذبہ خون اشامی کی تسکین کا سامان کرتا تھا، آخر اسی دیوانگی کے عالم میں معاویہ کے زمانے میں مر کھپ گیا (۲)

طبری لکھتا ہے:

معاویہ نے ۴۰ھ میں بسر بن ارطاة کے سربراہی میں ایک فوج امام کے علاقے میں بھیجی اس نے اپنے لشکر کے ساتھ شام سے حرکت کی، جب مدینہ پہنچا تو اس درندہ صفت انسان نے باقی انصار جو سالہا سال اسلام کی طرف سے جنگ کئے تھے اور اس راہ میں کسی قسم کی کسر نہ اٹھا رکھی تھی ان پر حملہ کر کے ان لوگوں کو خوب ڈرا یا دھمکایا اس حملہ کے نتیجہ میں شہر مدینہ کے اکثر گھر ویران ہو گئے اور نہ جانے کتنے لوگ بے گھر ہو گئے۔

پھر مدینہ سے نکل کر یمن کی طرف چل دیا حاکم یمن عبید اللہ بن عباس جو اپنے بچوں کو ایک شخص کے حوالہ کر گئے تھے

۱_ شرح نہج البلاغہ ج ۲ ص ۲۰۱
۲_ اغانی ج ۱۵ ص ۴۵، تہذیب ابن عساکر ج ۳ ص ۲۲۲

بسر کے لشکر نے اس شخص سے ان بچوں کو چھین لیا پھر اس خونخوار و سفاک انسان نے اپنے ہاتھ سے ان دونوں بچوں کو تہ تیغ کیا، بسر نے اسی جنایت و غارتگری پر اکتفا نہیں کیا تھا، بلکہ اکثر شیعین علی (ع) کو موت کے گھاٹ اتار ا ان لوگوں کا گناہ صرف اتنا تھا کہ محب علی (ع) تھے (۱)

ابراہیم بن محمد ثقفی اپنی کتاب غارات میں لکھتے ہیں

معاویہ نے بسر کو تین ہزار کی فوج کے ساتھ عراق کی طرف روانہ کیا اور اسے حکم دیا کہ جب مدینہ پہنچ جانا تو لوگوں کو پریشان کرنا اور جس سے ملاقات ہو اسکو خوب ڈرانا دھمکانا جو لوگ ثروتمند ہوں اور ہماری اطاعت کو قبول نہ کرتے ہوں انکے اموال کو غارت کر دینا ، بسر نے معاویہ کے حکم کے مطابق ان امور کو انجام دیا چنانچہ بسر اور اسکے لشکر والے جہاں کہیں اونٹوں اور جانوروں کو دیکھتے تھے انکے مالکوں سے چھین کر ان پر سوار ہو جاتے تھے یا پھر اسکو بنکا کر ساتھ لے جاتے تھے ، جب لوٹ گھسوٹ کرتے ہوئے مدینہ پہنچا تو اس نے اہل مدینہ کے درمیان تقریر کی ، اور ان لوگوں کو خوب برا بھلا کہہ کر بہت ڈرایا دھمکایا (۲)

معاویہ نے بسر بن ارطاة کو ۴۰ھ کے اوائل میں یمن و حجاز کے لئے بھیجا ، اور اس نے بسر سے کہا کہ ، جو بھی امام (ع) کی اطاعت میں ہو اسکو قتل کر دینا ، اس خونخوار بھیڑیے نے معاویہ کے حکم سے مکہ و مدینہ جو اسلام کی زادگاہ اور جہاں وحی نازل ہوئی تھی ضد انسانیت اور عظیم جنایت کا ارتکاب کیا (۳)

ابن عساکر نقل کرتے ہیں

بسر نے قبیلوں کے لوگوں پر حملہ کیا اور جو بھی امام (ع) کی محبت کا دم بھرتا تھا اسکو قتل کر دیتا تھا جیسے قبیلہ بنی کعب کا جو مکہ و مدینہ کے ما بین ایک آبادی میں زندگی گزار رہے تھے قتل عام کیا اور آخر میں لاشوں کو کنویں میں پھینک دیا (۴)

مسعودی اپنی کتاب مروج الذهب میں اس سلسلے میں رقطراز ہیں:

بسر نے مدینہ میں اور مدینہ و مکہ کے درمیان بہت سارے قبیلہ خزاہ اور ان کے علاوہ افراد کو قتل کیا۔

۱_طبری ج ۶ ص ۷۸

۲_شرح نہج البلاغہ ج ۲ ص ۱۴ ، یعقوبی ج ۲ ص ۱۴۱

۳_تہذیب التہذیب ج ۱ ص ۴۳۶

۴_ابن اثیر ج ۲ ص ۱۵۴ ، تہذیب ابن عساکر ج ۲ ص ۲۲۵

جب مقام جرف پر آیا تو یہاں بہت سے اعراب زندگی گذارتے تھے جو ابناء سے مشہور تھے ، ان کو قتل کیا اور اس نے جسکو بھی محب امام (ع) پایا زندہ نہیں چھوڑا (۱)

مشہور ادیب و مورخ ابو الفرج اصفہانی کتاب اغانی میں بیان کرتے ہیں:

معاویہ نے واقعہ تحکیم کے بعد ، بسر کو حکومت امیر المومنین (ع) کی جانب بھیجا انحضرت (ص) ان دنوں با حیات تھے۔

معاویہ نے بسر سے کہا کہ مختلف شہروں میں گھومتے پھر تے رہنا اور جس مقام پر شیعین و اصحاب امام (ع) کو پانا انکو قتل کر دینا نیز قتل عام کے بعد انکے اموال و اسباب کو لوٹ لینا ، حتی عورتوں و بچوں پر بھی رحم نہ کرنا ، بسر معاویہ کے حکم کے مطابق تاخت و تاراجی کے لئے روانہ ہوا۔

جب مدینہ پہنچا تو اس مقام پر اصحاب امیر المومنین (ع) کے ایک گروہ کو موت کے گھاٹ اتارا اور اکثر گھروں کو ویران کر دیا ، پھر مکہ کی جانب رخ کیا اس جگہ پر فرزندان ابو لہب کے کچھ افراد کو مارڈالا آخر میں سراة کی طرف حرکت کی اس مقام پر امام (ع) کے چاہنے والے رہتے تھے ان کو قتل کیا اسکے بعد نجران کی طرف روانہ ہوا اس جگہ پر عبد اللہ بن مدان حارثی اور انکے فرزند کو جو خاندان عباس کے رشتہ داروں میں تھے ، قتل کیا ، پھر یمن آیا امام (ع) کی جانب سے اس سر زمین کے حاکم و والی عبید اللہ بن عباس تھے ، جو اس بنگام اراپی کے وقت موجود نہ تھے ، بعض مورخین کے بقول بسر کی امد کو سنکر فرار ہو گئے تھے (۲) جب بسر نے انکو نہیں پایا تو ان کے دو بچوں کو دستگیر کیا اور ان دونوں کو اپنے ہاتھوں سے قتل کیا پھر لشکر کو لیکر شام واپس چلا آیا (۳)۔

مورخین لکھتے ہیں:

ایک عورت نے بسر بن ارطاة سے کہا کہ اچ تک مردوں کو تو قتل کیا جاتا رہا ہے مگر اسلام تو اسلام دور جاہلیت میں بھی بچوں کو قتل نہیں کیا گیا وہ حکومت کبھی قائم رہ سکتی جسکی بنیاد ظلم و جور پر ہو اور جس میں بچوں اور بوڑھوں پر بھی ترس نہ کھایا جاتا ہو (۴) کہتے ہیں کہ : ان دو بچوں کی غمخوار ماں نے جب اپنے جگر پاروں کو خاک و خون میں غلطاں دیکھا تو اپنے

۱۲ اغانی ج ۱۵ ص ۴۵ ، اسد الغابہ ج ۳ ص ۳۴۰
۳ مروج الذهب ج ۶ ص ۹۳ ، نہایۃ الادب ص ۳۳۰
۴ ابن اثیر ج ۳ ص ۱۵۴ ، ابن عساکر کی تہذیب ج ۳ ص ۲۲۵

۸۴

بوش و حواس کھو بیٹھی اور والہانہ طور پر اس طرح گھومتی پھرتی تھی کہ گویا اپنے بچوں کو تلاش کر رہی ہو ، ، وہ اپنے درد ناک اشعار سے لوگوں کے دل بلا دے رہی تھی ان اشعار کا ترجمہ یہ ہے کہ:

ہاں کون ہے جو ہمارے دو فرزند دلہند کی داستان سے آگاہ نہیں ہے ؟ کہ جو دو قیمتی بیرے تھے ، جو تازے صدف سے باہر آئے تھے ، یہ دونوں ہمارے قلب کی دھڑکن اور سننے کی طاقت تھے ، لہذا ان دونوں کے حالات سے کوئی باخبر ہے ، ارے یہ میرے دونوں بچے ہماری بڈیوں کے گودے کی طرح تھے اب تو گودے کو ہماری بڈیوں سے نکال دیا گیا ان کے چلے جانے سے ہم پریشان ہیں اور کف افسوس کے کوئی چارہ نہیں ہے یہ ہماری پریشانی اس لئے ہے تاکہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ ان دونوں بچوں کے دل پر کیا گذری جو باپ کی عدم موجودگی میں ذبح کر ڈالے گئے ، مجھ سے کہا گیا لیکن ان کے کہنے پر مجھے یقین نہیں آیا ، لوگوں نے ان مظالم کو بیان کیا جو میرے اوپر پڑے تھے کہ بسر کی شمشیر بران نے میرے دونوں بیٹوں کو تہ تیغ کر دیا ، اہ ، کیا اس طرح کی بیداد گری ممکن ہے ؟ (۱)

کتاب استیعاب و اسد الغابہ میں مرقوم ہے کہ بسر بن اوطاہ نے ایک و حشیانہ حملہ قبیلہ بمدان پر کر کے ان کے مردوں کو قتل کر ڈالا ، پھر انکی عورتوں کو اسیر بنا یا گیا اسلام میں یہ پہلی عورتیں تھیں جو اسیر بنائی گئیں ، اسکے بعد بیچنے کی خاطر ان عورتوں کو بازار میں لے جایا گیا (۲) اور کتاب غارات میں ہے کہ ، مارب سے چند لوگوں پر مشتمل ایک گروہ کا بسر اور اسکے لشکر سے راستہ میں مڈ بھڑ بو گئی اس درندہ صفت انسان نے ان تمام لوگوں کو قتل کر دیا ، صرف ایک آدمی اسکے پنچہ خونین سے اپنی جان بچا کر اپنے قبیلے میں پہونچا ، اس نے اس ظلم عظیم کو ایک جملہ میں بیان کیا کہ ، ہم تمام پیر و جوان کی خبر مرگ اور قتل عام کی تم لوگوں کے لئے سنائی لیکر آئے ہیں۔ (۲)

۱ اغانی ج ۱۵ ص ۴۵
۲ استیعاب ج ۱ ص ۶۶ ، اسد الغابہ ج ۱ ص ۱۸۰
۳ شرح نہج البلاغہ ، تحقیق محمد ابو الفضل ج ۲ ص ۱۵

لشکر علوی (ع) کا ایک سپاہی جاریہ بن قدامہ

اب ہمیں جاننا چاہیے کہ لشکر معاویہ کے سربراہ بسر بن ارطاة کے حملات اور خونریزیوں کے مقابلے میں امام علیہ السلام نے کیا اقدام کیا؟

امیر المومنین (ع) نے ہمیشہ کی طرح ان لوگوں سے ظلم و بربریت کا اور ان عوامل کو نیست و نابود کرنے کے لئے کھڑے ہونے کو کہا:

کوفیوں نے گذشتہ کی طرح اس مرتبہ بھی حکم امام (ع) کی تعمیل میں دلچسپی کا اظہار نہیں کیا،، سارے مجمع میں سننا چھایا ہوا تھا، امیر المومنین (ع) کی درد بھری آواز کوفہ و مسجدکوفہ کے درو دیوار میں گونج رہی تھی لیکن مردہ روح اور بے حس کوفیوں کو بیدار نہ کر سکی۔

تھوڑی دیر گزری کہ ایک اسلام کا سپاہی جاریہ بن قدامہ اپنی جگہ سے کھڑے ہوئے اور امام (ع) کی آواز پر لبیک کہا:

یعقوبی کے بقول امام (ع) نے جاریہ کو بھیجتے وقت ان کو یوں حکم دیا

"کبھی زخمی کو قتل نہ کرنا اگر مجبور ہو جائو تو خود بھی اور اپنے لشکر کو بھی راستہ پیدل طئے کرانا برگز لوگوں کے جانوروں کو زور زبر دستی سے نہ چھین لینا، ابادی و بیابانی چشموں سے صاحبان اب سے پہلے استفادہ نہ کرنا، اپنے لشکر کی خوشنودی کی خاطر برگز مسلمانوں پر سب و شتم نہ کرنا اگر ایسا کرو گے تب جا کر دوسرے لوگ تمہارا احترام و ادب کرینگے اور یاد رکھو برگز اہل کتاب جو مسلمانوں سے عہد و پیمانہ کئے ہوئے ہیں ان پر ظلم و ستم نہ کرنا

دوسرے مقام پر اس فرمان کو یوں بیان کیا گیا ہے

سوائے ان مقامات کے جہاں پر حق تم کو حکم دیتا ہے کسی کے خون کو نہ بہانا، اسی طرح تمہاری ذمہ داری ہے کہ لوگوں کے خون کی خاطر حق کا خیال و محافظت کرو (۱)

کتاب غارات میں جاریہ کی دفاعی جنگ کی داستان اس طرح نقل ہوئی ہے

جاریہ کوفہ سے نکلنے کے بعد سب سے پہلے بصرہ آئے یہاں سے کوچ کر کے حجاز گئے اور اس طرح بڑھتے ہوئے یمن پہنچ گئے ، اس موقع پر بسر بن اوطاة جاریہ کی آمد سے مطلع ہو گیا ، لہذا اپنے راستہ کو پگڈنڈیوں سے طے کرتا ہوا یمامہ پہنچا ، جاریہ بن قدامہ اپنی تیز رفتاری سے آگے بڑھتے چلے جا رہے تھے ، اور کسی شہر یا قلع میں نہیں اترے تمام جگہوں پر بسر کو ڈھونڈھ رہے تھے اور بسر ادھر ادھر بھاگ رہا تھا تاکہ مملکت امام (ع) کی سرحدوں سے باہر ہو جائے۔

جب لوگوں نے بسر اوطاة کو بھاگتا ہوا دیکھا تو چاروں طرف سے اس پر حملہ کر دیا کیونکہ لوگوں نے اسکی تباہکاری و ظلم و زیادتی کو بہت دیکھا تھا۔

بسر کے وحشیانہ حملے میں تقریباً تیس ہزار افراد قتل ہوئے اور نہ جانے کتنے قبیلوں کو آگ میں جھونک دیا گیا۔

ایک عرب شاعر بسر کی درندگی نیز اس حادثہ کے پس منظر میں ایک بیت کہتا ہے جس کا ترجمہ قارئین کی خدمت میں پیش کر رہے ہیں

جس جگہ بسر اپنے لشکر کو لے گیا جب تک قتل کی طاقت رہی قتل کرتا رہا
ورنہ آگ لگا دی (۱)

دو متضاد سیاستیں

معاویہ نے اور دوسرے لٹیروں کو بھی امام (ع) کی حکومتی سرحدوں کو تاخت و تاراج کرنے کے لئے بھیجا تھا جس کو ہم نے اب حضرات کے لئے بیان نہیں کیا۔

اگر تفصیل سے دیکھنا چاہتے ہیں تو تاریخ کی کتابوں کو ملاحظہ فرمائیں:

معاویہ کی فوج نے ہمیشہ امام (ع) کے سپاہیوں سے مقابلہ نہ کرنے کے لئے صرف ان مقامات پر حملہ کیا جو انکی دسترس سے دور تھا یا انکے فوجی ٹھکانے اسلحوں یا سپاہیوں کے لحاظ سے بہت کمزور تھے جب بھی لشکر کوفہ نے ان لٹیروں کا پیچھا کیا تو ان کے خوف سے بھاگ کھڑے ہوئے۔

حقیقت میں یہ لوگ تخریب کار اور پیشہ ور ڈاکو تھے ، منجملہ وہ لٹیروں شامی جنکی لشکر امام (ع) سے مڈ بھیڑ ہوئی معاویہ نے

انکو بین النہرین بھیجا تھا، اس مقام پر امام(ع) کی طرف سے جو حاکم تھے انہوں نے کمیل بن زیاد سے جو شہر بئیت کے والی تھے فوجی مدد مانگی ، کمیل چہہ سو سواروں کا ایک دستہ لیکر انکی مدد کو چل دیئے ، دونوں لشکر کے درمیان گھمسان کی جنگ ہوئی لشکر شام معمول کے مطابق اپنے کشتہ ہائے نجس کو وہیں چھوڑ کر فرار کر گئے۔

کمیل نے حکم دیا ، خبر دار بھاگنے والوں کا پیچھا نہ کیا جائے اور نہ ہی زخمیوں کو جان سے مارا جائے اس جھڑپ میں لشکر کمیل سے صرف دو افراد شہید ہوئے۔

دوسرا واقعہ

امام (ع) کے ایک والی نے معاویہ کے لٹیرے دستہ کا پیچھا کیا ، تعاقب کرتے کرتے فرات سے اگے نکل گئے تو اپنے لشکر والوں کو شام کے مختلف علاقوں میں لوٹنے کے لئے بھیج دیا یہاں تک کہ لوٹ مار کرتے ہوئے رقم کے قریب پہنچ گئے جو عثمان کے بوا خوابوں کا مرکز تھا اس مقام پر بھی لوٹ گھسوٹ کی اور کافی مقدار میں ہتھیار گھوڑے وغیرہ چھینے ، معاویہ نے ان لوگوں کا پیچھا کرنے کے لئے ایک چھوٹا دستہ روانہ کیا مگر یہ لوگ ان کے ہاتھ نہ ائے کیونکہ اپنے مرکز نصیبین میں صحیح سالم پلٹ آئے تھے ، اس سردار لشکر نے واپس آنے کے بعد امام (ع) کو ساری روداد لکھکر بھیجی ، اس حاکم شہر کی گزارش سے نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ اس نے اپنے امور کو کسی صورت میں غیر شرعی نہیں جانا تھا۔

کیونکہ معاویہ کے خونخوار بھڑیئے ور لٹیرے لشکر کے مقابلہ میں اس نے بہت چھوٹا انتقام لیا تھا شاید اس انتظار میں تھا کہ حضرت امیر المومنین (ع) ہمیں انعام و اکرام سے نوازیں گے۔

لیکن امام (ع) علیہ السلام نے نہ یہ کہ اسکی شاباشی نہ کی جواب میں یہ لکھا کہ:

اندہ ایسی حرکت نہ کرنا دشمن کے اموال کو اس وقت لینے کا حق رکھتے ہو جب جنگ ہو اور دشمن ہاتھوں میں تلوار لیکر سامنے آجائے اس وقت تمہیں حق

بے کہ دشمن کے اموال کو تصرف کرو۔

جیسا کہ آج بھی دیکھنے میں آتا ہے کہ جہاں اسلام اسی دو متضاد سیاستوں کی شکار ہے

۸۸

(۱)

سیاست امیر المومنین (ع)

صرف جنگجوئوں سے جنگ کرنا لوگوں کے جانوروں کو نہ چھیننا ، اگر مجبور ہو جائو تو راستہ کو پیدل طئے کرنا چشموں اور کنویں کے پانی کو نہ پی لینا ان لوگوں سے پہلے جو اس علاقہ کے افراد ہیں۔

مسلمانوں کو برا بھلا نہ کہنا ، عہد و پیمانہ والوں کو مورد ستم قرار نہ دینا اگر چہ اہل کتاب یا غیر مسلم ہی کیوں نہ ہوں ، صرف حق و قانون کے مطابق کسی کے خون کو بہا سکتے ہو ، دشمنوں کے مال و اسباب پر حق تصرف نہ جتانا سوائے ان چیزوں کے جو میدان جنگ میں گھوڑے و ہتھیاروں کو اپنے ساتھ لیکر آئے ہوں (۱)

(۲)

سیاست معاویہ

اگر کوئی شخص تمہارا ہم خیال و ہم عقیدہ نہیں ہے تو اسکو مار ڈالنا تمام ابادیوں کو خاک میں ملا دینا اموال کو لوٹ لینا ، اگر کوئی شخص ہماری اطاعت میں نہیں ہے اور ثروتمند ہے تو زور زبردستی سے اسکے مال کو چھین لینا ، لوگوں کو بے جھجک اذیت و تکلیف پہنچانا ، محبان علی (ع) کو موت کے گھاٹ اتار دینا یہاں تک کہ انکے بچوں اور عورتوں پر بھی رحم نہ کرنا (۱)

* * *

تجزیہ و تحلیل

ان دو سیاستوں کے درمیان ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ جس نے لوگوں کے اموال کو محترم جانا تھا اس انسان کی سیاست پر جس نے اسباب و اموال کو غارت

کرنے کا حکم دیا تھا کامیاب ہو۔

لیکن ایسا نہیں ہوا بلکہ اور جو لوگ زندگی کو آزاد اور قانون و انسانیت سے کوسوں دور رکھنا چاہتے تھے ان افراد پر جو خود کو

۱۔ یعقوبی ج ۲ ص ۱۴۲
۲۔ شرح نہج البلاغہ ج ۲ ص ۱۴ ، یعقوبی ج ۲ ص ۱۴۱

۸۹

پابند اسلام اور فضیلت و انسانیت کی معرفت رکھتے تھے کامیاب ہوئے۔

لیکن یہ کامیابی حقیقی معنوں میں کامیابی نہیں ہے بلکہ چند روزہ کامیابی ہے ، اس لئے کہ پہلے گروہ کو اپنے افکار و نظریات کو کامیاب بنانے کے لئے قاعدہ و قانون کی ضرورت نہیں ہے ، جبکہ دوسرا گروہ انسانیت کے قید و بند میں جکڑا ہوا ہے۔

یہی وہ پابندیاں تھیں جو لشکر علوی (ع) میں پائی جا رہی تھی اہل عراق و لشکر امام (ع) نے اسلامی پابندی اور انسانی حقوق کی رعایت کی بناء پر بہت تساہلی کی اور امام (ع) کی آواز پر لبیک نہیں کہا ، کیونکہ ان لوگوں کے پیش نظر وہ جنگ تھی جس کا دنیا میں سوائے موت کے کوئی دوسرا نتیجہ نہ تھا۔

اگر کامیاب ہوتے تو لشکر مغلوب کے اموال کو ہاتھ نہیں لگا سکتے تھے اور نہ کسی کو قتل کر سکتے تھے نیز عورتوں و بچوں کو اسیر بھی نہیں بنا سکتے پھر ایسی صورت میں کیوں جنگ کریں ؟

کیونکہ ان لوگوں کو اس راہ میں کوئی مادی فائدہ نظر نہیں آ رہا تھا اور مقابلہ میں موت خطرے کی گھنٹی بجا رہی تھی ، پس اگر ایک جذبہ خدائی اور فضیلت انسانی کو پیش نظر نہ رکھا جائے تو میدان جنگ میں جانا بے فائدہ ہو جائے گا۔

مگر معاویہ کی آواز پر اہل شام جلدی سے لبیک کہنے لگے تھے ، کیونکہ ان کے سامنے وہ جنگ تھی۔ جو تمام غرائز حیوانی کو پورا کر رہی تھی جسے چاہیں موت کے گھاٹ اتار دیں یا جسکو چاہیں اسیر و غلام بنا ڈالیں ، انکی مالی درآمد لوگوں کے لوٹے ہوئے اموال و اسباب ہیں پھر اس صورت میں کیوں نہ معاویہ کے حکم پر شانہ بشانہ چلیں اور معاویہ کی خواہشات کو کیوں نہ پورا کریں ؟ ایک خاص بات یہ ہے کہ اہل شام اخلاق اسلامی سے بالکل عاری تھے کیونکہ بادشاہ

روم کے بعد اس شہر کا حاکم معاویہ بن گیا تھا۔

البتہ اگر امام (ع) بر فرض محال حق کے راستے کو چھوڑ دیتے اور خدا و اسلام کو (العیاذ باللہ) بھلا ڈالتے اور اپنے لشکر والوں کو معاویہ کی طرح بر کام میں ازاد چھوڑ دیتے تو معاویہ کی ساری کی ساری مکارانہ سیاست نقش بر اب ہو کر رہ جاتی ، لیکن امام (ع) اسکی طرح نہ تھے انہوں نے اہل کوفہ سے خطاب کیا کہ:

خدا کی قسم ، تم لوگوں کی اصلاح جس طرح ہم کر رہے ہیں اسکے بارے میں خوب جانتے ہیں لیکن کیا کروں اس کام

۹۰

میں اپنا اور اپنوں کی تباہی و بربادی دیکھ رہا ہوں (۱)

ہاں ، امام علیہ السلام چاہتے تو پیسے سے لوگوں کو خرید سکتے تھے اگر چاہتے تو چاپلوسی ، اور احکام خدا سے چشم پوشی کر کے قبیلوں کے بڑے اور قدرتمند افراد کو اپنی طرف کھینچ سکتے تھے ، لیکن ان تمام امور میں اپنی اور اپنے دین و آخرت کی تباہی دیکھ رہے تھے ، انہوں نے کبھی برائی کو ہاتھ نہیں لگایا کیونکہ اپ پاکیزگی کی تمام چاشنی کو گہرائی سے چکھے ہوئے تھے ، کیا معاویہ نے خون عثمان کے انتقام کے لئے امام (ع) سے جنگ کی تھی ؟

کیا تمام مسلمانوں کی بستیاں جیسے سرزمین عراق ، حجاز ، حتی یمن قتل عثمان میں شریک تھیں ؟ ایا ہزاروں شامی لٹیروں نے خون عثمان کے انتقام میں جو ایک شخص سے زیادہ نہ تھا قتل کیا ؟ کیا عثمان کے خون کے گناہ میں اسیر کی گئی مسلمانوں کی عورتوں اور قتل کئے گئے چھوٹے بچے کے کاندھوں پر تھا ؟

بر گز نہیں

لیکن معاویہ باپ کی وصیت کے مطابق اپنی جاہ طلبی و حکومت کی تلاش میں تھا اسکی ارزو اسلام کی وسیع و عریض سر زمین پر حاکم بننے کی تھی۔

معاویہ نے اس بدف تک پہنچنے کے لئے ہر وسیلہ کو استعمال کرنا ، روا جانا اور ہر برائی کو بے دریغ انجام دیا۔

حقیقت میں قصاص خون عثمان کا مدعی اپنے مقصد کو بروئے کار لانے کے لئے بہانہ تھا کہ جس سے اس نے فائدہ بھی اٹھایا ، یہ تمام چیزیں امام علی (ع) کے زمانے میں معاویہ کے ایک بڑے نقشے کی چھوٹی سی جھلکی تھی جسکو ہم نے اپکی خدمت میں پیش کیا ہے۔

۱۔ یعقوبی ج ۲ ص ۱۴۲

معاویہ امام حسن (ع) کے زمانے میں

جب امیر المومنین (ع) ابن ملجم کی تلوار سے شہید ہو گئے اور مسلمانوں نے اپنی تاریخ میں دوسری مرتبہ ایک آزاد بیعت کر کے امام حسن (ع) کو اپنا خلیفہ بنا لیا تو آپ نے ایک خط معاویہ کو تحریر کیا اور اس سے اطاعت و بیعت کا مطالبہ کیا ، کیونکہ ایک طرف امام برحق تھے دوسری طرف لوگوں نے اپکی بیعت کر لی تھی ، لیکن جیسا کہ آپ حضرات جانتے ہیں کہ۔

معاویہ نے جس طرح سے اپنی تمام عمر میں حق کی پیروی نہیں کی اسی طرح نہیں چاہتا تھا کہ حق کے سایہ میں جائے۔ یہی وجہ تھی جو اس نے امام حسن (ع) کی بیعت نہیں کی۔ اور آپ سے جنگ کرنے کے لئے ایک لشکر عظیم کے ساتھ عراق کی طرف روانہ ہو گیا۔ امام مجتبیٰ (ع) بھی سربراہ کفر و جاہلیت کا مقابلہ کرنے کے لئے اپنی فوج کے ساتھ کوفہ سے نکل پڑے۔

مقدمۃ الجیش کے عنوان سے اپنے چچا زاد بھائی عبید اللہ بن عباس کو عراق و کوفہ کے بہترین بارہ ہزار سپاہیوں کے ساتھ روانہ کیا۔ اور انکے ساتھ فدا کار و مومن شجاع قیس بن سعد کو بھیجا۔

امام علیہ السلام نے عبید اللہ بن عباس سے کہا کہ برگز قیس سعد بن کی رائے کو رد نہ کرنا اور تمام امور میں انکی نظر کو مقدم رکھنا۔

چند دنوں بعد لشکر نے امنے سامنے پڑائو ڈالا نیز چھوٹی موٹی جھڑپیں بھی ہوتی رہی۔ لیکن معاویہ بجائے جنگ کے چاہتا تھا کہ چالاکئی و دھوکہ دھڑی سے کام لے۔ اسی لئے ایک ایسا پروپیگنڈہ کیا کہ لشکر امام (ع) کی بنیاد متزلزل ہو گئی۔

شب کے سنائے میں عبید اللہ بن عباس کے پاس معاویہ کا ایک ایلچی آیا۔ اس نے معاویہ کا پیغام دیا کہ حسن (ع) نے ایک خط صلح کرنے کے لئے ہمارے پاس بھیجا ہے اگر تم اس وقت ہماری اطاعت کو قبول کر لو گے تو ہم تم کو والی و حاکم بنا دینگے اگر اس پیشنہاد کو ٹھکرائو گے اور مسئلہ صلح اشکار ہو جانے کے بعد ہمارے پاس آئو گے تو دوسروں کی طرح تمہیں بھی مقام و ریاست نہیں دیں گے اور سوائے کف افسوس کے کوئی چارہ نہیں رہے گا، اگر اس وقت ہمارے بمنوا بن جائو گے تو دس لاکھ درہم تمہیں دینگے جو کہ پہلی تھیلی پانچ لاکھ درہم کی ابھی تمہارے ہاتھوں میں پہنچ جائے گی اور باقی جب ہماری فوج کوفہ میں پہنچ جائے گی تو تمہیں دیدیگی۔

۹۲

عبید اللہ شب کے سنائے میں معاویہ کے دام فریب میں آگئے جو ہوا پرستوں کو ڈانوا ڈول کرنے کے لئے کافی تھا۔

عبید اللہ سوچنے لگے کہ معاویہ کی باتیں صحیح و درست ہیں۔ جب امام (ع) صلح پر آمادہ ہو ہی گئے ہیں تو ہمارے لئے سوائے دو راہوں کے کچھ نہیں ہے۔

اگر معاویہ کی طرف جاتے ہیں تو احترام و اکرام اور دولت و ثروت ہے۔ اگر اپنی جگہ پر قائم رہتے ہیں تو جان کا خطرہ اور جنگ کی زحمت ہے۔ پھر ہم کیوں قتل ہوں اور زحمت جنگ کو برداشت کریں۔ یہی شیطانی اور تاجرانہ فکر تھی جو عبید اللہ کو لے ڈوبی۔

چنانچہ رات کی تاریکی میں ایک دستہ کے ساتھ لشکر اموی سے جا ملے اور لشکر بغیر سردار کے ہو گیا (۱۱)

انہیں ایام میں معاویہ نے جو دوسری چال چلی وہ یہ تھی کہ مخفیانہ طور سے ایک سفیر کو عمر و بن حریت، اشعث بن قیس۔ حجار بن ابجر اور شبت بن ربیع کے پاس بھیجا۔ یہ تمام لوگ قبائل کو فہ کے سردار اور لوگوں میں اچھا رسوخ تھا۔ مگر اہلبیت (ع) سے دشمنی رکھنے کی وجہ سے کوئی خاص اہمیت کے حامل نہ تھے، معاویہ کے جا سوس نے ہر ایک کو اس طرح پیغام دیا کہ اگر تم لوگوں نے حسن (ع) بن علی (ع) کو قتل کر دیا تو ابھی ایک لاکھ درہم نیز لشکر شام کی سرداری اور حاکم شہر نیز اپنی بیٹیوں کو اس کام کے عوض میں

دینگے۔ اسکی خبر امام حسن (ع) کو معلوم ہوئی تو اپ اپنے لباس کے اندر زرہ پہننے لگے تاکہ ناگہانی حملے سے بچ سکیں حتی امام (ع) اسی حالت میں نماز بھی پڑھتے تھے اور زرہ کو ایک لمحہ کے لئے بھی جسم سے جدا نہیں کرتے تھے۔ امام (ع) کا یہ احتیاط بجا تھا کیونکہ انہیں میں سے ایک ضمیر فروش نے انحضرت (ع) پر حالت نماز میں تیر سے نشانہ بنایا تھا لیکن چونکہ امام حسن (ع) کے جسم پر زرہ تھی لہذا تیر نے اپنا کام نہیں کیا اور امام علیہ السلام بچ گئے (۲)

یعقوبی لکھتے ہیں:

معاویہ نے جاسوسوں کا ایک گروہ لشکر امام (ع) میں چھوڑا تاکہ انحضرت(ص) کے لشکر میں یہ پروپیگنڈہ کریں کہ قیس بن سعد جنہوں نے عبید اللہ بن عباس کے لشکر کی سرداری کا عہدہ سنبھال لیا تھا معاویہ سے صلح کر لی ہے۔

۱۔ مقاتل الطالبین ص ۶۵
۲۔ بحار الانوار ج ۱۰ ص ۱۰۷

۹۳

دوسری طرف ایک جاسوسی دستہ کو قیس کے لشکر میں چھوڑا تاکہ اس بات کا پروپیگنڈہ کریں کہ امام (ع) معاویہ سے صلح کرنے پر تیار ہو گئے ہیں۔

معاویہ نے اس حربہ سے کوشش یہ کی کہ دونوں لشکروں کے نظم و نسق اور اتحاد کا شیرازہ بکھیر دیں اور ان کے لشکر کے مختلف دستوں کو فکر و عمل میں الجھا کر رکھ دیں۔

معاویہ نے دوسری چالاکی یہ کی کہ۔ ایک حکومتی وفد کو امام (ع) کے پاس روانہ کیا جو ان لوگوں پر مشتمل تھا ، مغیرہ بن شعبہ ، عبد اللہ بن عامر ، عبد الرحمن بن حکم ، یہ تمام حضرات شہر مدائن میں جو امام (ع) کے فوجی افسروں کا اڈہ تھا امام حسن (ع) سے ملاقات کی اور گھنٹوں بات کرنے کے بعد یہ لوگ بنستے ہوئے نکلے ، اور ایک دوسرے سے بلند آواز میں گفتگو کر رہے تھے تاکہ سبھی لوگ باتوں کو سن لیں ان لوگوں نے کہا ، خدا وند کریم نے پسر رسول (ص) کے ہاتھوں لوگوں کے خون کو بہنے سے بچا دیا ، اور فتنہ و فساد کی آگ کو خاموش کر کے صلح و اشتی کو قائم کر دیا۔

جب ان باتوں کو لشکر امام (ع) نے سنا تو بہت حیرت میں پڑ گیا ، خاص طور سے وہ لشکر جس کو خود امام (ع) نے تیار کیا تھا ، کیونکہ جن لوگوں نے صرف جنگ کرنے کو سوچا تھا اور امام (ع) کے ساتھ اسی لئے ہوئے تھے کہ معاویہ سے جنگ کرنے کے لئے جائینگے وہ امام (ع) کی قدر و منزلت اور انکی ربریت کو مان کے تھوڑے ساتھ ہوئے تھے ۔ ورنہ معاویہ جیسے ظالم و جابر کا نمائندہ مغیرہ بن شعبہ جو سیاست کار اور بد کار تھا اسکی باتوں میں اجاتے ؟

یہی وجہ تھی کہ وہ لوگ انکی باتوں کو سنتے ہی اس طرح اگ بگولا ہوئے کہ چاروں طرف سے سردار لشکر کے خیمہ پر حملہ کر دیا اور سارا مال و اسباب لوٹ لیا۔

امام علیہ السلام ان لوگوں سے بچنے کے لئے گھوڑے پر سوار ہوئے اور حاکم مدائن کے گھر کی طرف چل دیئے

شہر مدائن کے نزدیک خوارج کا ایک شخص بنام جراح بن سنان اسدی اندھیری گلی میں چھپا ہوا تھا تاکہ امام (ع) پر حملہ کر کے انکو قتل کر دے لہذا جس وقت امام حسن (ع) کا کوچہ سے گذر ہوا تو اس نے خنجر سے ایسا حملہ کیا کہ اپکی ران پر زخم لگا اور اپ بری طرح زخمی ہو گئے۔

امام (ع) کے وفادار ساتھیوں نے اسکو وہیں پکڑ لیا اور اسی مقام پر قتل کر ڈالا

امام علیہ السلام کو مدائن کے دار الامارہ لیجایا گیا تاکہ اپ کے زخم کا مداوا ہو سکے۔ اپ کے جسم سے اس قدر خون بہہ گیا

تھا کہ اپ کافی کمزور ہو گئے ، اسی وجہ سے صحتیاب ہونے میں کافی وقت لگا

لشکر بھی بغیر سردار کے ہو گیا تھا بلکہ ان لوگوں نے صحیح معنوں میں حقیقی ہدف کو نہیں پہنچانا تھا اور نہ ہی حوادث زمانہ میں ثابت قدم رہے تھے ورنہ تتر بتر نہ ہوتے (۱)

طبری اس واقعہ کو یوں بیان کرتے ہیں

جب لوگوں نے امام (ع) کی بیعت کر لی تو آپ ان لوگوں کو لیکر معاویہ سے جنگ کرنے کے لئے کوفہ سے نکلے اور مدائن کی طرف حرکت کی ، مدائن پہنچنے کے بعد لشکر کی جمع اوری کرنے میں مشغول ہو گئے اچانک ایک آواز بلند ہوئی کہ آگاہ ہو جائو کہ قیس بن سعد مار ڈالے گئے اس آواز کا بلند ہونا تھا کہ فوج میں بھگڑ مچ گئی ، فتنہ پروروں نے موقع غنیمت جانا اور امام (ع) کے خیمہ پر چڑھائی کر دی یہاں تک کہ انحضرت (ص) کے پیرکے نیچے سے چٹائی کو چھین کر بھاگ کھڑے ہوئے (۲)

ایک روایت کے مطابق انحضرت (ص) کی کنیزوں کے پا زیب اتار کر لے گئے (۳)

طبری مزید لکھتا ہے:

امام (ع) کی بیعت کو زیادہ دن نہیں گزرے تھے کہ آپ پر حملہ ہوا جس کی وجہ سے آپ بری طرح زخمی ہو گئے۔

مشہور ادیب و مورخ ابو الفرج اصفہانی لکھتے ہیں:

معاویہ نے اپنے آدمی کو امام حسن کے پاس صلح کرنے کے لئے بھیجا آپ نے اس سلسلے میں چند شرطیں رکھیں جن میں کچھ یہ ہیں

۱۔ پہلے کی طرح کسی کو اذیت نہ دیا جائے

۲۔ شیعان امیر المومنین (ع) کو آزاد چھوڑا جائے

۳۔ حضرت علی (ع) پر سب و شتم نہ کیا جائے

۱۔ یعقوبی ج ۲ ص ۱۵۶

۲۔ طبری ج ۶ ص ۶۹

۳۔ بحار الانوار ج ۱۰ ص ۱۱۶ بہ نقل ابن ابی الحدید

امام حسن (ع) نے صلح اس لئے کر لی کہ ایک طرف معاویہ کی مکارانہ چال تھی تو دوسری طرف اہل کوفہ کی سستی لہذا جب معاویہ نے صلح کرنے کے بعد علوی مرکز خلافت کوفہ پر قدرتمندانہ انداز میں قدم رکھا تو جلسہ عام کو ان الفاظ میں خطاب کیا ۔ خدا کی قسم ، ہم نے تم لوگوں سے نماز روزہ و حج و زکاة کی خاطر جنگ نہیں کی تھی ، تم لوگ تو خود اس کام کو انجام دیتے ہو ،

بلکہ میں نے جنگ اس لئے کی تھی کہ تمہارے اوپر حکومت کروں خداوند عالم نے میری دلی تمنا پوری کر دی درانحالیکہ تم لوگ اس پر راضی نہیں ہو (۱) پھر بے جھجک کہا کہ ، اگاہ ہو جائو جو کچھ ہم نے حسن (ع) سے عہد و پیمانہ کیا تھا اب یہ دونوں میرے قدم تلے جاتے ہیں (۲)۔)

صلح کے اسباب و علل

جس طرح قیام امام حسین (ع) دین کی بقاء اور اسلام کی حقیقی تصویر کو باقی رکھنے میں موثر ثابت ہوا ہے اسی طرح صلح امام حسن (ع) دین کی بقاء نیز اسلام حقیقی کو زندہ رکھنے میں کافی موثر ثابت ہوئی ہے۔

ہم نے اس کتاب کی تمام بحثوں میں حتی الامکان اختصار سے کام لیا ہے لہذا صرف وجوہات کو اپ حضرات کی خدمت میں پیش کر رہا ہوں جو مختلف جہات سے ضروری و لازم ہیں ، البتہ ان علتوں کی تفصیل کے لئے خود ایک مستقل کتاب کی ضرورت ہے ، جسکو چند سطروں کے اندر بیان کرنا بہت مشکل ہے۔

۱۔ آپ نے پہلے ملاحظہ فرمایا کہ ، معاویہ نے عثمان کے خون الود کرتہ سے کس طرح ماہرانہ انداز میں فضا کو مکدر کیا اور کوشش کی کہ امام (ع) کے پاک و مقدس دامن کو قتل عثمان سے متہم کر کے داغدار کر دے ، وہ اہل شام کی اچھی خاصی جمعیت، خلیفہ مظلوم کے خون کا بدلہ لینے کے لئے اکٹھا کر کے انحضرت (ص) اور ان کے ساتھیوں کو جنگ کرنے کے لئے میدان صفین میں لے آیا ، اس نے اپنے امور کی اساس جھوٹ ، فریب اور چالاکی پر رکھی تھی ، اسکے ذریعہ چاہتا تھا کہ تمام سر زمین اسلامی کے سادہ لوح افراد کو کم و بیش دھوکہ دیدے یا کم از کم شک و تردید میں ڈال دے حتی عمار یاسر جیسے

۱۔ مقاتل الطالبین ص ۷۰ ، تاریخ ابن کثیر ج ۸ ص ۱۳۱ ، شرح ابن ابی الحدید ج ۴ ص ۱۶

۲۔ مقاتل الطالبین ص ۶۹ ، شرح ابن ابی الحدید ج ۴ ص ۱۶

انسان کا وجود جو اس زمانے میں لشکر علوی (ع) کی حقانیت کی دلیل تھے اور جو بھی ان سے ٹکراتا ، حدیث رسول (ص) کے لحاظ سے گمراہ و باغی ہوتا اس نے بھی سادہ لوح افراد اور معاویہ کی نیرنگی و مکاری کے مقابلہ میں سو فیصد فائدہ نہیں پہونچایا تھا ، لہذا ضروری تھا کہ ایک ایسا کام کیا جائے تاکہ معاویہ

اپنی مکارانہ چال سے بابر ائے اور اسکی سیابکاری و بد کاری ظاہر ہو جائے۔

صلح امام حسن (ع) نے اساسی و بنیادی کام یہی کیا جسکو اوپر بیان کیا جا چکا ، جو معاویہ کی پہلی بد کرداری و سپاہ اندیشی کی نشاندہی کرتی ہے۔

یہ تمام خون کا دریا اور غارتگری کا بازار جو قصاص خون عثمان کے نام پر زمین پر بہایا اور انجام دیا گیا حقیقت میں معاویہ کی جاہ طلبی اور اسکی ریاست خواہی تھی۔

معاویہ کی تمام کوششیں سو فیصد جوش و جذبہ مادی اور ریاست و حکومت کی خاطر تھی اور بس، انتقام خون عثمان کی داستان جھوٹی نمائشے اور چالاکئی کے علاوہ کچھ نہ تھی ، یہ مسئلہ جب یہاں تک پہنچ گیا اور رفتہ رفتہ لوگوں کو احساس ہونے لگا تو زیادہ دن نہیں گذرا تھا کہ لوگ عدل و مساوات اور حکومت علوی کی طرف بھاگنے لگے ، یہاں تک کہ جو شام میں پناہ گزین تھے اور معاویہ کے عقیدتمندوں میں تھے ہر روز گوشہ و کنار سے خاندان علی (ع) کی فرد کی رہبری میں امویوں کے خلاف ہنگامہ کھڑا کرنے لگے (۱)

حقیقت میں حکومت معاویہ کے زمانے میں اور اسکے بعد والے سربراہان مملکت نے اتنی تباہی و بربادی اور جنایت عظیم کا بازار گرم کیا کہ مخالفین نے بھی احساس کیا کہ حکومت علوی (ع) تمام عدالت و مساوات کے لحاظ سے تنہا حکومت تھی اگر چاہتی تو ہم لوگوں کو سعادت حقیقی تک پہنچا دیتی۔

۲۔ دوسرا مسئلہ جو بڑا عامل صلح کے لئے بناوہ سپاہ کوفہ کی تساہلی اور فکر و عمل میں نا ہما ہنگی تھی ، آپ نے اس سے پہلے ملاحظہ فرمایا کہ یہی لشکر اتنا قوی تھا کہ اس نے معمولی سی بات پر ہزاروں آدمیوں پر مشتمل فوج کو درہم و برہم کر کے انکے نظم و اتحاد کو بکھیر دیا تھا اور سبط رسول (ص) کے قتل کی سازش کو ایک معمولی حادثہ سمجھا تھا کہ اگر اس راہ میں موانع پیش نہ

۱۔ مقاتل الطالبین ص ۱۱۷ ، ۵۱ ، مقالات اسلامیین ج ۲ ص ۱۶۶

اتے تو ممکن تھا کہ معاویہ کا تمام نقشہ باور ہو جاتا۔

ان مطالب پر غور کرنے کے بعد واضح ہو جاتا ہے کہ معاویہ نے پہلے چند سردار

لشکر کو خرید ا جیسا کہ تیر اندازی کے واقعہ میں دیکھا گیا ، پھر امام حسن (ع) کو انکی سپاہ کے ذریعہ قید کروا یا اسکے بعدبڑی منت و سماجت کے بعد ازاد کیا یہ رسوائی ائمہ اہلبیت اور ربیران معصوم (ع) کے دامن پر تا ابد رہے گی کہ جنہوں نے کفر و نفاق کے جانے پہچانے چہروں کو فتح مکہ کے موقع پر ازاد کیا تھا وہ اج اپنی جان کے لئے خاندان اموی کے مدیون ہو گئے (۱۱)

۳_ جنگ صفین میں حضرت امیر المومنین کے ہمراہ (جیسا کہ ائندہ بیان ہو گا) اکثر اصحاب رسول (ص) تھے جن کی تعداد مورخین نے دو ہزار سے زیادہ بتائی ہے۔

ستر بدر کے جنگجو تھے جو پیغمبر اسلام (ص) کے قدیم صحابی تھے ، سات سو یا اٹھ سو وہ افراد تھے جنہوں نے بیعت رضوان میں شرکت کی تھی اور قران مجید میں خدا وند عالم نے ان لوگوں کی تعریف و تمجید بھی کی ہے۔

مہاجرین و انصار میں سے چودہ سو افراد وہ تھے جنہوں نے جنگ صفین میں شرکت کی تھی (۱) یہ تمام لوگ رسول (ص) کے زمانے کو دیکھے بھی تھے اور نزول قران کے وقت موجود بھی تھے اور اسلام حقیقی کو خود پیغمبر سے لیا پھر برسوں امیر المومنین (ع) کی خدمت میں رہے جو خود مجسمہ اسلام اور بمدوش قران تھے۔

لیکن معاویہ کے ساتھ انصار و مہاجرین کے بد نام زمانہ دو آدمی کے سوا کوئی نہ تھا ، اس نے ان ضمیر فروشوں کے ذریعہ اسلام کے خلاف اپنی خواہشات نفسانی کے مطابق یہ نقشہ تیار کیا کہ سادہ لوح افراد کے دلوں میں اسلام کے خلاف بغض و کینہ کو بھر دے ، ہاں ، اس نے ابو ہریرہ ، انس بن مالک ، مغیرہ بن شعبہ ، عمرو بن عاص ، عبد اللہ بن عمر و اور خاص طور سے ام المومنین عائشہ کی مدد سے ایک جعلی حدیث کا بڑا کار خانہ معرض وجود میں لایا ، ان تمام ہوا پرستوں نے معاویہ کی حکومت کے زمانے میں متعدد کوششیں کیں کہ اسلام کے اصلی خد وخال کو داغدار کر دیں اور اکثر حدیثیں ابو ہریرہ ، انس بن مالک اور عبد اللہ بن عمر نے مختلف میدانوں میں گڑھیں اگر اہلبیت (ع) کے فدا کاروں کی جد و جہد نہ ہوتی تو اسلام صفحہء بستی سے مٹ گیا ہوتا اور کفر و جاہلیت کی تمام ناپاک تمنائیں رائج ہو جاتیں۔

امام حسن (ع) نے معاویہ سے جنگ کرنے کے بجائے جو صلح کر لی اسکی وجہ صرف یہ تھی کہ انحضرت (ص) نے اسکے ذریعہ سے اکثر اصحاب رسول (ص) و یاران امیر المومنین (ع) کو موت کے منہ سے نکال لیا ، کیونکہ اگر امام حسن (ع) معاویہ سے جنگ کر لیتے تو آپ کے لشکر میں وہ افراد تھے جو مومن حقیقی تھے اگر میدان جنگ میں چلے جاتے تو اس کا مطلب یہ تھا کہ سارے کے سارے مار ڈالے جاتے یا خاتمہ جنگ کے بعد معاویہ کے ہاتھوں اسیر ہو کر خون عثمان کے جرم میں تہ تیغ کر دیئے اتے ، اور معاویہ اطمینان کے ساتھ حقائق اسلام کو توڑ مڑوڑ کے پیش کرتا اور اسکو کوئی روک ٹوک کرنے والا بھی نہ ہوتا اس مقدمے کے بعد اتنا تو ضرور واضح ہو جاتا ہے کہ اسلام حقیقی کی صورت کو تحریف سے بچانے کے لئے صلح کے علاوہ کوئی چارہ نہ تھا۔

یہی وہ راستہ تھا جو حضرت امام حسن (ع) نے اپنایا اور مرتے دم تک اس پر ثابت قدم رہے۔

فصل سوم

دشمنوں کے ساتھ نرمی

معاویہ کسی طرح حکومت پر بیٹھ گیا ، حضرت علی (ع) کے شہید ہو جانے اور امام حسن (ع) کے صلح کی وجہ سے اسکی راہ کی تمام اڑ چنیں ختم ہو گئیں ، لیکن معاویہ کو دوسرا مسئلہ جو کھائے جا رہا تھا اور اس کا حل نکالنا بہت ضروری تھا وہ یہ تھا کہ تمام سر زمین اسلامی میں جو شام کے لٹیروں نے قتل و غارتگری کا بازار اسکے حکم سے گرم کر رکھا تھا نیز اسکے بعد قصاص خون عثمان کے نام پر اکثر گھروں کو خاک و خون میں غلطاں کر کے باپ بھائی بیٹے سبکو داغدار کر دیا تھا اور اسکی وجہ سے لوگوں کے دل بغض و کینہ سے بھر گئے تھے۔

ایسے حالات میں اس (معاویہ) نے ایک نئی سیاست اپنائی اور وہ نیکی و بردباری تھی خواہ سامنے دشمن ہی کیوں نہ ہو۔

کیونکہ اسکو ہر لمحہ خطرہ تھا کہ عراق و حجاز میں رہنے والے مسلمان کہیں

شورش بر پا نہ کر دیں اور رات دن کی محنت سے حاصل ہوئی حکومت ہاتھ سے نکل نہ جائے۔

یعقوبی لکھتے ہیں:

معاویہ ۴۱ھ میں شام واپس آیا تو اسی وقت بری خبر موصول ہوئی کہ رومیوں کا ایک بڑا لشکر سر زمین اسلام کی طرف اربا ہے ، اس خبر نے حکومت دمشق کی چولیں ہلا کر رکھ دی ، کیونکہ ایک طرف ان تمام مسلمانوں سے خطرہ تھا جو بلاد اسلامی میں جی رہے تھے ، دوسری طرف یہ بری خبر پہنچ گئی۔ ان تمام خطروں نے معاویہ کے اعصاب کو جھنجوڑ کر رکھ دیا اب ایسی صورت میں کیا کیا جائے ؟

معاویہ نے یہ کیا کہ اپنے ایک نمائندہ کو امیرا طور روم کے پاس بھیجا اور اسکو سرخ سونے کا ایک لاکھ درہم دیا تاکہ واپس چلا جائے اور ذلت و رسوائی سے چھٹکارا مل جائے (۱)

معاویہ نے اپنی حکومت کے زمانے میں سیاست داخلی کی بنیاد خاطر و مدارات پر رکھی تھی تاکہ اسکے ذریعہ اپنی حکومت کی

۱۔ تاریخ یعقوبی ج ۲ ص ۲۱۷ ، دولة العربیہ ص ۸۶

۱۰۰

بنیاد مستحکم و مضبوط بنا سکے (۱)

مگر مظلومیت عثمان کی داستان جو اسکی تمام ہنگامہ ارائیوں کے لئے بہانہ تھی حکومت کے ہاتھ اتے ہی ایسے بالائے طاق رکھ دی گئی جیسے ایسی کوئی بات ہوئی نہیں تھی ؟

ابن عبد ربہ اندلسی لکھتے ہیں

"معاویہ حکومت پر قبضہ کرنے کے بعد مدینہ آیا تو عثمان کے گھر بھی گیا ، عائشہ بنت عثمان نے جب معاویہ کو دیکھا تو باپ کی مصیبت کو یاد کر کے رونا شروع کر دیا ، وہ اسکے ذریعہ چاہتی تھی کہ اپنے باپ کے خون کا بدلہ لینے کے لئے معاویہ کو یاد دہانی کرائے ، مگر معاویہ پر اس چیخ و فریاد کا کوئی اثر نہیں پڑا اور بڑے اطمینان سے کہا:

اے بھائی کی اولاد ، لوگوں نے زمام حکومت ہمارے ہاتھوں میں دے دی ہے جس کی وجہ سے ہم نے بھی انکو امان دیدیا ہے ، ہم نے اپنے غضب کو برد باری کے لباس میں چھپا رکھا ہے اور ان لوگوں نے اپنے بغض و کینہ کو ذلت کے سایہ میں پنہاں کر رکھا ہے۔

ہر آدمی اپنے ہمراہ تلوار بھی رکھتا ہے اور اپنے رفیق و دوست کو اچھی طرح سے پہچانتا بھی ہے اگر ہم لوگوں نے عہد شکنی کر کے اپنی رفتار کو بدل ڈالا تو یاد رکھو وہ لوگ بھی دوسرا بھیس بدل کر ہم سے مقابلہ کے لئے اجائینگے ، پس ایسی صورت میں جبکہ ہم اپنی قسمت سے آگاہ ہیں اور نہ ہی اس بات کا یقین ہے کہ ہنگامہ آرائی و سرکشی کا فائدہ ہمارے حق میں ہو گا یا ان لوگوں کے حق میں۔

بہتر ہے کہ خاموش رہیں کہ اگر ہماری حکومت قائم رہی تو تم دختر خلیفہ کی حیثیت سے رہو گی اور اگر حکومت ہاتھوں سے نکل گئی تو تم ایک عام عورت کی حیثیت سے پہچانی جاؤ گی (۲)۔

۱۔ ابن کثیر ج ۷ ص ۱۳۱
۲۔ عقد الفرید ج ۳ ص ۱۲۶ چاپ مصر۔ ۱۳۳۱ ، ابن کثیر ج ۸ ص ۱۳۲ ، البیان التبین ج ۲ ص ۱۸۲

تہذیب و تمدن

۱۰۱

عرب کے مکار معاویہ کے جال میں

معاویہ نے اپنی حکومت کو ٹھوس کرنے کے لئے جو دوسرا کھیل کھیلا وہ یہ تھا کہ مکار و حیلہ گر افراد کو شہر کے گوشہ و کنار سے بلوا کر جاہ و جلال اور دولت و ثروت یا دوسرے راستے سے انکو خریدنا شروع کر دیا ، اور ان لوگوں کو اپنی حکومت کے مفاد میں استعمال کیا ، معاویہ نے اپنی سیاست کی بنیاد اس پر رکھی کہ بیت المال کے خزانے کو بزرگان قریش اور رئیسان شہر کی جھولی میں ڈال دیا تاکہ اسکے ذریعے گذشتہ دنوں کے کینے ختم ہو جائیں اور ان لوگوں کا دل اس سے قریب ہو جائے ، وہ خوب جانتا تھا کہ لوگ بندہ زر ہیں اور قلب حطام دنیا کا خریدار ہے۔

طبری لکھتے ہیں:

"کچھ سردار قبائل جن میں حتات بن یزید مجاشعی بھی تھا معاویہ کے پاس آئے ، معاویہ نے سبکو ایک ایک لاکھ دینار دیا مگر حتات بن یزید کو صرف ستر ہزار دینار دیا۔

جب یہ لوگ شام سے جانے لگے تو ہر ایک نے اپنی اپنی تھیلی کا جائزہ لیا اور ایک دوسرے کو اپنا اپنا مبلغ بتایا ، حتات جسکو معاویہ نے ان لوگوں سے کم رقم دی تھی وہ اس حرکت سے اتنا ناراض ہوا کہ اسی مقام سے واپس آیا اور معاویہ کے پاس گیا اور اسکو دل کھول کر سنایا کہ تم نے کس بناء پر ان لوگوں سے کم رقم مجھے دی ہے۔

معاویہ نے کہا ہاں ، ہم نے ان لوگوں سے انکے دین کو خریدا ہے اسی بناء پر انکو ایک جیسی رقم دی ہے لیکن تم کو اس لئے ان سے کم دیا کہ میں جانتا ہوں کہ تم عثمان کے عقیدتمندوں میں سے ہو ، حتات نے کہ ، اگر ایسی بات ہے تو پھر مجھ سے بھی میرے دین کو خرید لو۔

معاویہ نے حکم دیا کہ جو رقم کم دی گئی تھی اسکو پورا کر دیا جائے۔

وہ لوگ جو معاویہ کے دام زریں میں پھنس گئے اور نئی حکومت اموی کی بنیاد کو مستحکم کرنے میں جٹ گئے ان میں مغیرہ بن شعبہ اور عمر و بن عاص بھی تھے۔

معاویہ نے عرب کا مشہور و معروف مکار مغیرہ بن شعبہ کو حکومت کوفہ کے لئے منصوب کر دیا اور عمر و عاص کو مصر کی حکومت دیکر اپنے جال میں پھنسا لیا ، اور عمر و عاص نے اس سلسلہ میں شرط رکھی کہ جب تک زندہ رہوں گا اس شہر کی

۱۰۲

باگ ڈور ہمارے ہاتھوں میں رہے گی ، مزید اس جگہ کا ٹیکس بھی ہمارے پاس رہے گا۔

لیکن ان کے درمیان ایک زبر دست مکار تھا جو معاویہ کے چنگل میں نہیں اپا رہا تھا ، جسکے وجود سے حکومت اموی کو بہت بڑا خطرہ لاحق تھا۔

اسی لئے معاویہ نہیں چاہتا تھا کہ اسکی ذات سے بے بہرہ رہے اور تمام تر سعی و کوشش یہی تھی کہ کسی صورت سے اس شخص کو جس کا نام زیادہ تھا اپنے پرچم کے سایہ میں لے آئے تاکہ اسکی مکارانہ چال سے اپنی حکومت کو مزید ٹھوس کر سکے ، اور اسکی ذات سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھا سکے۔

لہذا بجائے اسکے کہ دین و احکام اور فرمان الہی سے خوف کھائے ایک بہانہ ڈھونڈ نکالا ، در اصل معاویہ کی تمام زندگی میں دنیا کی دھوکہ دھڑی اور زودہنگام لذتوں نے اس پر حکمرانی کی ہے کہ اس مقام پر بھی سوائے دنیا پرستی کے اسکو کچھ نظر نہیں آیا ہے۔

زیاد بن ابیہ ، ظاہری اعتبار سے غلام عبید کا بیٹا تھا جس نے مشہور بد کار عورت سمیہ سے شادی کی تھی اور کچھ دنوں بعد اس سے زیاد پیدا ہوا اس طرح زیاد خاندان کے اعتبار سے عربی معاشرہ میں کوئی خاص اہمیت کا حامل نہیں تھا۔

زیاد کا باپ غلام تھا اور ایسا شخص پست شمار ہوتا تھا لہذا باپ کے غلام ہونے کی وجہ سے قبیلائی اعتبار سے عربی خون نہیں رکھتا تھا۔

باپ کا غلام ہونا اور غیر عرب ہونے کیوجہ سے زیاد اپنے کو ذلیل و حقیر سمجھتا تھا، اس بات نے اسکو بہت اذیت پہنچائی تھی اور رفتہ رفتہ حقیقت سے آگاہ بھی ہو گیا تھا لہذا اس سے چھٹکارا پانے کے لئے اسکے دل میں امنگیں کروٹیں لے رہی تھیں۔

معاویہ ان تمام مسائل سے بخوبی آگاہ تھا لہذا اس نے اپنے نقشہ کے تحت زیاد کی دکھتی رگ کو پکڑا اور اسکو پیشکش کی کہ وہ اپنا بھائی بنائے گا ، مگر ایک شرط پر کہ حکومت اموی کے زیر اثر اجائے اور سر پیچی و نا فرمانی سے باز آئے۔

زیاد نے ایک طرف نسب پر نگاہ دوڑائی تو مشہور ترین عرب معاویہ کا بھائی ہوتا نظر آ رہا تھا اور دوسری طرف اسکا باپ عبید غلام نہیں رہے گا بلکہ رئیس قریش ابو سفیان اس کا باپ کہلانے لگے گا وہ کل تک معمولی خاندان کی فرد تھا لیکن آج خلیفہ کا بھائی بن جائے گا۔

مسعودی اور ابن اثیر نیز دیگر مورخین نے خاندان اموی سے زیاد کے ملنے کی داستان اس طرح نقل کیا ہے۔

"زیاد کی ماں سمیہ عرب کا مشہور طبیب حرث بن کلدہ ثقفی کی کنیز تھی بدکاری میں مشہور زمانہ تھی شہر طائف میں پیشہ ور عورتوں کے درمیان ایک گھر لیا اسکی چھت پر سرخ رنگ کا جھنڈا لگایا جو طوائفوں کے اڈہ کی علامت تھا ، یہ جب حرث کی کنیز تھی تو رسم جاہلیت کے مطابق اپنی آمدنی سے اسکو کچھ رقم دیتا تھا کیونکہ وہ عبید کی زوجیت سے نکال کر لے آیا تھا۔

دور جاہلیت میں ابو سفیان کا طائف شہر سے جب گذر ہوا تو شراب فروش ابو مریم سلولی کے یہاں آیا اور اس سے اپنی خواہشات جنسی کا اظہار کیا ، ابو مریم نے کہا ، آیا سمیہ کو چاہتے ہو ؟

ابو سفیان نے کہا ، ارے اسی کو لے ائو تاکہ.....

ابو مریم نے سمیہ کو ابو سفیان کے پاس پہنچا دیا اور خود کمرہ سے باہر چلا آیا ، سمیہ اس سے حاملہ ہو گئی اور ۱۱ھ میں زیاد پیدا ہوا۔

جب حضرت امیر المومنین (ع) تخت خلافت پر ائے تو زیاد کی تقریر و شجاعت اور اداری امور میں ماہر ہونے کی وجہ سے فارس کی وسیع و عریض سر زمین کا حاکم بنا دیا ، یہاں پر خوب اچھے طریقے سے حکومت کو چلا رہا تھا ، یہ بات معاویہ کے لئے کافی تکلیف دہ ثابت ہو رہی تھی ، اس نے کافی خطوط زیاد کو لکھے اور ان خطوں میں امید بخش اور تہدید امیز باتیں بھی تحریر کیں ، یہاں تک کہ ایک خط میں ابو سفیان کا بیٹا بنانے کے لئے لکھا ، لیکن زیاد نے حکومت علوی(ع) کے رہنے تک کوئی خاص توجہ نہیں دی ، اور اسکے دام فریب میں نہیں آیا ، مگر جب حضرت امیر المومنین (ع) شہید کر دیئے گئے اور امام حسن (ع) نے جانگداز عوامل کی بناء پر صلح کر لی ، جسکے نتیجہ میں اکثر مملکت اسلامی معاویہ کے ہاتھ میں آگئی ؛ ایک فارس تھا جس پر زیاد کی حکمرانی تھی اس پر کسی کا بس نہیں چل رہا تھا ، تو معاویہ نے مغیرہ بن شعبہ کو بلایا جو زیاد کا قدیم دوست تھا پھر اپنی رائے کو پیش کیا کہ زیاد ایک طاقتور اور ہوشیار شخص ہے جو ابھی تک حکومت فارس پر برا جمان ہے ، اور اموال کثیر سے اپنی جگہ کو مستحکم کئے ہوئے ہے جسکی بناء پر ہمارا بس نہیں چل پا رہا ہے۔

ہمیں ہر لمحہ خطرہ ہے کہ کہیں لوگ خاندان رسول (ص) کی کسی فرد کی

بیعت کر کے بار دیگر ہم سے نبرد آزما نہ ہو جائیں۔

چنانچہ یہ تمام باتیں کہہ کر مغیرہ بن شعبہ کو زیاد کو اپنے چنگل میں لینے کے لئے روانہ کیا۔ مغیرہ معاویہ کی مکارانہ فکر کو لیکر اپنے دوست زیاد کے پاس پہنچا، ایک عرصے کے بعد جب دونوں گفتگو کے لئے بیٹھے تو مغیرہ نے زیاد سے کہا کہ، اسوقت

۱۰۴

جہان اسلام کے حالات دگر گوں اور گذشتہ کی نسبت کافی تبدیل ہو گئے ہیں، اور تنہا شخص جو خلافت کو حاصل کر سکتا تھا وہ حسن بن علی (ع) ہیں لیکن انہوں نے معاویہ سے صلح کر لی ہے لہذا قبل اسکے کہ تم پر کوئی خطرہ لاحق ہو اپنے لئے پناہ گاہ ڈھونڈھ لو۔

مغیرہ نے جواب دیا کہ، میری نظر میں بہتر یہی ہے کہ تم اپنے نسب کو خاندان اموی سے جوڑ کر معاویہ کے رشتہ دار بن جائو۔ زیاد نے کہا، گویا جڑ کو چھوڑ کر شاخ کو پکڑ لوں۔

دونوں کے درمیان اسی طرح کی گفتگو ہوتی رہی، لیکن زیاد کو قبیلائی اور خاندانی تعصب بہت ستا رہا تھا ان جرح و بحث نے زیاد کے وجدان و ضمیر کو کافی جھنجھوڑ کر رکھ دیا، خاص طور سے جب ذہن میں حکومت کا ہاتھ سے نکل جانا اور جان کا خطرہ میں پڑ جانے کا تصور کیا تو اس پر زیاد مات کہا گیا اور مغیرہ کی پیشنہاد کو قبول کر کے اپنی حکومت کو خیر آباد کر دیا اور دمشق کی طرف روانہ ہو گیا، جب زیاد نے اموی سلطنت میں قدم رکھا تو معاویہ کے حکم پر اسکی بہن (جویریہ) اس سے ملاقات کرنے گئی اور دوران ملاقات اپنے سر سے اوڑھنی ہٹا دیا اور کہا کہ، تم ہمارے بھائی ہو لہذا مجھ پر تم سے پردہ واجب نہیں ہے؟

ہم نے اس حقیقت کو ابو مریم سلولی سے سنا ہے، جو یرہ کی ملاقات نے زیاد کے اوپر اچھے تاثرات چھوڑے اور اسکے پس منظر میں معاویہ نے شہر دمشق کی جامع مسجد میں ایک جلسہ عام رکھا اس میں زیاد کو دعوت دی گئی نیز شاہدین کو بھی بلایا گیا جن میں ایک ابو مریم سلولی تھا۔

معاویہ نے ابو مریم سے کہا کہ تم کیسے اور کس چیز کی گواہی دو گے

ابو مریم سلولی کھڑا ہوا اور اس نے کہا کہ ، میں گواہی دیتا ہوں کہ دور جاہلیت میں جب میں شراب فروش تھا تو ایک روز ابو سفیان شہر طائف سے گذرا ، میرے پاس آکر اس نے اپنی خواہشات جنسی کو مٹانے کے لئے کہا، پیشہ ور عورت کی فرمائشے کی میں نے کہا ، اسوقت حرث کی کنیز سمیہ کے علاوہ کوئی نہیں ہے ،

ابو سفیان نے کہا _ اسی کو لے آؤ اگر چہ وہ ایک بد بودار و کثیف عورت ہے ، زیاد غصے میں آگیا اور کہنے لگا ، ابو مریم چپ ہو جاؤ تم گواہی دینے کے لئے آئے ہو نہ کہ برا بھلا کہنے کے لئے ؟

۱۰۵

ابو مریم سلولی نے کہا ، ٹھیک ہے اگر تم کو برا لگ رہا ہے تو ہم اس داستان کو بیان نہیں کریں گے لیکن میں نے جو کچھ دیکھا تھا اسکو بیان کیا ہے۔

خدا کی قسم ، ابو سفیان نے سمیہ کی استین پکڑی اور خالی کمرے میں لے جا کر دروازہ کو بند کر لیا اور میں اسی مقام پر بیٹھا رہا ، تھوڑی دیر بعد ابو سفیان کمرے سے باہر آیا تو میں نے کیا دیکھا کہ پسینہ میں شرا بور تھا ، میں نے کہا ، ابو سفیان یہ عورت کیسی تھی ؟

ابو سفیان نے جواب دیا _ ہم نے اس عورت کی طرح کسی کو نہیں دیکھا اگر چہ زیاد کھڑا ہوا اور لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا ، اے لوگو ، اس میں کیا سچ ہے اور کیا جھوٹ ہے مجھے نہیں معلوم لیکن جو کچھ جانتا ہوں وہ یہ بیکہ اگر میرا باپ عبید تھا تو ایک ایسا باپ تھا جونہایت شریف و نیک تھا اور اگر اسکو مربی مانا جائے تو وہ میرا حقیقی باپ تو نہیں تھا البتہ ایک اچھا مربی ضرور تھا ، جس نے زحمتیں برداشت کر کے مجھ پر احسان کیا ، البتہ گواہ حضرات اپنی بات کی حقیقت سے زیادہ آگاہ ہیں۔

یونس بن عبید ثقفی جو سمیہ کا بھائی تھا اپنی جگہ سے کھڑا ہوا اور اس نے کہا ، معاویہ رسول(ص) اسلام کا ارشاد گرامی ہے کہ بچہ شوہر کا ہوگا اور زانی کے لئے سنگساری ہے ،الولد للفراش و للزانی الحجر لیکن اس قانون کے ہوتے ہوئے تم نے ابو سفیان کے زنا کو ابو مریم کی گواہی پر حکم دیا ہے اور غیر شرعی فرزند کو اس کے حد کے بدلے میں بیٹا بنا رہا ہے جبکہ اس طرح کا قانون

نہ کتاب خدا میں ہے اور نہ ہی حدیث پیغمبر (ص) میں۔

معاویہ نے جب ماحول کو خطر ناک دیکھا تو ڈرا دھمکا کر کہا ، اے یونس اپنا منہ بند کر لو ورنہ ٹکڑے ٹکڑے کر دوں گا۔

یونس نے جواب دیا کہ ، ایا قتل کے علاوہ کچھ اور کر سکتے ہو۔

جب یونس نے معاویہ کی تہدید کو اٹل دیکھا تو خاموش ہو کر بیٹھ گیا اور کہنے لگا کہ ، ہم اپنے پروردگار سے طلب مغفرت کر لینگے اس واقعہ نے جہان اسلام میں کافی ہنگامہ مچایا ، اور شعراء عرب نے مذمت امیز اشعار کہے ، جن میں ایک عبد الرحمن بن حکم کا شعر ہے جس کا ترجمہ یہ ہے: معاویہ بن حرب سے کہہ دو کہ میں مرد یمانی ہوں، ایا ناراض تو نہ ہو جائو گے ، اگر یہ کہیں کہ تمہارا باپ عقیف و پاک دامن ہے۔ اور خوش ہو جائو گے اگر یہ کہا جائے کہ تیرے باپ نے (زیاد کی ماں سمیہ سے) زنا کیا تھا۔

۱۰۶

میں گواہی دیتا ہوں کہ تمہاری رشتہ داری زیاد سے اسی طرح ہے جس طرح ہاتھی کی گدھے کے بچے سے (۱)

مشہور دانشور اور مورخ ابن اثیر لکھتے ہیں:

زیاد کو ابو سفیان کا بیٹا قرار دینا یہ پہلا حکم تھا جو علنی طور پر شریعت مقدس کے قوانین کے برخلاف بیان کیا گیا ، جبکہ رسول اسلام (ص) کا ارشاد گرامی ہے کہ ، بچہ شوہر کا ہوگا اور زانی کے لئے سنگساری ہے۔ الولد للفراش وللعاهر الحجر (۲)

سنگین ٹیکس

جیسا کہ آپ نے پہلے ملاحظہ فرمایا کہ معاویہ نے اس وقت کے مکاروں کو مختلف ذریعوں سے اپنے قبضے میں کر لیا تھا۔

کسی کو عہدے دیکر کسی کو دولت و ثروت دے کر اور کسی سے رشتہ ناطہ جو رُک ان سبھوں کو کفر و جاہلیت کی فوج بنا کر اموی پارٹی سے ملحق کر دیا تھا۔

دوسری طرف طاقتور قبیلوں کے سرداروں نیز دشمنوں سے چاپلوسی ، نرم دلی ، بخشش اموال اور برد باری کا اظہار کر کے اس لئے ان لوگوں کو خاموش کر دیا تھا ، کہ یہ لوگ اسکی حکومت کے خلاف سازش نہ کر سکیں۔

البتہ اس کی ضمیر فروش حکومت کے اتے ہی شروع ہو گئی تھی ، لیکن جب ستون حکومت مضبوط ہو گیا اور ماحول سازگار ہو گیا تو اس وقت اپنے کینہ و عناد کو نکالنے کے لئے سارے حکمرانوں کو حکم دیا کہ تمام سر زمین اسلامی کے اموال جمع کر لئے جائیں تاکہ گذشتہ کی طرح روساء قوم کے پاس زر و جواہر نہ رہے (۳)

معاویہ کی طمع دن بدن بڑھتی جا رہی تھی ، چنانچہ مسلمانوں کے اموال کو بڑھانے کے لئے ایک نیا حیلہ تلاش کر کے ایک دن حکم دیا کہ ساسانی بادشاہوں کی زمینوں پر جو کوفے کے اطراف میں تھی اس پر کھیتی کی جائے اور اسکا خراج ہمیں بھیج دیا

۱_ ابن عساکر ج ۵ ص ۴۰۹ ، طبری ج ۴ ص ۲۵۹
۲_ مروج الذهب ، انساب الاشراف
۳_ تاریخ ابن اثیر ج ۳ ص ۲۰۲ ، سیر اعلام النبلا ج ۲ ص ۳۴۰

۱۰۷

جائے ، ان زمینوں کا سالانہ ٹیکس تقریباً پانچ لاکھ درہم ہوتا تھا۔

دوسری مرتبہ حکم دیا کہ بصرہ کے اطراف کی پیداوار بصرہ سے متعلق ہے اور اسکا حاکم عبد الرحمن بن ابو بکر ہے۔

تیسری مرتبہ امیر شام معاویہ نے یہ حکم دیا کہ _ ایام نوروز میں ایرانی، گذشتہ بادشاہوں کو تحفہ و تحائف دیتے تھے اس سال میرے پاس تحفے بھیجیں ، گویا وہ عصر جاہلیت کا امپراطور بنا ہوا تھا ، اور اپنے باپ کی وصیت کہ " خلافت کو بادشاہت میں تبدیل کر دینا" کو عملی جامہ پہنا رہا تھا۔

ایران و عراق کے غریبوں کو جو ایام نو روز میں تحفہ دینا ضروری تھا تقریباً لاکھوں درہم تک پہنچتا تھا (۱)

معاویہ نے صرف کوفہ و بصرہ کی پیداوار کو غصب نہیں کیا بلکہ یمن ، شام ، اور بین النہرین پر بھی ہاتھ مار کر ان زمینوں کو جو حکومتی تھیں بڑپ لیا ، اس

طرح اکثر بلاد اسلامی کی دولت و ثروت خاندان اموی اور معاویہ کے رشتہ داروں میں چلی گئی۔

معاویہ کی بٹ دھرمی اس قدر بڑھ گئی تھی کہ دو مقدس شہروں مکہ و مدینہ کو بھی نہیں چھوڑا اور ان دونوں شہروں سے اسکے پاس خرما اور گیہوں اتے تھے اسی میں فدک بھی تھا جو معاویہ نے مروان بن حکم کو دیدیا تھا (۲)

جب حکومت اموی مضبوط ہو گئی تو معاویہ کی سیاست بھی بدل گئی ابھی تک دشمنوں سے اچھے روابط تھے لیکن جب انکو دولت و ریاست کے ذریعہ رام کر دیا تو اپنے کینہ دیرینہ کو اشکار کیا ، لہذا جب مدینہ آیا اور بنی ہاشم اپنی مشکلات کو لیکر گئے تو انکو دیکھتے ہی کہنے لگا کہ _ کیا کام ہے آیا اس میں راضی نہیں ہو کہ ہم تمہارے خون کو (قتل عثمان کے باوجود) محترم جانے بوئے ہیں ؟

خدا کی قسم _ تم لوگوں کا خون بہانا جائز ہے ؟

معاویہ کا لب و لہجہ اتنا برا تھا کہ گویا اس نے کچھ کیا ہی نہیں ہے اور عثمان کی مدد میں گویا اپنی کوتاہی بھول بیٹھا ہے ؟

بات اتنی بڑھ گئی کہ امیر المومنین کے شاگرد ابن عباس (حبر امۃ) بول اٹھے

اے معاویہ _ جو کچھ تم نے ہماری نسبت کہا ہے تیری شرارت و خباثت باطنی کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔

_۱ یعقوبی ج ۲ ص ۲۱۸ چاپ بیروت
_۲ یعقوبی ج ۲ ص ۲۲۴

۱۰۸

خدا کی قسم ، پہلے تم اس سزا کے مستحق ہو کیونکہ تم نے خون عثمان کے نام پر لوگوں کو بھڑکایا اور اس کے خون کا بدلہ لینے کے لئے تم اٹھے۔

ابن عباس نے اتنا سنایا کہ معاویہ کو پانی پانی کر دیا ، پھر انصار ملنے گئے تو معاویہ نے ان لوگوں سے سخت لہجہ میں گفتگو کی اور انکو ذلیل کرنے کے لئے ایک جملہ چست کیا کہ وہ تمہارے پانی ڈھونے والے اونٹ کیا بوئے ؟

انصار نے غصہ میں جواب دیا ، جس وقت جنگ بدر میں باپ بھائی اور دادا کو مارا تھا اس وقت انکو ہاتھ سے کھو دیا۔

پھر انصار نے کہا کہ _ ہم صرف خدا و رسول کے حکم کی بنا پر چھوڑ رہے ہیں

معاویہ نے پوچھا _ یہ بتائو تم کو کیا وصیت کیا ہے ؟

ان لوگوں نے کہا صبر و نیکی کا حکم دیا ہے معاویہ نے کہا _ تو پھر صبر کرو

جس گھڑی مدینہ سے معاویہ شام واپس ہونے لگا تو اس کی کوئی خواہش پوری نہیں ہوئی (۱)۔)

اسی سفر میں معاویہ نے یہ حکم دیا کہ منبر و عشاء رسول (ص) کو شام لے چلو کیونکہ اہل مدینہ نے عثمان کو قتل کیا ہے لہذا ان چیزوں کا یہاں رہنا مناسب نہیں ہے مامورین ایک طرف عشاء رسول (ص) کو تلاش کر رہے تھے تو دوسری طرف منبر کو اٹھا رہے تھے مورخین کہتے ہیں۔

جیسے ہی مامورین نے منبر کو اٹھایا تو آواز اٹھی لگی اور سورج کو گھن لگ گیا لہذا انہوں نے اسکو چھوڑ دیا (۲)

بعض کہتے ہیں کہ اصحاب پیامبر (ص) نے منع کیا اور اس طرح نقشہ معاویہ نقش بر اب ہو کر رہ گیا ، جس زمانے میں معاویہ نے اپنی سیاست بدل دی تھی ، اور اپنی پرانی عادت پر آگیا تھا ، تو اکثر شیعین حیدر قید و شکنجے میں تھے ، کیونکہ معاویہ نے تمام حکمرانوں کو دستور دے دیا تھا کہ منبروں سے امام (ع) بزرگوار پر نفرین کی جائے ، لہذا امام (ع) کے چاہنے والوں کے لئے ان دو راستوں کے علاوہ کوئی چارہ نہیں تھا ، ۱_ یا جنگ کریں تو اس صورت میں یا قتل کئے جاتے ہیں یا زندان کی زندگی گزارتے ہیں ۲_ یا چپ رہیں تو پھر دل دکھتا ہے۔

جب مغیرہ بن شعبہ حاکم کو فہ بن کر جا رہا تھا تو معاویہ نے اس سے کہا کہ ، ہمیں تم سے مختلف موضوعات پر گفتگو کرنی تھی

۱_ یعقوبی ج ۲ ص ۲۲۲
۲_ ابن اثیر ج ۲ ص ۱۹۹ _ مروج الذهب ج ۳ ص ۳۵ چاپ سعادت

لیکن ان تمام باتوں کو چھوڑتا ہوں کیونکہ تم ایک فہیم و چالاک انسان ہو ، مگر ایک بات جو بہت ضروری ہے وہ یہ ہے کہ علی (ع) پر نفرین کرنا نہ بھولنا۔ اور عثمان کے حق میں ضرور دعا کرنا اس کے بعد شیعین علی (ع) کے بارے میں کہا کہ ان پر کڑی نظر رکھنا اور ان سے سختی سے پیش انا اور عثمان کے چاہنے والوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنا اور انکو ہم مصاحب بنانا ؟

معاویہ کے اس بدترین دستور نے خون کا بازار گرم کر دیا تاریخ اسلام اسکی شاہد ہے جسکی تفصیل ائندہ بیان ہو گی۔

۱۰۹

شیعہ شکنجہ و ازار میں

اس سے پہلے اجمالی طور پر بیان ہوا کہ معاویہ نے اپنے تمام حکمرانوں کو حکم دے دیا تھا کہ موالیان امیر المومنین (ع) کو ایذاء و اذیت دی جائے اور حضرت امیر المومنین (ع) پر علی الاعلان لعنت بھیجی جائے۔ یہ حکم تمام بلاد اسلامی میں نافذ ہو گیا تھا اور ان امور کی انجام دہی میں خلافت کی بڑی مشیزیاں ایڑی چوٹی کا زور لگانے لگی تھیں۔

مغیرہ بن شعبہ جو کوفے پر حکومت کر رہا تھا اس نے کبھی اس کام سے پہلو تہی نہیں کی اور جب تک حاکم کوفہ رہا اس نے حضرت علی (ع) کو برا بھلا کہا۔ البتہ اس کی باتوں کا منہ توڑ جواب حجر بن عدی جیسے بہادر نے ہمیشہ دیا۔ مگر مغیرہ کے جہنم واصل ہونے کے بعد حکومت کوفہ پر زیاد بن ابیہ حاکم منصوب ہوا۔ اس نے بھی حسب دستور قدیم وہی کیا جس کی بناء پر کوفہ میں بار دیگر لعن طعن کا سلسلہ شروع ہو گیا ایک روز زیاد نے کچھ کہا تو شیر دل حجر بن عدی نے اس کا منہ توڑ جواب دیا۔

مورخین لکھتے ہیں:

ایک روز زیاد بن ابیہ نے خطبہ کو بہت طول دیدیا حجر بن عدی ڈرے کہ کہیں نماز کا وقت نہ نکل جائے۔ لہذا با واز بلند کہا نماز۔ پھر بھی کان نہیں دہرا۔ جب تیسری مرتبہ بھی ایسا ہی ہوا تو حجر بن عدی نے ایک مٹھی خاک اٹھا کر زیاد

کے اوپر پھینک دی اور نماز کے لئے کھڑے ہو گئے ان کو دیکھ کر دوسرے لوگ بھی نماز پڑھنے لگے۔ زیاد نے مجبوراً اپنے خطبہ کو تمام کر کے ان لوگوں کے ساتھ نماز کے لئے کھڑا ہو گیا۔

جب نماز تمام ہو گئی تو زیاد نے اپنے چوکیداروں سے کہا کہ حجر بن عدی کو گرفتار کر لو۔

۱۱۰

لیکن ان کے رشتہ داروں (قبیلہ کنده) نے ان کو کہیں چھپا دیا۔ لہذا حکومتی مامورین حجر بن عدی کو گرفتار نہ کر پائے۔

زیاد نے حجر بن عدی کو گرفتار کرنے کے لئے ایک حیلہ اختیار کیا کہ قبیلہ کنده کے سرداروں کو بلا کر یہ کہا کہ ہم حجر بن عدی کو امان دیکر معاویہ کے پاس بھیجیں گے۔ تاکہ وہ ان کے بارے میں فیصلہ کرے۔

ان لوگوں نے اس کی بات مان لیا۔ زیاد نے حجر اور ان کے گیارہ ساتھیوں کو لیکر قید خانہ میں ڈال دیا پھر شہر کے مشہور ضمیر فروشوں کی گواہی و دستخط لے کر حجر اور ان کے ساتھیوں پر الزام لگایا کہ ان لوگوں نے خلیفہ وقت معاویہ کو برا بھلا کہا ہے اور لوگوں کو اپ کے خلاف جنگ اور حاکم کوفہ کے خلاف ورغلايا ہے۔

ان دستخطوں میں قاضی شہر شریح بن بانی کی بھی جعلی دستخط کر کے زیاد نے معاویہ کے پاس ان لوگوں کے ساتھ خط بھی روانہ کیا، جب شریح کو یہ بات معلوم ہوئی تو شہر سے نکلا اور ان لوگوں کا پیچھا کیا اور جب ملاقات ہو گئی تو ایک خط ان کے ہاتھ سے معاویہ کے پاس بھیجوا یا جب زیاد کے مامورین حجر اور ان کے ساتھیوں کو لیکر معاویہ کے پاس پہنچے تو ان لوگوں نے زیاد کا خط دیا اور ساتھ ہی ساتھ قاضی شریح کا بھی خط دیا۔

جب امیر شام معاویہ نے جھوٹی گواہی اور شریح کا خط پڑھا جس میں یہ لکھا تھا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ زیاد نے میری طرف سے جھوٹی گواہی اپنے خط میں لکھی ہے جبکہ میری گواہی یوں ہے حجر عابد، شب زندہ دار، زکات دینے والا اور ہر سال حج و عمرہ کو انجام دیتا ہے، امر با لمعروف و نہی از منکر کرتا ہے، یہ وہ شخص ہے جو دوسروں کے جان و مال پر تجاوز، حرام جانتا ہے اب تمہیں

اختیار ہے کہ چاہے قتل کرو یا اسکو چھوڑ دو۔

معاویہ نے شریح کا خط پڑھنے کے بعد کہا کہ اس شخص نے اپنی شہادت کو ان لوگوں سے الگ کر لیا ہے معاویہ نے حکم دیا کہ ان لوگوں کو " مرج غدرا ئ" میں جو دمشق کے نزدیک تھا قید کر دو۔

مگر حجر کے ساتھی زیادہ دن قید خانہ میں نہیں رہے ، کیونکہ بعض لوگوں نے سفارش و پیروی کر دی تو معاویہ نے انکو آزاد کر دیا ، لیکن کچھ افراد کے لئے معاویہ نے دوسرا حربہ استعمال کیا کہ اپنے سپاہیوں کے ذریعہ سے ان لوگوں کو خوب ڈرایا دھمکایا تاکہ یہ لوگ حضرت علی (ع) کو برا بھلا کہنے لگیں تب جا کر آزاد کرے گا۔

اس مقام پر باقیماندہ افراد دو گروہ میں بٹ گئے ، وہ افراد جو حقیقی معنوں میں امام (ع) کے چاہنے والے تھے اور اسلام انکی نظروں میں تھا ان لوگوں نے کہا نہیں

۱۱۱

چنانچہ معاویہ کے مامورین نے انکی انکھوں کے سامنے قبر کھودی کفن تیار کیا لیکن حجر اور ان کے بعض ساتھی ٹس سے مس نہ ہوئے بلکہ ، اپنی زندگی کی اخری رات کو عبادت الہی میں گزاری ، جی نہیں ، بلکہ جو مخلص و مومن ہوتے ہیں وہ صرف اخری لمحات کو عبادت میں نہیں گزارتے بلکہ انکی پوری زندگی یاد خدا میں گذرتی ہے تاکہ جب اپنے محبوب سے ملاقات کریں تو سب سے با فضیلت شمار ہوں۔

صبح سویرے ان لوگوں کو قتل کرنے کے لئے لایا گیا ، حجر نے سپاہیوں سے کہا کہ مجھے اتنی مہلت دیدو کہ وضو کر کے نماز پڑھ لوں ، اس لئے کہ جب بھی ہم نے وضو کیا ہے ضرور نماز ادا کی ہے سپاہیوں نے نماز کی اجازت دی آپ نے نماز زیادہ طولانی نہیں پڑھی اسکے بعد بارگاہ خداوندی میں دونوں ہاتھوں کو بلند کر کے کہا ، پروردگارا ، ہم مسلمانوں کی شکایت تیری بارگاہ میں کرتے ہیں ، اسکے بعد کہا ، خدا کی قسم ، اگر تم لوگوں نے مجھے اس سر زمین پر قتل کیا تو یاد رکھو میں پہلا وہ شخص ہوں جس نے اس سر زمین پر تکبیر بھی کہی اور اتے ہی مار ڈالا بھی گیا ۔

جب جلاد شمشیر لیکر اگے بڑھا تو حجر بن عدی کا جسم تھوڑا سا کاپنے لگا ، ان لوگوں نے کہا کہ تم تو کہتے تھے کہ ہم موت سے نہیں ڈرتے ہیں اب بھی موقع غنیمت ہے اپنے اقا مولیٰ سے بیزاری اختیار کر لو تاکہ جان بچ جائے۔

حجر بن عدی نے کہا ، آخر ہم کیوں نہ خوف کھائیں قبر کھودی ہوئی ہے کفن امادہ اور اپنے سامنے تلوار کونپی ہوئی دیکھ رہا ہوں ، پھر بھی موت سے نہیں ڈر رہا ہوں بلکہ زبان سے وہ بات نکل نہ جائے جس سے خدا غضبناک ہو جائے۔

حجر اور ان کے ساتھی شہید کر دیئے۔

لیکن حجر کے دو ساتھیوں نے سپاہیوں سے کہا کہ ہم لوگوں کو معاویہ کے پاس لے چلو ہم لوگ امیر المومنین (ع) سے بیزاری کرتے ہیں۔

یہ دونوں معاویہ کے یہاں لائے گئے تو معاویہ نے ایک سے مخاطب ہو کر کہا ، ایا علی کے دین سے تم بیزار ہو ؟

اس نے سکوت اختیار کر لیا تو اسکے رشتہ دار نے معاویہ سے سفارش کر کے اسکو چھوڑا لیا اور حکم دیا کہ انکو شہر موصل جلا وطن کر دیا جائے۔

معاویہ دوسرے شخص سے مخاطب ہوا اور اس سے کہا ، اے برادر ربیعی تم علی کے بارے میں کیا کہتے ہو ؟

اس نے جواب دیا کہ مجھے چھوڑ دو اور اس سوال سے در گزر کرو کیونکہ تیرے حق میں بہتر ہے، معاویہ نے کہا ، خدا کی قسم

۱۱۲

ہم تم کو کسی صورت میں نہیں چھوڑیں گے اس مرد کوفی نے للکارتے ہوئے کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ علی (ع) وہ تھے جو عبادت گزار اور انہوں نے حق کی تلقین کی عدالت کو قائم کیا اور لوگوں کی خطائوں کو معاف کیا۔

امیر شام معاویہ نے پوچھا ، عثمان کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے۔

مرد کوفی نے کہا ، عثمان پہلا شخص تھا جس نے ظلم و ستم کے دریچے کو باز کیا اور راہ حق کو مسدود کیا ، معاویہ نے کہا ، تم نے خود کو موت کے منہ میں ڈالا ہے۔

کوفی شیر نے کہا ، جی نہیں ، ہم نے تم کو مار ڈالا ہے

پھر عرض کیا اس مقام پر قبیلہ ربیعہ کا کوئی فرد نہیں ہے جو ہماری مدد کرے ، اس وقت معاویہ نے کہا کہ زیاد بن ربیعہ کے یہاں بھیجو اور معاویہ نے زیاد کو خط لکھا کہ اس شخص کو اذیت و تکلیف کے بعد قتل کرنا، زیاد پلید نے معاویہ کے دستور کو انکھوں پر لگایا اور اس مرد کوفی کو امیر المومنین کی محبت کے جرم میں زندہ در گور کر دیا گیا (۱)

ابن عبد البر اپنی مشہور کتاب استیعاب میں لکھتے ہیں:

جس وقت حجر بن عدی قتل کئے جا رہے تھے تو انکے خاندان کے افراد وہاں موجود تھے انہوں نے وصیت کی کہ جب ہم قتل کر دیئے جائیں تو میری ہتھکڑیوں کو ہاتھ سے نہ اتارنا اور نہ ہی غسل دینا تاکہ اسی حالت میں معاویہ سے پل صراط پر ملاقات کریں اور اسکی محشر میں اسی عالم میں شکایت کریں (۲)

معاویہ نے جس طرح حجر اور انکے ساتھیوں کو قتل کیا اسی طرح اکثر شیعین علی (ع) کو خاک و خون میں غلطاں کیا ، کیونکہ ایک طرف ان لوگوں سے اپنے کینہ دہرینہ کو نکالا تو دوسری طرف اپنی حکومت کے ستون کو مضبوط کیا اس لئے کہ ہر گھڑی ممکن تھا کہ جاہلیت کے لئے دوسرا وبال جان کھڑا نہ ہو جائے ، اور شورش و فتنہ کی آگ بھڑک نہ اٹھے ورنہ حکومت کے لئے خطرہ کی گھنٹی بجنے لگے گی ، ہاں _ امیر شام معاویہ نے اپنی حکومت کو ٹھوس کرنے کے سلسلے میں کسی منکرات سے رو گردانی نہیں کی ، معاویہ نے دور جاہلیت کا طور طریقہ اپنا رکھا تھا جب جہالت حکومت کرے اور کوئی

۱_طبری ج ۶ ص ۱۵۵

۲_استیعاب اسد الغابہ ج ۱ ص ۳۸۶

قانون نہ رہے تو با عظمت انسانوں کی کوئی قدر و قیمت نہیں رہتی ہے ، اس نے اپنے ابتدائی بیس سالہ خلافت کو حکومت میں تبدیل کیا اور جب حکومت مستحکم ہو گئی تو اسکو موروثی بنا کر اپنے بیٹوں میں سونپنا چاہا جسکی تفصیل ائندہ آئے گی

حکومت خاندانی ہوتی ہے

جب معاویہ کی حکومت قائم ہو گئی اور اسکے ستون استوار ہو گئے اور اسکو کسی چیز کا خطرہ نہیں رہا تو ایک فکر نے جنم لیا ، اور شاید کہا جا سکتا ہے یہ کوئی نئی بات نہیں تھی، بلکہ اسکے باپ ابو سفیان کی وصیتوں میں سے ایک تھی جس کو آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ وہ حکومت اموی کو خاندانی بنانے کی فکر تھی ۔ اس بدف تک پہنچنے کے لئے معاویہ نے بہت ایڑی چوٹی کا زور لگایا اور مقصد کے حصول کی خاطر حیلہ و مکاری اور جنایت کا سہارا لیا۔

مشہور دانشور ابن عبد ربہ اندلسی لکھتے ہیں:

معاویہ نے مسلسل سات سال تک مکار سیا ستمداروں کو بڑھایا اور دولت و ثروت کے ذریعہ لوگوں کو قریب کیا پھر مکاران وقت پر لطف و مہربانی کر کے انکو اپنے ہاتھوں میں لیا ، تب جا کر اس بات کی کوشش کی کہ لوگوں کو بیعت یزید پر آمادہ کرے۔

امیر شام معاویہ نے جس طرح اپنی حکومت کو مستحکم کرنے میں تمام فریبانہ آلات سے کام لیا تھا اسی طرح یزید کی بیعت کے سلسلے میں ہو بہو انہیں وسائل کو بروئے کار لایا ، یہ وہ وسائل تھے جو معاویہ کی راہ میں کام آ رہے تھے ، اور اگر اسکی مکاری و دھوکہ دھڑی مات کہا جاتی تھی تو فوراً حربہ کو استعمال کر لینا تھا حتیٰ مسالمت امیز دشمن کو بھی قتل کرنے سے خوف نہیں کھاتا تھا۔

بعض مورخین نے حکومت کو مورثی بنانے کی یوں منظر کشی کی ہے

ابن اثیر لکھتے ہیں کہ : یزید کی بیعت کے سلسلے میں جس شخص نے سب سے پہلے پیشنہا د کی وہ مغیرہ بن شعبہ ہے جب معاویہ نے مصمم ارادہ کر لیا کہ اسکو حکومت کوفہ سے بر خاست کر کے اسکی جگہ سعید بن عاص کو جس کا شمار امویوں میں ہوتا تھا اس شہر کا حاکم منصوب کر دے ، اور اسکی خبر مکار مغیرہ کو ہو گئی تو یہ چند ، ساتھیوں کے ساتھ شام آیا ، جب شہر دمشق

میں داخل ہوا تو اپنے ساتھیوں سے کہا ، اگر ہم لوگ اس ملاقات میں اپنی حکومت کو نہ بچا سکیں تو یاد رکھو کہ ہمیشہ کے لئے سنہرا موقع ہاتھ سے کھو دینگے۔

پہلے یزید کے پاس آیا اور اس سے یوں گفتگو کی کہ ، اصحاب رسول (ص) و بزرگ سردار قریش سب کے سب دنیا سے رخت سفر باندھ چکے ہیں اب صرف ان کی اولادیں رہ گئی ہیں ، ان میں سب سے بہتر تم ہو اور سنت رسول اکرم (ص) سے واقفیت بھی رکھتے ہو نیز حکومت چلانے کی صلاحیت بھی تم میں پائی جاتی ہے ؟

مگر مجھے نہیں معلوم کہ امیر المومنین (معاویہ) کو کن مشکلات کا سامنا ہے جو لوگوں سے تمہاری بیعت نہیں لے رہے ہیں ؟

یزید نے کہا ، اگر اس کام کو انجام دیا جائے تو بہتر ہوگا ؟

مغیرہ نے کہا ، جی کیوں نہیں ، ملاقات تمام ہو گئی ، ان تمام باتوں کو یزید نے معاویہ سے بیان کیا ، معاویہ نے مغیرہ بن شعبہ کو بلایا اور اس سے حالات معلوم کئے مکار مغیرہ نے کہا، کہ تم تو خود حالات کو جانتے بھی ہو اور اس کا مشاہدہ بھی کئے ہوئے ہو کہ عثمان کے بعد ان تمام خونریزیوں و جنگوں کے ذریعہ تخت حکومت پر آئے اور یزید تیری جانشینی کا حقدار بھی ہے ، لہذا اس میں دیر نہ کرو اور اسکے لئے لوگوں سے بیعت لو ، اگر کوئی مہم در پیش ہوئی تو لوگوں کی پشت پناہی سے تمہارا جانشین بن جائے گا اور ایک قطرہ بھی خون کا زمین پر نہیں گرے گا۔

معاویہ نے کہا، اسکی ذمہ داری کو ن قبول کرے گا۔

مغیرہ نے جواب دیا ، کوفہ کی ذمہ داریوں کو میں سنبھالتا ہوں اور زیاد کو بصرہ کی ذمہ داری سونپ دی جائے ، پھر ان دونوں شہروں کے بعد کسی میں ہمت و جرات نہیں ہے کہ تمہاری مخالفت کرے۔

معاویہ نے کہا ، تم کوفہ چلے جاؤ اور اس سلسلہ میں اپنے دوستوں سے صلاح و مشورہ کرو ، پھر دیکھا جائے گا کہ حالات کس کروٹ لیتے ہیں۔

مغیرہ بن شعبہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ واپس چلا آیا اور عرض کیا ہم نے معاویہ کو اس سرکش مرکب پر سوار کر دیا ہے جسکی منزل بہت دور ہے اور امت محمد (ص) کے امور کو اس طرح پارہ پارہ کر دیا ہے کہ برگز جڑ نہیں سکتا۔

مغیرہ بن شعبہ نے کوفہ پہنچتے ہی کچھ دوستداران بنی امیہ کو اپنے فرزند موسیٰ کے ہمراہ شام بھیجا ، اور ان لوگوں میں تین لاکھ درہم تقسیم کئے تاکہ

معاویہ کے پاس جا کر یزید کی بیعت کے لئے پیشکش کریں۔

۱۱۵

جب معاویہ سے ملاقات کرنے گئے اور اس بات کو اسکے سامنے رکھا تو اس نے جواب دیا کہ ابھی اس کام میں جلدی نہ کرو البتہ ایسا نہ ہو کہ تم لوگ اپنی رائے کو بھول بیٹھو پھر فرزند مغیرہ کو چپکے سے بلایا اور اس سے کہا ، کہ تمہارے باپ نے ان لوگوں کے دین کو کتنے میں خریدا ہے ، موسیٰ نے کہا ، تین لاکھ درہم میں۔

معاویہ نے کہا _ ان لوگوں نے بہت سستے میں اپنا دین بیچ ڈالا ہے (۱)

یزید کی بیعت بصرہ میں

جس زمانے میں مغیرہ بن شعبہ اہل کوفہ کو بیعت یزید پر ابھار رہا تھا تو اس وقت معاویہ نے حاکم بصرہ زیاد بن ربیعہ کو یوں خط لکھا:

مغیرہ اہل کوفہ سے یزید کی بیعت لے رہا ہے جبکہ تم مغیرہ سے ان امور میں زیادہ حقدار ہو کیونکہ یزید تمہارے بھائی کا بیٹا ہے ، لہذا جیسے ہی میرا خط ملے فوراً بصرہ والوں سے یزید کی خلافت و ولیعہدی کے سلسلے میں بیعت لو۔

جب معاویہ کا خط زیاد کو ملا تو اس نے اسکو پڑھنے کے بعد اپنے جگری دوست کو بلایا اور اس سے کہا کہ ہم تمہارے اوپر بھروسہ کرتے ہوئے ایک پیغام تمہارے حوالے کرنا چاہتے ہیں اور اس پیغام کے پہنچانے کا حق تمہیں کو ہے۔

معاویہ کے یہاں جا کر کہنا کہ تمہارا خط ملا اور اس میں جس چیز کے سلسلہ میں لکھا ہے اگر اسکی طرف لوگوں کو دعوت دو تو اہل بصرہ کیا کہیں گے جبکہ یزید کتا اور بندر سے کھیلتا ہے _ اور ہر روز رنگ برنگ کا فاخرہ لباس زیب تن کرتا ہے اور ہمیشہ شراب میں مست رہتا ہے ، نیز گانے بجانے سے بھی پرہیز نہیں کرتا در انحالیکہ اسکے مقابلے میں حسین بن علی (ع) ، عبد اللہ بن عباس ، عبد اللہ بن زبیر ، اور عبد اللہ بن عمر ، جیسے افراد موجود ہیں ، لہذا ایک صورت باقی رہ جاتی ہے کہ تم اس سے کہو کہ ایک دو سال اپنے رقیبوں کی طرح اخلاق سے اراستہ و مزین ہو اس صورت میں جا کر شاید، ہم لوگوں کو فریب دینے کی کوشش کریں زیاد کے فرستادہ نے ان باتوں کو معاویہ سے بیان کیا۔

معاویہ نے کہا _ ، وائے بو فرزند عبید پر خدا کی قسم میں نے سنا ہے کہ گانے والی عورتوں نے اسکے بارے میں کہا کہ

_ ابن اثیر ج ۳ ص ۱۵ ، طبری ج ۶ ص ۱۷۰

۱۱۶

میرے بعد امیر زیاد ہوگا۔

خدا کی قسم _ اسکے نسب کو اسکی ماں سمیہ اور غلام عبید سے بار دیگر جوڑ دونگا(۱)

طبری و ابن اثیر نے تھوڑے سے اختلاف کے ساتھ اس داستان کی تفصیل کو یوں بیان کیا ہے _ زیاد کے دوست نے کہا:

تم معاویہ کے حکم کو نظر انداز نہ کرو اور یزید کو اس طرح برا بھلا نہ لکھو ، ہم یزید کے پاس جاتے ہیں اور اس سے کہتے ہیں کہ خلیفہ (معاویہ) نے تمہاری بیعت کے سلسلہ میں زیاد سے صلاح و مشورہ لیا ہے ، لیکن زیاد لوگوں کی مخالفت سے ہر اسام ہے کیونکہ تمہارے اعمال نا شائستہ کو لوگ دیکھ رہے ہیں لہذا زیاد کی رائے یہ ہیکہ تم ان افعال سے دستبردار ہو جائو تاکہ امکان بیعت اور تمہاری خلافت کی راہ ہموار ہو جائے زیاد نے اپنے جگری دوست کی رائے کو پسند کیا اور اسکو شام بھیجا ، اس نے یزید سے ملاقات کی اور زیاد کی رائے کو بیان کیا ، یزید نے بھی زیاد کے مشورے کو سراہا پھر وقتی طور پر منکرات سے دستبردار ہو گیا۔

جب فرستادہ زیاد نے معاویہ کو خط دیا تو اس میں زیاد نے لکھا تھا کہ ابھی اس کام میں جلدی نہ کرو اس نے بھی زیاد کی رائے کو پسند کیا لیکن جب زیاد اس دنیا سے چلا گیا ، تو معاویہ نے بیعت یزید کے لئے اپنی کمر کس لی اور سب سے پہلے اس کام کے لئے عبد اللہ بن عمر کے پاس ایک لاکھ درہم بھیجوایا ، جب عمر کے سپوت نے اس بھاری رقم کو قبول کر لیا تو فرستادہ معاویہ نے یزید کی بیعت کرنے کے لئے کہا : عبد اللہ بن عمر نے کہا ، اچھا معاویہ کی یہ خواہش تھی اگر ہم اس قلیل رقم میں یزید کی بیعت کر لیں تو گویا اپنے دین کو بہت سستے میں فروخت کر دیا ہے (۲)

شام میں یزید کی بیعت

مشہور عالم ابن اثیر لکھتے ہیں:

"جس گھڑی معاویہ نے خلافت یزید کا مصمم ارادہ کر لیا تو اہل شام کے درمیان یوں خطبہ دیا _ اے لوگو_ میں بوڑھا بو چکا ہوں اور موت تعاقب کر رہی ہے لہذا میں چاہتا ہوں کہ ایک شخص کی تم لوگوں سے بیعت لے لوں ، مگر شرط یہ ہے

۱ استیعاب ابن کثیر
۲ مسند احمد ج ۴ ص ۹۲

۱۱۷

کہ تم لوگ بھی ہماری طرح اسی جگہ پر اپنی رائے کو پیش کرو تاکہ بغیر رائے کے اس کام کو انجام نہ دیا جائے ، حاضرین نے متفق رائے ہو کر کہا کہ ہم لوگ عبد الرحمن بن خالد کی حکومت و خلافت سے راضی ہیں۔

اس رائے نے معاویہ کو چکرا دیا کیونکہ اس نے سوچا تھا کہ لوگ ضرور یزید کو اس کام کے لئے منتخب کریں گے ، اس نے اپنی موجودگی میں دیکھ لیا کہ لوگوں نے یزید کی طرف بالکل توجہ نہیں دی۔

معاویہ اس پر اگ بگولا تو ہو گیا تھا لیکن لوگوں پر اظہار نہیں کیا ، کیونکہ اہل شام چالیس سال سے اس کی حکومت و سلطنت کے سائے میں زندگی گزار رہے تھے اور ہمیشہ خطرناک موقع پر اس کا ساتھ بھی دینے تھے اسی بنا پر اپنے غصے کو پی گیا۔

اب صرف فکر یہ تھی کہ اس کانٹے کو کیسے صاف کیا جائے ، جب عبد الرحمن بن خالد مریض ہوا تو معاویہ نے اپنے یہودی طبیب کو اس کی عیادت و علاج کرنے کے لئے بھیجا _ یہ طبیب معاویہ کا راز دار بھی سمجھا جاتا تھا لہذا معاویہ نے اسکو حکم دیا تھا کہ کسی حیلہ و بہانہ کے ذریعہ سے عبد الرحمن کو زہر دیدے۔

ضمیر فروش طبیب نے حکم معاویہ کے مطابق عبد الرحمن بن خالد کو مسموم کر دیا زہر اتنا خطرناک تھا کہ عبد الرحمن کا شکم چاک ہو گیا اور اس طرح دنیا

سے چلا گیا (۱)

طبری و ابن اثیر اس واقعہ کو یوں نقل کرتے ہیں:

معاویہ نے اپنے عیسائی طبیب جس کا نام ابن اثال تھا اسکو حکم دیا کہ جس طرح بھی ممکن ہو عبد الرحمن کو قتل کر دے ، اور اسکے بدلے میں تمام عمر کا ٹیکس معاف ہو جائے گا نیز شہر حمص کا ٹیکس وصول کرے گا ، اس جنایت کار طبیب نے عبد الرحمن کو زہر دیکر معاویہ کی دلی مراد پوری کر دی۔

معاویہ نے اس خدمت کے عوض میں اپنا وعدہ ، وفا کیا (۲)

ابن عبد البر مزید لکھتے ہیں کہ ، عبد الرحمن کی موت کے بعد اسکا بھائی جو دوسری جگہ رہتا تھا خفیہ طور پر دمشق آیا اور اپنے

۱_ صحیح بخاری ج ۳ ص ۱۲۶
۲_ ابن اثیر ج ۲ ص ۱۹۹ ، اغانی ج ۱۶ ص ۹۱ ، مستدرک ج ۴ ص ۴۸۱ ، ابن کثیر ج ۸ ص ۸۹ ، تہذیب ابن عساکر ج ۴ ص ۲۲۶

۱۱۸

غلام کے ساتھ یہودی طبیب کے کمین میں بیٹھ گیا۔

جب طبیب شب کے سنائے میں معاویہ کے یہاں سے جانے لگا تو اس پر حملہ کر دیا جو اسکے ساتھی تھے وہ بھاگ کھڑے ہوئے لہذا اسکو وہیں پر مار ڈالا۔

ابن عبد البر اس واقعہ کو نقل کرنے کے بعد لکھتا ہے کہ یہ واقعہ دانشوروں کے درمیان بہت مشہور و معروف ہے۔

یزید کی بیعت مدینہ میں

کتاب امامہ والسیاسة میں ابن قتیبہ نے یوں لکھا ہے:

"معاویہ نے حاکم مدینہ مروان بن حکم کو خط میں لکھا کہ اہل مدینہ سے یزید کی بیعت کا مطالبہ کرو ، یہ بات مروان پر گراں گذری تو تھی ہی، دوسری طرف مدینہ کے سردار قریش کسی صورت میں یزید کی بیعت نہیں کر سکتے تھے ، لہذا مروان نے معاویہ کے پاس ایک خط روانہ کیا اور اس میں یہ لکھا کہ تمہارے رشتہ دار یزید کی بیعت سے کترا رہے ہیں لہذا تم اپنی رائے کو میرے پاس لکھ کر

بھیجو۔

معاویہ مروان کے منفی جواب سے بہت غضبناک ہوا اور اسکو حاکم مدینہ کے عہدہ سے معزول کر دیا۔ اور اسکی جگہ حاکم مدینہ سعید بن عاص کو بنا ڈالا۔

مروان بنی امیہ کے چند افراد کے ساتھ شام آیا اور غصے کے عالم میں معاویہ سے ملاقات کی اور خوب معاویہ کو برا بھلا کہا ، لیکن سیاستمدار معاویہ نے نہایت ٹھنڈے اور نرم لہجے میں مروان سے گفتگو کی اور اس کی تنخواہ مزید بڑھا کے راضی کیا اور واپس مدینہ بھیج دیا (۱)۔)

معاویہ نے اس واقعے کے بعد ، یزید کو بطور ولیعہد بنانے کی نئی چال چلی کہ ، تمام سرداران بنی امیہ کے درمیان پھوٹ ڈال دیا ، ایک خط حاکم مدینہ سعید بن عاص کو بھیجا اور اس میں دستور دیا کہ مروان کے گھر کو مسمار کر دیا جائے اور تمام

۱۔ استیعاب ج ۲ ص ۳۷۳ ، اسد الغابہ ج ۲ ص ۲۰۶ ، اصابہ ج ۲ ص ۴۰۰

۱۱۹

اموال منجملہ باغ فدک بھی لے لیا جائے۔

ابن اثیر لکھتا ہے:

امیر شام معاویہ نے ۴۵ھ میں سعید بن عاص کو حکومت مدینہ سے برخاست کر کے بار دیگر مروان بن حکم کو حاکم مدینہ بنا دیا ، سعید بن عاص کو حاکم مدینہ کے عہدے سے معزول کرنے کی علت یہ تھی کہ معاویہ نے اس کو خط لکھا تھا ، کہ مروان کے گھر کو منہدم کر دے اور اسکی تمام جائیداد حتی فدک کو بھی چھین لے ، لیکن سعید بن عاص نے معاویہ کے حکم سے سر پیچی کی ، دوسری بار لکھا پھر بھی سعید نے نہیں سنا ، اور ان دونوں خطوط کو اپنے پاس محفوظ کر لیا ، جب حکومت مدینہ سے معزول ہو گیا اور اسکی جگہ مروان حاکم بن گیا تو معاویہ نے اس کو خط لکھا کہ سعید بن عاص کے گھر مسمار کر دے اور تمام جائیداد کو چھین لے۔

مروان اپنے چند ساتھیوں سمیت سعید کے گھر کو ڈھانے کے لئے چل دیا۔ سعید اپنے گھر سے نکلا اور مروان سے پوچھا اے فرزند عبد الملک۔ تم ہمارے

گھر کو ڈھانے کے لئے ائے ہو؟

مروان نے کہا _ جی ہاں _ امیر المومنین معاویہ نے ایسا ایسا خط لکھا ہے اور اس میں اس طرح کا حکم دیا ہے اگر وہ تم کو اس طرح کا حکم دیتا تو تم بھی ضرور اس کام کو انجام دیتے؟

سعید نے کہا _ ہم نے تو ایسا نہیں کیا؟

مروان نے کہا _ جی نہیں _ خدا کی قسم اگر تمہیں معاویہ اس کام کو انجام دینے کے لئے لکھتا تو تم ضرور اس کام کو انجام دیتے؟

سعید نے کہا ، ہم برگز ایسا نہیں کرتے ، پھر معاویہ کے ان دونوں خطوں کو اسے دکھلایا اور کہا _ معاویہ چاہتا ہے کہ ہمارے درمیان اختلاف کی دیوار کھڑی کر دے۔

جب مروان نے سعید کے سلوک کو اس طرح پایا تو کہا ، خدا کی قسم تم ہم سے بہتر ہو؟

اس واقعے کے بعد سعید بن عاص نے ایک خط معاویہ کو یوں لکھا کہ بڑی تعجب کی بات ہے کہ تم اپنے رشتہ داروں کے ساتھ ایسا سلوک کر رہے ہو ، تم نے مصمم ارادہ کر لیا ہے کہ ہمارے درمیان ایک دوسرے کے خلاف بغض و کینہ کی دیوار کھڑی کر کے دشمن بنا دو _ امیر المومنین (معاویہ) تم نے ان تمام بر د باری و صبر کے باوجود غصہ و عجلت سے کام لیا ہے

۱۲۰

_ بجائے عفو و بخشش کے اپنے رشتہ داروں میں پھوٹ ڈالنے کی کوشش کی ہے تاکہ اس کینے کو ہمارے فرزند میراث میں بانٹ لیں _ ٹھیک ہے ہم ایک خلیفہ زادے نہیں ہیں اور نہ کوئی قریبی رشتہ داری ہے البتہ ہم نے قصاص خون عثمان میں تمہاری نصرت کی ہے لہذا بہتر تھا کہ تم ہمارے ان حقوق کی رعایت کرتے جو تمہاری گردن پر تھے۔

امیر شام معاویہ کا جب یہ نقشہ ناکام ہو گیا تو بہت شرمندہ و پشیمان ہوا لہذا دکھانے کے لئے ایک خط سعید کے پاس لکھا اور اس سے معافی مانگی (۱)

یزید کی بیعت بلیدان چاہتی ہے

معاویہ یزید کو اپنا جانشین بنانے کے سلسلے میں بہت پریشان ہو رہا تھا اسکو اس راہ میں روکاوٹیں پیش اربی تھیں جن کا حل بہت مشکل تھا ، لہذا ان موانع دور کرنے کی فکر میں لگ گیا ایک طرف اس وقت امام و پیشوا ء سبط رسول (ص) حضرت امام حسن (ع) تھے ، دوسری طرف عمر بن خطاب کی چہرہ رکنی کمیٹی کا ایک ممبر اور بڑا سردار سعد بن ابی وقاص موجود تھا جسکو بعض لوگ اہمیت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔

مشہور مورخ ابو الفرج اصفہانی لکھتے ہیں:

معاویہ اپنے فرزند (یزید) کی بیعت کا بہت خواہاں تھا ، لیکن اس راہ میں سب سے بڑی اڑچن حضرت امام مجتبیٰ (ع) اور سعد بن ابی وقاص تھے ، اس نے ان دونوں کو بٹانے کے لئے خفیہ طور پر ان لوگوں کو زہر دلویا اور یہ دونوں زہر کی بناء پر اس دار فانی سے رخصت ہو گئے (۲) امام حسن (ع) اور سعد بن ابی وقاص جو معاویہ کے ہدف میں رکاوٹ بنے ہوئے تھے اسکی علت یہ تھی کہ سعد بن ابی وقاص عمر کی اس چہرہ رکنی کمیٹی کا آخری ایک ممبر تھا ، جو خلیفہ کے تعین کے لئے وجود میں آئی تھی ، اسکے بعد ان لوگوں کا دماغ اتنا اونچا ہو گیا تھا کہ گویا خلافت و حکومت کے چلانے کی تمام صلاحیتیں انہیں لوگوں میں منحصر تھیں۔

۱_ استیعاب ج ۲ ص ۳۷۳

۲_ طبری ج ۵ ص ۱۱

۱۲۱

لیکن امام حسن (ع) جو اپنی گذشتہ فضیلت و عظمت کے خاص مالک تھے انہوں نے معاویہ سے صلح کرتے وقت شرط رکھی تھی کہ امیر شام معاویہ اپنے بعد کسی کو خلیفہ نامزد نہیں کر سکتا ہے اور اسکو حق نہیں ہے کہ کسی دوسرے کو اپنا ولیعہد بنائے (۱)

مورخین نے سعد بن ابی وقاص کے مارے جانے کی وضاحت نہیں کی ہے ، بس اتنا لکھا کہ انکو معاویہ نے زہر دلویا ہے ۔ لیکن سبط رسول (ص) امام حسن (ع) کی شہادت کے سلسلے میں چند دلیلیں پائی جاتی ہیں ، جو اس سانحے

کی کسی حد تک وضاحت کرتی ہے۔

مسعودی لکھتا ہے:

"امیر شام" معاویہ نے خفیہ طور پر جعدہ بنت اشعث بن قیس کنندی کے پاس زہر بھیجا تاکہ امام (ع) کو مسموم کر دے اور ساتھ میں کچھ پیغامات بھی ارسال کئے کہ اگر تم نے امام حسن (ع) کو زہر دیدیا تو ایک لاکھ درہم، مزید اپنے بیٹے یزید کے ساتھ شادی کر دوں گا، یہی وہ دو باتیں تھیں جو جعدہ بنت اشعث کے لئے باعث ذلت بنیں اور اس نے اس کام کو انجام دیا، جب امام علیہ السلام کو زہر دیدیا تو معاویہ نے بعض وعدے پورے کئے جس میں ایک لاکھ درہم شامل تھا، اور جعدہ کے پاس پیغام بھیجوا یا کہ ہم یزید کی زندگی چاہتے ہیں۔

لہذا دوسرا وعدہ جو تم سے شادی کرنے کا تھا اس سے معذور ہیں۔ یعنی تم نے جس طرح اپنے شوہر کو وعدہ پر مسموم کر دیا ہے ممکن ہے اسی طرح میرے بیٹے کو بھی زہر دیدو۔ لہذا انہیں اسباب کی بناء پر ہم اپنے وعدے کو پورا نہیں کر سکتے ہیں (۱) معاویہ کی جنایتکار سیاست نے حضرت مجتبیٰ (ع) اور سعد بن ابی وقاص کو درمیان سے صاف کر دیا تاکہ خلافت یزید کی راہ ہموار ہو جائے اور جس طرح عبد الرحمن بن خالد کو نابود کیا تھا اسی طرح ان دونوں کو صفحہ ہستی سے مٹایا، ہم سمجھتے ہیں کہ عبد الرحمن بن خالد اسی راہ میں مارے گئے ہیں جسکی تفصیل ائندہ بیان ہو گی۔

۱_ اسد الغابہ ج ۳ ص ۲۸۴، طبقات ابن سعد ج ۵ ص ۱، صحیح بخاری ج ۳ ص ۱۱
۲_ بلاغات النساء ص ۸، تذکرۃ الخواص

یزید کی تاج پوشی

معاویہ نے بڑی جدوجہد کر کے مملکت کے گوشہ و کنار سے سرداروں اور بزرگان قبائل نیز با رسوخ افراد کو دمشق بلوایا اور یزید کی زہر دستی بیعت لی۔

مخالفین کو ڈرا دھمکا کر، تو کبھی منہ مانگی رقم دیکر، تو کبھی ریاست کی لالچ دیکر لوگوں کو بیعت یزید پر راضی کیا، چند سال تک ایسا ہی ہوتا رہا۔

مملکت اسلامی کے اکثر اہم علاقے امویوں کے اشارے پر چلنے لگے لیکن اس وقت دو اہم شہر مکہ و مدینہ کے لوگ اس اشارے پر نہیں چل رہے تھے اور یزید

کی بیعت تسلیم نہیں کر رہے تھے۔

امیر شام معاویہ نے اپنے ساتھیوں کے ہمراہ حجاز کا سفر کیا تاکہ ان لوگوں سے یزید کی بیعت لے ، اہل مکہ و مدینہ نے یزید کی بیعت اس لئے نہیں کی کہ یہ لوگ اسلام سے اچھی طرح واقف تھے دوسری طرف حسین بن علی (ع) ، عبد اللہ بن زبیر ، عبد اللہ بن عمر ، اور عبد الرحمن بن ابو بکر جیسے با رسوخ افراد اس شہر میں موجود تھے۔

ابن اثیر لکھتا ہیں:

"معاویہ نے یزید کی بیعت لینے کے لئے لوگوں کو منہ مانگی رقم دیکر راضی کیا اور مخالفین سے خاطر و مدارات کر کے یزید کی بیعت کروائی ، وہ اپنی سیاست میں یوں کامیاب رہا کہ لوگوں نے اپنے سرداروں پر بھروسہ کر کے یزید کی بیعت کر لی۔

جب اہل شام و عراق نے یزید کی بیعت تسلیم کر لیا تو معاویہ نے ہزاروں سواروں کے ساتھ حجاز کا سفر کیا ، مدینہ میں سب سے پہلے حضرت امام حسین (ع) سے ملاقات ہوئی۔

ابن اثیر مزید لکھتا ہے:

حضرت امام حسین (ع) کے علاوہ تین دوسرے افراد جو رساء شہر تھے انکی معاویہ سے تلخ کلامی ہوئی تو ان لوگوں نے اسکو منہ توڑ جواب دیا۔

اس کے بعد ابن اثیر لکھتا ہے کہ ، معاویہ نے ان چاروں افراد سے مدینہ میں بیعت نہیں لی جب عائشہ سے ملنے گیا تو

۱۲۲

انکو اس مڈ بھیڑ کی خبر معلوم ہو گئی تھی ، لہذا ام المومنین عائشہ نے معاویہ سے کہا:

یہ لوگ کسی صورت میں یزید کی بیعت نہیں کریں گے ، معاویہ نے ان لوگوں کی شکایت عائشہ سے کی تو انہوں نے اسکو خوب سمجھایا بچھایا ؟

ابن اثیر نے معاویہ کے سفر مکہ کی داستان یوں نقل کیا ہے:

معاویہ جب مکہ انے والا تھا تو اہل مکہ کے ساتھ وہ چاروں افراد بھی استقبال کرنے کے لئے گئے معاویہ ان لوگوں سے کافی مہربانی سے پیش آیا اور ان لوگوں سے بار دیگر بیعت کا مطالبہ کیا عبد اللہ بن زبیر نے کہا ، ہم تم کو تین پیشنہاد کرتے ہیں ان میں سے ایک قبول کر لو۔

۱۔ جس طرح رسول اکرم (ص) نے اپنا جانشین نہیں بنایا اسی طرح تم بھی مت بنائو۔

۲۔ جس طرح ابو بکر نے قریش کے ایک فرد کو خلافت کے لئے چن لیا اور اپنے خاندان کے کسی فرد کو خلیفہ نہیں بنایا۔

۳۔ عمر بن خطاب کی طرح کرو کہ انہوں نے خلافت کی کمیٹی تشکیل دیدی تھی لیکن اس میں اپنے فرزند کو نہیں رکھا تھا ، معاویہ نے عبد اللہ بن زبیر سے کہا کہ اسکے علاوہ کوئی اور پیشکش نہیں ہے۔
زبیر نے جواب دیا ، نہیں۔

معاویہ نے کہا ، ہم تم کو با خبر کر رہے ہیں کہ اگر تم نے کسی دوسرے کو اس رائے سے آگاہ کیا تو یاد دکھو کہ ہم تم کو معذور کر دیں گے۔

ابھی تقریر کرنے جا رہا ہوں خدا کی قسم۔ اگر تم میں سے کسی نے ہم پر اعتراض کیا تو قبل اسکے کہ تمہارا کلام ختم ہو سر تن سے جدا ہو جائے گا ، لہذا بہتر یہی ہے کہ تم لوگ اپنی اپنی حفاظت کرو ، پھر اپنے سپاہیوں کو حکم دیا کہ ہر ایک آدمی پر دو شمشیر باز مسلط رہیں کہ اگر ایک حرف بھی اعتراض کا زبان سے نکلے فوراً قتل کر دیا جائے۔

ان لوگوں کو اسی حالت میں مسجد الحرام لایا گیا ، معاویہ منبر پر گیا حمد الہی کے بعد اپنی تقریر شروع کی ، ابتدا ئے تقریر میں یوں کہا کہ ، یہ لوگ سردار و بزرگان اسلام نیز با عظمت افراد ہیں کسی بھی وقت انکی رائے کے خلاف کام انجام دینا نہیں چاہیئے ، اور ان لوگوں نے یزید کی بیعت کر لی ہے ، اب تم لوگ خدا کے نام پر کھڑے ہو جاو اور یزید کی بیعت کرو ، یہ کہنا تھا کہ چاروں طرف سے مجمع ٹوٹ پڑا اور یزید کی بیعت ہو گئی۔

بیعت جیسے ہی تمام بوئی فوراً حکم دیا کہ سواریوں کو آمادہ کرو پھر سوار ہو کر مدینہ کی طرف چل دیا ، اہل مدینہ سے بھی مکہ والوں کی طرح بیعت لی پھر شام پلٹ گیا۔

مگر حضرت امام حسین (ع) اور انکے دوسرے ساتھیوں کی جھوٹی بیعت کا راز فاش ہو گیا ، لوگوں نے جب ان لوگوں سے سوال کیا کہ تم لوگوں نے تو یہ فیصلہ کیا تھا کہ برگز بیعت نہیں کریں گے پھر کیوں بڑی سادگی کے ساتھ یزید کی بیعت کر لی۔

ان لوگوں نے معاویہ کی مکارانہ چال کو بیان کیا اور ان لوگوں کو جو جان لینے کی دھمکی دی تھی اسکو بیان کیا (۱۱)

ہم نے معاویہ کی زندگی میں انے والے حوادث کا بہت غور سے جائزہ لیا تو ہم اس نتیجہ تک پہنچے کہ معاویہ کے دور میں جھوٹی حدیثوں کے گڑھنے کی وجہ کو سمجھنے کے لئے اسکے علاوہ کوئی چارہ نہیں ہے کہ

۱۔ معاویہ کی پیچیدہ شخصیت کو پھر سے جانچا جائے

۲۔ معاویہ کی ام المومنین عائشہ سے دانٹ کا ٹی دوستی کن وجوہات کی بناء پر ہوئی ، یہ وہ مباحث ہیں جو ہم آئندہ پیش کریں گے۔

۱۔ ابن اثیر ج ۲ ص ۲۱۸ ، عقد الفرید ج ۳ ص ۱۳۱

۱۲۵

فصل چہارم

عائشہ اور امویوں میں دوستی کے اسباب

اپ نے پہلے دیکھا کہ معاویہ نے حضرت علی (ع) سے دشمنی و عناد رکھنے کی وجہ سے کتنا ان سے ٹکر لیا اور انکی حکومت کے زمانے میں کس قدر جنگ اور مقابلہ کیا۔

لیکن جب حضرت امیر المومنین (ع) (علی (ع)) نے مسجد کو فہ میں جام شہادت نوش فرمایا تو اپنی مقاومت کو جنگ سرد میں تبدیل کر کے ایک لمحہ بھی امام علیہ السلام کو برا بھلا کہنے سے باز نہ آیا۔

نیز اپ نے یہ بھی دیکھا ہو گا کہ عائشہ نے امیر المومنین (ع) سے کتنی بھیانک جنگ لڑی ، اور جب امام (ع) ابن ملجم کے ہاتھوں شہید ہو گئے اور اسکی خبر عائشہ کو معلوم ہوئی تو خوشی کے مارے سجدہء شکر ادا کیا (۱) پھر اس شعر کو پڑھا کہ جس کا ترجمہ یہ ہے۔

علی (ع) گزر گئے اور اب انکی واپسی نہیں ہو گی مجھے انکی موت سے اپنے دل کو اتنی خوشی ہو رہی ہے جیسے خاندان کا کوئی مسافر اپنا عزیزتر رشتہ دار گھر واپس آنے سے خوش ہوتا ہے۔ ہاں۔ علی (ع) کی موت سے میری آنکھیں ٹھنڈی ہو گئیں۔

فالقت عصاها و استقر بها النوى كما قر عينا بالاياب المسافر

خاندان علوی (ع) سے عائشہ کی عداوت اتنی بھڑکی ہوئی تھی کہ حتی شوہر کے نواسے سے پردہ کر لیا اور ان سے ملاقات نہیں کی (۲)

جو کچھ یعقوبی اور ابو الفرج اصفہانی نے اس زمانے کے واقعات بیان کئے ہیں اگر اس پر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ عائشہ کی دشمنی خاندان علوی (ع) سے اسی طرح باقی رہی اور اس میں ذرا برابر کمی نہیں آئی یہی وجہ تھی جو عائشہ اور بنی امیہ کے درمیان بطور عموم اور خاص طور پر معاویہ سے گٹھ بندھن رہا۔

۱۔ طبری ج ۶ ص ۱۶۰ _ ۱۵۵
۲۔ طبقات الکبری ج ۸ ص ۷۳

یعقوبی لکھتے ہیں :

امام حسن (ع) نے وقت احتضار اپنے بھائی امام حسین (ع) سے کچھ وصیتیں کیں ، ان میں ایک یہ تھی کہ اگر میں اس دنیا سے چلا جاؤں تو مجھے جد بزرگوار رسول اکرم (ص) کے پہلو میں دفن کرنا کیونکہ مجھ سے زیادہ کوئی حقدار نہیں ہے ، لیکن اگر کوئی ممانعت پیش آئے اور میری آخری آرزو پوری نہ ہو سکے تو اس وقت حتی الامکان کو شش کرنا کہ ایک قطرہ خون زمین پر نہ گرنے پائے ، جب امام علیہ السلام کی شہادت ہو گئی اور تجہیز و تکفین کے بعد اہل خاندان جسد مبارک کو لیکر قبر رسول (ص) کی طرف جانے لگے تو بقول مقاتل الطالبین

ام المومنین عائشہ خچر پر سوار ہوئیں اور انکے ساتھ بنی امیہ جنہوں نے اپنے گناہ کو انکے کاندھے پر ڈال دیا تھا جسد مبارک اور جو لوگ جنازہ میں شریک تھے انکو قبر رسول (ص) کی جانب جانے سے روک دیا اس فعل نا شائستہ پر ایک مشہور شعر کہا گیا۔

ایک دن خچر پر تو ایک روز اونٹ پر سوار ہوئیں ، فیوماعلی بغل و یوماعلی جمل
_ (۱)

یعقوبی لکھتا ہے:

مروان بن حکم اور سعید بن عاص سوار ہوئے اور فرزند رسول (ص) کے جنازہ کو جد بزرگوار کے پہلو میں دفن کرنے سے منع کیا ، عائشہ خچر پر سوار ہو کر مجمع عام میں ائیں اور وا ویلا مچانا شروع کر دیا کہ یہ گھر میرا ہے اور اس میں کسی کو دفن کرنے کی اجازت نہیں دیتی ہوں۔

ابو بکر کا پوتا قاسم نے جواب دیا ، اے پھوپھی _ ہمارے سر ابھی تک جنگ جمل کے خون سے صاف نہیں ہوئے ہیں ایا اپ چاہتی ہیں کہ انے والا دن خچر کا دن کہلائے۔

لیکن لشکر علوی (ع) بھی خاموش نہیں بیٹھا بلکہ بعض لوگ حضرت امام حسین (ع) کے پاس گئے اور عرض کیا اقا ہم لوگوں کو ال مروان سے نپٹنے کے لئے جانے دیجئے خدا کی قسم _ یہ لوگ ہماری نظروں میں ایک لقمہ سے زیادہ نہیں ہیں۔

امام علیہ السلام نے فرمایا _ میرے بھائی نے وصیت کی ہے کہ میرے جنازے کی خاطر ایک قطرہ بھی خون کانہ بہانا ، اسکے بعد امام حسن (ع) کا جنازہ قبرستان بقیع لیجایا گیا اور دادی فاطمہ بنت اسد جو حضرت امیر المومنین (ع) (علی (ع) کی ماں تھیں

_ ۱ مقاتل الطالبین ص ۷۵ ، یعقوبی ج ۲ ص ۲۰۰

کے پہلو میں دفن کیا گیا (۱)

ام المومنین عائشہ کی یہ تمام کار کردگی اہلبیت (ع) سے کینہ و دشمنی

کی علامت تھی یہی وجہ تھی جو عائشہ اور بنی امیہ خاص طور سے معاویہ کے درمیان دانت کاٹی دوستی کی باعث بنی۔ معاویہ اور اس کے حکمرانوں نے خوب تعظیم و تکریم کی اور اپ (عائشہ) کو بدیہ و تحفے بھیج کر مالی تعاون کیا

معاویہ کے تحفے

جس گھڑی محقق، معتبر تاریخ کے متون کو بغور دیکھتا ہے تو عائشہ اور حکومت اموی کے درمیان گہری دوستی کی شگفت امیز علامت پاتا ہے۔

جبکہ یہ دونوں گروہ پہلے اپس میں ایک دوسرے کے بہت مخالف تھے، اور قتل عثمان کے مسئلہ میں ایک دوسرے سے نوک جھونک بھی ہوئی تھی، لیکن مصلحت وقت نے ایک دوسرے کو کافی نزدیک کر دیا تھا اور وہ ایک لشکر کی شکل میں ہو گئے تھے۔

حکومت اموی کی مراعات مالی نے عائشہ سے زیادہ قریب کر دیا اور متعدد بار اموال کثیر نیز قیمتی تحفے معاویہ کی طرف سے اور دوسرے روساء حکومت اموی نے انکی خدمت میں بھیجے، ہم نے ان تمام دلیلوں کو معتبر تاریخ سے جمع کیا ہے اور اپنے مدعی کو ثابت کرنے کے لئے اپکی خدمت میں چند نمونے پیش کرتے ہیں۔

ابو نعیم اصفہانی حلیۃ اولیاء میں عبد الرحمن بن قاسم سے نقل کرتے ہیں ایک مرتبہ معاویہ نے عائشہ کی خدمت میں مختلف تحفے بھیجے جن میں لباس و پیسے نیز قیمتی چیزیں بھی تھیں (۲)

یہی ابو نعیم اصفہانی عروہ بن زبیر سے نقل کرتا ہے۔

معاویہ نے دوسری مرتبہ ایک لاکھ درہم نقد عائشہ کے پاس بھیجا (۳)

۱_ یعقوبی ج ۲ ص ۲۰۰ کے بعد
۲_ حلیۃ الاولیاء ج ۲ ص ۴۸
۳_ حلیۃ الاولیاء ج ۲ ص ۴۷

معاویہ نے مکہ سے عائشہ کے پاس ایک قیمتی بار بطور ہدیہ بھیجا جسکی قیمت ایک لاکھ درہم تھی اور اس تحفہ کو ام المومنین عائشہ نے قبول کیا (۱) طبقات الكبرى میں یوں ایا ہے کہ ، منکدر بن عبد اللہ ام المومنین عائشہ کے یہاں گیا تھوڑی دیر گفتگو کے بعد عائشہ نے پوچھا ، ایا فرزند رکھتے ہو ؟ منکدر بن عبد اللہ نے جواب دیا کہ ، نہیں۔

عائشہ نے کہا _ اگریم اس وقت دس ہزار درہم کے مالک ہوتے تو تمہیں دے دیتی تاکہ اس سے کنیز خرید لیتے اور اس سے صاحب اولاد ہوتے ، یہ ملاقات تمام ہو گئی اتفاق سے اسی روز غروب کے وقت معاویہ کی طرف سے کافی مقدار میں رقم اگئی۔

عائشہ نے کہا _ کتنی جلدی اپنی مراد تک پہنچ گئی

پھر بمیبا پنے یہاں بلایا اور دس ہزار درہم دیئے میں نے اس رقم سے ایک کنیز خرید لی (۲)

ایک دوسرا واقعہ ابن کثیر سعد بن عزیز سے نقل کرتے ہیں:

معاویہ نے ایک بار عائشہ کا اٹھارہ ہزار دینار قرض چکایا جو انہوں نے لوگوں سے لے رکھا تھا (۳)

اپ حضرات نے یہاں تک معاویہ کی عائشہ کی نسبت مراعات مالی کا نمونہ ملاحظہ فرمایا _ یہ صرف معاویہ نے ایسا نہیں کیا بلکہ اموی روساء بھی اسی راہ پر گامزن رہے اور کبھی کبھار انکی خدمت میں تحائف بھیجتے رہتے تھے ، جن میں ایک حاکم بصرہ عبد اللہ بن عامر ہے کہ جس نے ایک مرتبہ عائشہ کے پاس پیسے اور لباس کی شکل میں تحفے بھیجے۔ (۴)

صدیاں گزرنے کے بعد جب مورخین نے حکومت اموی کی طرف سے عائشہ کی مالی مدد کا اس مقدار میں تذکرہ کیا ہے تو یقیناً اسکی مقدار اس سے کہیں زیادہ رہی ہو گی اور حکومت جو عائشہ کا احترام کرتی تھی وہ صرف دنیاوی مصالح اور

_۱ ابن کثیر ج ۷ ص ۱۳۷ ، سیر اعلام النبلاء ج ۲ ص ۱۳۱

_۲ طبقات الكبرى ج ۵ ص ۱۸

_۳ ابن کثیر ج ۸ ص ۱۳۶

مفاد پرستی کی وجہ سے تھا اور وہ بھی جو کچھ احترام کرتی تھیں وہ اپنے مفاد کی خاطر تھا۔

ان مفاد پرستی کی وجہ سے اسلام و مسلمین کو جو نقصانات پہنچے ہیں انہیں ائندہ بیان کروں گا۔

اموی حکومت میں ، عائشہ کا رسوخ

قارئین کرام جو کچھ ہم نے عائشہ کی زندگی اور انکی سیاسی و اجتماعی کارنامے کو بیان کیا ہے اگر آپ حضرات اس پر غور کریں گے تو ان کی سیاسی سوچہ بوجہ پہچاننے میں کوئی دشواری نہیں ہو گی عائشہ سیاست اور معاشراتی نفوذ کے لحاظ سے ان صفات کی حامل تھیں جو ایک سیاستدان کے لئے بہت ضروری ہے وہ اپنے زمانے میں سب پر حاوی تھیں۔ اس بات کو ہم بعد کے صفحات میں بھی مختلف طریقوں سے پیش کریں گے۔

ان کی پہلی خاصیت یہ تھی کہ انکی بات سب کے دل میں اتر جاتی تھی

صاحب طبقات کبری لکھتے ہیں۔ مرہ بن ابی عثمان جو عبد الرحمن بن ابو بکر کا ازاد کردہ تھا ، ایک روز عبد الرحمن کے پاس آیا اور ان سے درخواست کی کہ ایک خط زیاد کو لکھدیں تاکہ حاجت پوری ہو جائے۔

عبد الرحمن نے خط یوں لکھا کہ زیاد کو بجائے ابو سفیان کا بیٹا قرار دینے کہ اسکو عبید کا فرزند لکھ دیا۔ جب مروہ بن عثمان نے خط کو دیکھا تو عبد الرحمن سے کہا کہ ہم اس خط کو زیاد کے پاس لے کر نہیں جائیں گے کیونکہ ہماری حاجت اس خط سے پوری نہیں ہو سکتی پھر وہ عائشہ کے پاس آیا اور ان سے وہی درخواست کی۔ ام المومنین عائشہ نے اس طرح زیاد کو خط لکھا۔

یہ خط ام المومنین عائشہ کی طرف سے ہے زیاد بن ابو سفیان۔ مرہ خط لیکر زیاد کے یہاں گیا ، اس نے خط پڑھنے کے بعد کہا ، تم ابھی چلے جاؤ اور کل صبح سویرے میرے پاس آنا تو ہم تمہاری حاجت کو پورا کر دیں گے۔

مرہ بن ابی عثمان دوسرے روز زیاد کے یہاں گیا تو کیا دیکھا کہ حاضرین کی ایک بڑی تعداد بے زیاد نے اپنے غلام سے خط پڑھنے کو کہا ، اس نے عائشہ کے خط کو پڑھا یہ خط بے ام المومنین کی طرف سے زیاد بن ابو سفیان کو _ خط کے تمام

۱۳۰

بونے کے بعد زیاد نے مرہ بن عثمان کی حاجت پوری کر دیا (۱۱)

یاقوت حموی اسی داستان کو (نہر مرہ) کے مادہ میں اپنی جغرافیائی انسائیکلوپیڈیا میں لکھتے ہیں۔

زیاد عائشہ کے خط سے اتنا خوش ہوا کہ اس نے مرہ کا خوب اکرام کیا اور خط تمام بونے کے بعد اس نے لوگوں سے کہا : یہ خط ام المومنین عائشہ نے میرے نام لکھا ہے ، پھر حکم دیا کہ مرہ بن عثمان کو سو (۱۰۰) ایکڑ زمین نہر ابلہ کے کنارے دیدیا جائے اور اس میں زمین کی ابیاری کرنے کے لئے ایک کنواں کھودا جائے ، یہی وہ نہر ہے جو (مرہ) کے نام سے مشہور ہوئی۔

اس واقعہ سے جو نتیجہ نکلتا ہے وہ یہ ہے کہ زیاد نے نوشتہ عائشہ اور رسوخ کلام سے اپنا فائدہ اٹھایا ، کیونکہ ام المومنین نے اسکو ابو سفیان کا بیٹا تسلیم کیا ، اور اپنے خط میں اسی عنوان سے مخاطب کیا ، یہی وجہ تھی کہ بہت خوش ہوا اور حکم دیا کہ انکے خط کو مجمع عام میں پڑھا جائے تاکہ دوسرے لوگ بھی اس بات کو جان لیں کہ دور حاضر کی بزرگ شخصیت عائشہ بھی اسکے نسب اعلیٰ کو پہچانتی ہیں ، اور سابق رئیس قریش ابو سفیان کا بیٹا اور خلیفہ وقت کا بھائی جانتی ہیں۔

عائشہ نے دیگر مواقع پر بھی زیاد کو خط لکھا اور اس میں لوگوں کی رعایت مالی کا خیال رکھنے کی تاکید کی جسکے جواب میں زیاد نے خط بھیجا کہ مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ جیسے ہم اپنے ماں باپ کے سایہ عاطفت میں زندگی بسر کر رہے ہیں (۲)۔

عائشہ اور معاویہ کا ایک دوسرے پر چوٹ

عداوت علی میں اگر چہ عائشہ کی معاویہ سے ایک دانت کاٹی دوستی ہو گئی تھی _ لیکن بعد میں ایسے اسباب پیدا ہو گئے جنکی وجہ سے ان دونوں

میں دوری ہو گئی _ اور رفتہ رفتہ ایک جنگ سرد میں تبدیل ہو گئی تھی۔

معاویہ نے شب و روز کی تگ و دو کے بعد زمام حکومت کو ہاتھ میں لے لیا مگر وہ اس پر بھی خوش نہیں تھا بلکہ اسکی خواہش یہ تھی کہ اپنی حکومت و سلطنت کو موروثی بنا ڈالے یہ مسئلہ اسوقت اور بھیانک ہو گیا جب اسکے قدیم دوست جو مختلف گروہوں میں بٹے تھے حکومت کو خاندانی بنانے میں کسی طرح راضی نہیں ہوئے لہذا معاویہ نے اپنے بھیانک

_طبقات ج ۷ ص ۹۹
_عقد الفرید ج ۴ ص ۲۱۷

۱۳۱

چہرے کو ظاہر کر دیا۔

ام المومنین عائشہ ان حالات میں معاویہ کے مخالف گروہ سے جا ملیں اور معاویہ سے اپنی دوستی توڑ ڈالی۔

عائشہ اور معاویہ کے درمیان پہلا اختلاف اس بات پر ہوا کہ اس نے شیر کو فہ محب علی حجر بن عدی کو قتل کر دیا۔

ابو الفرج اصفہانی لکھتے ہیں:

عائشہ نے اپنا نمائندہ عبد الرحمن بن حرث کو شام بھیجا تاکہ معاویہ سے حجر اور ان کے ساتھیوں کے لئے سفارش کرے مگر عبد الرحمن اسوقت دمشق پہنچا کہ معاویہ نے ان لوگوں کو شہید کر ڈالا تھا _ فرستادہ عائشہ مایوس و نا امید ہو کر واپس چلا آیا اور اس نے پوری داستان بیان کی ، جب عائشہ نے ان باتوں کو سنا تو بہت ناراض ہوئیں اور کہنے لگیں کہ ، اگر ہم کو اس کا خوف لاحق نہ ہوتا کہ ہم ہی ہر بار اوضاع کو خراب کرتے ہیں تو اسکو بتا دیتی اور یہ نا گوار حادثہ پیش نہ آتا ، لیکن اس بار میں اس کو نہیں چھوڑ سگی اور حجر کا انتقام ضرور لونگی ، خدا کی قسم ، حجر مومن اور مجاہد فی سبیل اللہ تھا (۱)

عائشہ کا یہ کہنا کہ اگر ہم کو اس بات کا خوف نہ ہوتا کہ ہر بار ہمیں انقلاب برپا کرتے ہیں اور حالات کو دگرگوں بناتے ہیں تو اسکے امور کٹھنائی میں پڑ جاتے ، وہ یہ بے کہ _ عثمان کے خلاف لوگوں کو ورغلانے کی باگ ڈور اپ ہی کے ہاتھوں میں تھی ، اور جو انکی نظر میں امور سخت ہو گئے اسکی وجہ یہ ہے کہ حضرت

امیر المومنین (ع) تخت خلافت پر بیٹھ گئے ، یہ مسئلہ ام المومنین عائشہ پر اسقدر گراں گذرا تھا کہ اپ دعا مانگتی تھیں کہ اسمان زمین پر پھٹ پڑے تاکہ سب نابود ہو جائیں۔

لیکن خوش نصیبی یہ رہی کہ انکی ارزو نقش بر اب ہو کر رہ گئی اور امام علیہ السلام نے مسند خلافت کو زینت بخشی ، لہذا کمر بمت باندھی تاکہ انقلاب بر پا کر کے خلافت کو امام (ع) کے چنگل سے چھیڑا لیں اسی بناء پر خونین جنگ جمل برپا کر دی اور اس میں بھی کامیاب نہ ہو پائیں اور نتیجہ میں اپنے چچا زاد بھائی طلحہ اور انکے فرزند نیز بہنوئی زبیر کو ہاتھوں سے کھو ڈالا اس حادثہ نے انکو رنج و غم کا تحفہ پیش کیا لہذا انکو ڈر تھا کہ کہیں معاویہ کے خلاف محاذ ارائی کی توشاید نا گوار حادثات پیش آئیں اور پہلے کی طرح پھر محنت پر پانی پھر جائے۔

۱۔ اطبری ج ۴ ص ۱۹۲ ، اغانی ج ۱۶ ص ۱۰

۱۳۲

یہی وجہ تھی جو اپنے غصے کو پی گئیں اور معاویہ کے مقابلہ میں سکوت اختیار کر لیا۔

قتل حجر کے سلسلے میں عائشہ کی دوسری باتیں تاریخ کی کتابوں میں یاد گاری حیثیت سے موجود ہیں جو انکی سیاسی گہرائی کی نشاندہی کرتی ہیں

عائشہ نے کہا ۔ خدا کی قسم ۔ اگر معاویہ نے اہل کو فہ کی بزدلی کا احساس نہ کیا ہوتا تو برگز جرات و جسارت نہ کرتا کہ حجر اور انکے ساتھیوں کو قید کر کے قتل کرتا ، لیکن فرزند جگر خوار نے عرب کی غیرت و حمیت کو بھانپ لیا ہے کہ یہ لوگ اپنی غیرت و حمیت کو کھو بیٹھے ہیں۔

خدا کی قسم ۔ حجر اور انکے ساتھی شجاعت و حمیت میں بہت بلند تھے۔

لبید شاعر نے کتنا اچھا شعر کہا ہے:

ذهب الذین یعاش فی اکنافہم
و بقیت فی خلف کجلد الاجرب
لا ینفعون ولا یرجی خیرہم
ویعاب قائلہم و ان لم یشعب

ترجمہ : وہ لوگ چلے گئے جنکے بل بوتے پر زندگی گزارتے تھے اور ہم انکے بعد اسی طرح ہیں جیسے جذام شخص کی کھال کہ جو نہ نفع بخش ہے اور نہ ہی خیر کی امید ہے ، انکے بارے میں کچھ کہنا گویا عیب ہے جبکہ ان لوگوں نے کوئی برائی بھی نہیں پھیلانی ہے (۱)۔

قتل محمد بن ابی بکر

عائشہ اور معاویہ کے درمیان اختلاف کا دوسرا سبب جو بنا، وہ ان کے بھائی محمد بن بکر کا قتل ہے ابن عبد البر اور ابن اثیر نقل کرتے ہیں۔

جس سال معاویہ حج کرنے گیا تو زیارت قبر رسول (ص) کے نام پر مدینہ آیا۔ قیام کے دوران ایک دن عائشہ سے ملاقات کرنے گیا تو آپ نے سب سے پہلے جس بات کو چھیڑا وہ حجر بن عدی کا قتل تھا۔

۱۔ اسد الغابہ ج ۴ ص ۲۶۱ ، اغانی ج ۱۴ ص ۲۱۱

۱۳۳

اس سلسلے میں عائشہ نے معاویہ کو بہت کچھ سنایا اس پر معاویہ نے کہا:

اے ام المومنین مجھے اور حجر کو ہنگام حشر تک چھوڑ دیجئے (۱)

بعض مورخوں نے اس ملاقات کی داستان کو تفصیل سے لکھا ہے کہ معاویہ جیسے ہی بیٹھا تو عائشہ نے کہا۔ اے معاویہ تم کیسے اطمینان کے ساتھ میرے گھر میں آگئے ، تم نے خوف نہیں کھایا کہ کہیں ہم تم سے اپنے بھائی (محمد بن بکر) کے قتل کا بدلہ نہ لے لیں۔

معاویہ نے جواب دیا ، میں آپکے گھر میں امان کے ساتھ وارد ہوا ہوں۔

عائشہ نے کہا ، اے معاویہ آیا حجر اور انکے ساتھیوں کو قتل کرنے میں خدا سے خوف نہ کھایا معاویہ نے کہا ، حقیقت تو یہ ہے کہ جن لوگوں نے ان لوگوں کے خلاف شہادت دی تھی ان ہی نے انہیں مارا ہے (۲)

احمد بن حنبل اپنی مسند میں لکھتے ہیں:

عائشہ نے جب یہ کہا کہ اے معاویہ تم کیسے ہمارے گھر میں آگئے تو معاویہ نے جواب دیا آپ برگز ہم کو قتل نہیں کر سکتی ہیں کیونکہ گھر خانہ امن ہے اور

بم نے پیغمبر اسلام (ص) سے سنا ہے کہ خدا پر ایمان رکھنے والا برگز گھر میں قتل نہیں کر سکتا۔

معاویہ نے عائشہ سے کہا _ اچھا یہ بتائیے کہ ہمارا برتاؤ آپ کے ساتھ کیسا ہے اور اپنی حاجت ابھی تک پوری ہوئی یا نہیں ؟

عائشہ نے کہا _ بہت اچھا ہے

معاویہ نے کہا _ پھر مجھکو چھوڑ دیجئے اب ہم دونوں ایک دوسرے سے بارگاہ خداوندی میں ملاقات کر لینگے (۳)

جیسا کہ کتب تاریخ میں ہے کہ عائشہ کے بھائی محمد بن ابی بکر ۳۷ھ میں اور حجر بن عدی ۵۰ھ میں قتل کئے گئے ، مگر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ام المومنین عائشہ کیوں اور کیسے تیرہ برس تک خاموش بیٹھی رہیں ، اور اپنے بھائی کے خون کا بدلہ لینے کے لئے ایک کلمہ بھی زبان پر نہ لائیں ، اور جب حجر اور انکے ساتھی مارے گئے تب اپنے بھائی کا درد ناک قتل یاد آیا ، ہم تو یہی سمجھتے ہیں کہ یہ مسئلہ اسوقت پیش آیا ہو گا جب ان دونوں کے روابط خراب ہو گئے ہوں گے ، اور جیسا کہ آپ نے

۱_ اسد الغابۃ ، استیعاب حجر کے شرح حال میں

۲_ استیعاب حجر کے شرح حال میں

۳_ مسند احمد ج ۴ ص ۹۲

۱۳۴

ملاحظہ فرمایا کہ عائشہ نے عبد الرحمن بن حرث کو مدینہ سے شام بھیجا تاکہ حجر اور انکے ساتھیوں کو معاویہ کے ہاتھوں چھوڑا لائیں اور اسکی خبر تمام بلاد اسلامی کے گوشہ و کنار تک پھیل گئی تھی ، اور اموی حکومت میں عائشہ کے نفوذ و رسوخ کا پہلے ہی سے لوگوں میں ڈھونڈھورا پٹا ہوا تھا _ ، اور لوگ کافی امید لگائے بیٹھے تھے کہ انکی سفارش حکومت اموی رد نہ کرے گی ، معاویہ انکو مایوس نہیں کرے گا چند دن نہیں گزرے تھے کہ اچانک نمایندہ نا امید ہو کر واپس چلا آیا اور پہلی مرتبہ عائشہ کو اپنے منہ کی کھانی پڑی۔

اس واقعے نے تمام بلاد اسلامی میں عائشہ کی شخصیت کو کافی مجروح کیا کیونکہ خلفاء ثلاثہ کے زمانہ میں بھی آپ کافی با رسوخ تھیں اور خلافت کی مشینریاں (سوائے حکومت علوی کے) ہمیشہ انکی رائے کو احترام کی نگاہ

سے دیکھتی تھیں۔

مگر یہ پہلا موقع تھا کہ انکی سفارش ردی کی ٹوکری میں ڈال دی گئی

جب آپ نے انکی تمام مقام و منزلت کو پہچان لیا تو اس واقعہ نے ضرور انکے اوپر کوہ گراں کا کام کیا ہو گا اور خشم و کینہ نے انکو اتش فشاں پہاڑ بنا ڈالا ہو گا ، ایا یہی اسباب و عوامل باعث نہیں تھے کہ سالہا سال معاویہ سے گہری دوستی اور ان تمام مراعات مالی کے باوجود معاویہ سے جھگڑنے لگیں ، اور اسکے برے افعال سے نقاب کشائی کرنے لگیں۔

نیز اپنے بھائی کے خون ناحق کو باوجودیکہ تیرہ برس گذر چکا تھا یاد کرنے لگیں۔

مکار سیاستداں معاویہ نے بھی بہتری اسی میں دیکھی کہ عائشہ کے غصے کے سامنے ٹھنڈا رہے اور اپنی قدیم دوستی کو یاد دلائے نیز جو محبت اور تحفے انکی خدمت میں بھیجے تھے ان کو گوش گذار کرے۔

لیکن جیسا کہ اس سے قبل آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ _ عائشہ کوئی معمولی عورت نہ تھیں بلکہ ایک طاقتور ذہین عورت تھیں ابھی غصے سے ٹھنڈی بھی نہیں ہوئیں تھیں کہ معاویہ نے اسی وقت بجائے زخم پر مرہم کے انکے دل پر نمک چھڑک دیا کہ ، بیعت یزید کی خاطر اس نے انکے بھائی کو مروایا ہے ، اچانک عبد الرحمن بن ابی بکر کی خبر مرگ کی وجہ سے عائشہ اور معاویہ کے درمیان پھر سے غیظ و غضب کے تازے شعلے بھڑکنے لگے۔

۱۳۵

عبد الرحمن بن ابی بکر کو زہر دیا گیا

عائشہ اور معاویہ کے درمیان تیسرا سبب جو اختلاف کا سمجھ میں آتا ہے وہ انکے بھائی عبد الرحمن بن بکر کی ناگہانی موت ہے۔

آپ نے اس سے پہلے دیکھا کہ جب معاویہ مسلمانوں کو بیعت یزید کے لئے آمادہ کر رہا تھا تو ایک دن حاکم مدینہ مروان بن حکم نے خطبے میں یزید کا نام لے لیا اور اسکو ولیعهد بتانے لگا اس وقت عبد الرحمن کھڑے ہو گئے اور مروان کو خوب برا بھلا کہا:

مروان نے عبد الرحمن کو برا بھلا کہتے ہوئے ان جملوں کو استعمال کیا تھا کہ
_ یہ وہی آدمی تو ہے جس کے بارے میں قرآن میں اس طرح آیا ہے کہ جس نے
اپنے ماں باپ سے یہ کہا تھا کہ تمہارے لئے حیف ہے کہ تم مجھے اس بات سے
ڈراتے ہو " وَالَّذِي قَالَ لَوْلَا يُهَافُ لَوْلَا يُهَافُ لَوْلَا يُهَافُ " _ سورہ احقاف آیہ ۱۷

عائشہ گھر ہی کے اندر سے چیخنے لگیں کہ خداوند عالم نے ہمارے خاندان
کے سلسلے میں کوئی چیز نازل نہیں کی ہے _ ہاں _ اگر نازل کیا ہے تو ہماری
بے گناہی کو واقعہ افک میں بیان کیا ہے (۱)

مشہور مورخ ابن اثیر اس واقعہ کو یوں نقل کرتے ہیں:

معاویہ نے یزید کی بیعت لینے کے لئے اپنے والی و حاکم مروان کو خط بھیجا ،
اس نے حسب دستور اپنے خطبے میں کہا کہ _ امیر المومنین معاویہ نے اپنا ایک
ولیعہد معین کر کے تم لوگوں پر احسان کیا ہے اور اس نیک کام میں کوتاہی نہیں
کی اس عہدے پر اپنے فرزند یزید کو نامزد کیا ہے عبد الرحمن نے جیسے ہی سنا
فورا کھڑے ہو گئے اور کہنے لگے _

اے مروان _ معاویہ بھی جھوٹ کہتا ہے اور تم بھی جھوٹ بولتے ہو ، تم لوگوں
نے عوام کی خیر و صلاح کو مد نظر نہیں رکھا ہے بلکہ تم لوگ خلافت کو
بادشاہت میں تبدیل کرنا چاہتے ہو _ جس طرح قیصر و کسری کے بادشاہوں نے
کیا کہ ایک مرا تو دوسرا بادشاہ اسکا جا نشین ہو گیا اور تم لوگ بھی ایسا ہی
کرنا چاہتے ہو _

مروان نے کہا _ اے لوگو _ یہ وہی شخص ہے جس کے بارے میں قرآن نے کہا
کہ جس نے اپنے والدین سے یہ کہا کہ تمہارے لئے حیف ہے کہ تم مجھے اس
بات سے ڈراتے ہو _

_ صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۲۶

۱۲۶

اس بات کو عائشہ نے پس پردہ سن لیا تو اسی مقام سے فریاد بلند کرنے
لگیں _

اے مروان _ اے مروان _ تمام لوگ خاموش ہو گئے مروان نے بحالت مجبوری

انکی طرف رخ کیا۔

عائشہ نے کہا ، ایا تم وہی ہو کہ جس نے عبد الرحمن کے بارے میں یہ کہا کہ اسکی قرآن میں مذمت آئی ہے ، تم ایک نمبر کے جھوٹے ہو۔

خدا کی قسم ۔ وہ اس ایت کا مخاطب نہیں ہے بلکہ کوئی دوسرا شخص ہے ، لیکن تم تو پہلے ہی سے ملعون خدا ہو (۱)

دوسری روایت میں یوں ایا ہے کہ تم جھوٹ بولتے ہو ، خدا کی قسم ، جو کچھ تم نے عبد الرحمن کی نسبت کہا ہے ان میں سے وہ نہیں ہے البتہ رسول اکرم (ص) نے تمہارے باپ پر اس وقت نفرین کی جب تم اس کے صلب میں تھے ، اور اس طرح تم پر پہلے ہی سے خدا کی پھٹکا رہے۔

یہی وجہ تھی کہ مروان بن حکم نے بار دیگر بیعت یزید کا بیڑا نہیں اٹھایا اور اس سے کنارہ کشی اختیار کر لی۔

معاویہ نے ایک مدت کے بعد لوگوں کو دکھانے کے لئے حج کا سفر کیا پھر مدینہ ایا جس کو ہم نے مدینہ میں وارد ہونے کے بعد جو واقعات پیش آئے اس کو مختصر طور پر بیان کیا ہے

لیکن اس وقت دوسرے نکتے کی طرف توجہ مبذول کرانی ہے۔

صاحب استیعاب ابن عبد البر لکھتے ہیں:

معاویہ مسجد نبوی کے منبر پر بیٹھا رہا اور لوگوں کو بیعت یزید کی دعوت دی جس پر حضرت امام حسین، (ع) عبد اللہ بن زبیر ، اور عبد الرحمن بن ابی بکر نے اس پر اعتراض کیا ۔ اور ان لوگوں کے درمیان کافی تو تو میں میں ہوئی۔

عبد الرحمن نے کہا ۔ اے معاویہ ۔ ایا خلافت بادشاہت میں تبدیل ہو گئی ہے کہ ایک بادشاہ دنیا سے گیا کہ اسکی جگہ دوسرا بادشاہ آگیا۔

کسی طرح لوگوں کی رضایت کا خیال نہیں ہے ہم برگز بیعت نہیں کریں گے۔

اسی رات معاویہ نے عبد الرحمن کے پاس ایک لاکھ درہم بھیجو ایا تاکہ بیعت یزید پر راضی ہو جائیں ۔ لیکن انہوں نے اس رقم کو

قبول نہیں کیا اور کہا _ ہم برگز اپنے دین کو دُنیا سے نہیں بیچیں گے ، اس کے بعد مدینہ سے مکہ کی طرف چل دیئے ، لیکن قبل اس کے کہ یزید کی بیعت مرحلہ اختتام تک پہنچے دنیا سے چل بسے (۱)

ابن عبد البر مزید لکھتا ہے:

عبد الرحمن مکہ کے اطراف میں مقام (حبشی) پر نا گہانی موت سے مرے جو مکہ سے دس میل کے فاصلہ پر ہے اور اسی جگہ دفن بھی ہوئے۔

نیز کہتے ہیں کہ _ انہوں نے حالت خواب میں جان دی ، لیکن جس وقت عائشہ انکی خبر مرگ سے مطلع ہوئیں تو انہوں نے مکہ کا سفر کیا ، جب مقام حبشہ پر پہنچیں تو قبر برادر پر گئیں اور خوب گریہ کیا ، اور ان اشعار میں بین و نوحہ کیا _ جس کا ترجمہ یہ ہے کہ:

ہم دونوں ایک طویل مدت تک بادشاہ حیرہ (جذیمہ) کے دو ندیم کی طرح تھے جو دونوں ایک دوسرے سے بہت محبت کرتے تھے اور ہمیشہ ساتھ رہتے تھے ، یہاں تک کہ لوگوں نے کہنا شروع کر دیا کہ ان دونوں میں کبھی جدائی نہیں ہو سکتی ہے ، لیکن میرے بھائی کی موت نے اسوقت ہم دونوں کو ایک دوسرے سے علیحدہ کر دیا ہے ، ان تمام الفتنوں و محبتوں کے باوجود ایسا لگتا ہے کہ گویا ایک رات بھی ساتھ میں نہیں تھے (۲)

پھر روتے ہوئے کہا _ خدا کی قسم _ اگر تمہارے دفن کے وقت موجود ہوتی تو تمہارے ساتھ دفن ہو جاتی تاکہ تمہارے حال پر گریہ کناں نہ رہتی۔

ہاں _ اس طرح عائشہ اور بنی امیہ کے درمیان اختلاف کو نئی قوت مل گئی اور جنگ کے شعلے مزید بھڑکنے لگے ، لیکن عائشہ نے ایسے حالات میں اپنے بھائی کو کھو دیا۔

عبد الرحمن کو نا گہانی موت نہیں ائی تھی بلکہ اسکے اسباب و علل غور طلب ہیں۔

اس کی شناخت اسی طرح ہو گی جس طرح مالک اشتر مصر کے راستے میں مار ڈالے گئے

عبد الرحمن بن ابی بکر اور سعد بن وقاص کی موت بھی اسی طرح ہوئی ، یہ تمام مشہور شخصیتیں یزید کی بیعت نہ کرنے کی وجہ

۱_ استیعاب ج ۲ ص ۳۷۳ ، اسد الغابہ ج ۳ ص ۳۰۶ ، اصابہ ج ۲ ص ۴۰۰
۲_ استیعاب ج ۲ ص ۳۷۳

۱۳۸

سے ماری گئیں۔

یہی وہ مقامات ہیں جہاں سے عائشہ اور حکومت اموی کے درمیان اختلاف کی آگ بھڑکی کیونکہ انہوں نے اس راہ میں اپنے عزیز بھائیوں کو کھو دیا تھا ، اس پر ظلم یہ ہوا کہ کس کے بل بوتے پر بنی امیہ سے جنگ کرتیں کیونکہ اب نہ طلحہ نہ زبیر و عبد الرحمن اور نہ ہی دوسرے مددگار ،

عائشہ نے ان دو بیتوں کے سہارے اپنے دلی کوائف کو یوں بیان کیا ہے

ذهب الذین يعاش اكنافهم
و بقیت فی خلف كجلد الاجرب
لا ينفعون ولا يرجی خیرهم
و يعاب قائلم و ان لم يشعب

ترجمہ _ وہ لوگ چلے گئے جن کے سایہ رحمت میں زندگی گزارتے تھے اور ہم انکے بعد اسی طرح ہیں جیسے جذام شخص کی کھال کہ نہ نفع بخش ہے اور نہ ہی خیر کی امید ہے _ ان کے بارے میں کچھ کہنا گویا عیب ہے جبکہ ان لوگوں نے کوئی برائی بھی نہیں پھیلانی ہے۔

دوسری بات یہ تھی کہ عائشہ کا پہلے کی طرح وہ سن بھی نہیں رہا کہ مرکب پر سوار ہو کر جنگ و بیابان کی خاک چھائیں ، اور بنی امیہ کے خلاف آتش جنگ کو بھڑکائیں یہی وجہ تھی کہ انہوں نے اپنے کینے اور دشمنی کو دوسری شکل میں ظاہر کیا۔

اور آپ نے پہلے دیکھا کہ حاکم مدینہ (مروان) جیسے ہی ان (عائشہ) کی جنگل میں آیا تو انہوں نے قول رسول (ص) کو جو کہ اسکے باپ کے سلسلے میں تھا کہ تم تو پہلے ہی سے ملعون خدا ہو اسکو بیان کر ڈالا ، اور مدتوں اسی ڈگر پر چلتی رہیں۔

میں سمجھتا ہوں کہ عائشہ نے بنی امیہ کی مذمت میں جو احادیث رسول

(ص) بیان کی ہے یہ سب اسی دور کی ہیں۔ اور اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ جو کچھ اہلبیت رسول (ص) اور انکے اصحاب کے فضائل و احادیث سنیں تھی اسکو بیان کیا، کیونکہ معاویہ و بنی امیہ کو اس دور میں چڑھانے کے لئے سوائے فضائل اہلبیت علیہم السلام کو بیان کرنے کے کوئی چارہ نہ تھا، اس عمل نے ان لوگوں کو سخت متحیر اور انکے دماغ کو چکرا ڈالا تھا۔

اس دور میں حضرت امام حسین (ع) سے کافی محبت سے پیش آنے لگیں لہذا جو بھی حدیثیں ان لوگوں کے سلسلہ میں عائشہ سے نقل ہوئی ہیں اور کتب احادیث میں جو فضائل امیر المومنین (ع) اور صدیقہ طاہرہ نیز انکی والدہ گرامی خدیجہ کبری (ع) کے

۱۳۹

سلسلہ میں بیان ہوئی ہیں ضرور بالضرور اسی دور کے ہیں۔

میں سمجھتا ہوں کہ جو کلمات ندامت و شرمندگی کے عائشہ نے جنگ جمل کے بارے میں کہے ہیں اسی زمانہ کے ابتدائی دور کے ہیں اور مرتے دم تک اسی کا رونا روتی رہیں جسکی تفصیل ائندہ آئے گی۔

جنگ جمل سے عائشہ کی شرمندگی

ابو جندب کوفی نے عائشہ سے اپنی ملاقات کی داستان یوں بیان کیا ہے جب ہم عائشہ کے گھر گئے تو انہوں نے پوچھا، تم کون ہو؟ میں نے کہا، میں قبیلہ ازد سے جو کہ کوفہ میں رہتا ہوں۔

عائشہ نے پوچھا، آیا تم نے جنگ جمل میں شرکت کی تھی؟

جندب کوفی نے کہا جی ہاں

عائشہ نے کہا، آیا ہمارے مخالف تھے یا موافق؟

جندب نے جواب دیا۔ ہم آپکے مخالف لشکر میں تھے۔

عائشہ نے کہا۔ آیا وہ کون شخص تھا کہ جس نے اپنے رجز میں یہ کہا تھا کہ

اے ام المومنین ہم آپکو جانتے ہیں لیکن آپ ہم کو نہیں پہچانتی ہیں؟

جندب نے کہا _ باا _ وہ میرا چچا زاد بھائی تھا _

اسکے بعد اتنا روئیا کہ میں سمجھا کہ انکو گریہ سے برگز افافہ نہیں ہو گا
(۱۱)

ابن اثیر لکھتے ہیں:

ایک روز عائشہ کے یہاں گفتگو کے درمیان جنگ جمل کا تذکرہ اگیا تو عائشہ نے پوچھا لوگ ابھی تک اس جنگ کو یاد کئے ہوئے ہیں ؟

_ ۱ طبری ج ۵ ص ۱۱ حوادث جنگ جمل

۱۴۰

حاضرین نے کہا _ باا _

عائشہ نے کہا _ اے کاش اس جنگ میں شرکت نہ کئے ہوتی اور دیگر ازواج رسول (ص) کی طرح اپنے گھر میں رہتی ہمارے دس قیمتی فرزند رسول (ص) عبد اللہ بن زبیر، عبد الرحمن ، بن حارث جیسے افراد نہ مارے جاتے (۱۱)
مورخین و مفسرین نے مسروق نامی شخص سے نقل کیا ہے _

عائشہ جس گھڑی سورہ احزاب کی اس آیت کو پڑھتی تھیں جسمیں ازواج رسول (ص) کو گھر میں رہنے کا حکم دیا گیا تھا تو آپ اتنا روتی تھیں کہ اوڑھنی انسو سے تر ہو جاتی تھی (۱۲)

"عائشہ مرنے سے پہلے"

صاحب کتاب طبقات الکبریٰ محمد بن سعد نقل کرتے ہیں:

ایک روز ابن عباس عائشہ کے مرنے سے پہلے انکو دیکھنے گئے ، تو انہوں نے انکی خوب تعریف و تحسین کی _ جب ابن عباس چلے گئے تو عائشہ نے عبد اللہ بن زبیر سے کہا ، ابن عباس نے میری تعریف کی ہے _ اب مجھے ذرہ برابر اچھا نہیں لگتا ہے کہ کوئی ہم کو اچھے نام سے یاد کرے _ ، میں چاہتی ہوں کہ لوگ ہمیں اس طرح سے بھلا دیں گویا دنیا میں قدم ہی نہیں رکھا تھا (۱۳)

کتاب بلاغات النساء میں آیا ہے کہ _ جس وقت عائشہ پر حالت احتضار کی

کیفیت طاری ہوئی تو آپ بہت مضطرب و پریشان تھیں ، حاضرین نے ان سے کہا
آپ اتنا پریشان کیوں ہیں آپ تو ابو بکر صدیق کی بیٹی اور ام المومنین ہیں ؟

عائشہ نے جواب دیا ۔ میں سچ کہتی ہوں کہ جنگ جمل میرے گلے کی ہڈی
بن گئی ہے۔

اے کاش اس دن سے پہلے مر کھپ گئی ہوتی یافغان ہو جاتی (۴)

۱۔ اسد الغابۃ ج ۳ ص ۲۸۴ ، طبقات ابن سعد ج ۵ ص ۱

۲۔ طبقات ج ۸ ص ۵۶

۳۔ طبقات ج ۸ ص ۴۶۲

۴۔ شرح نووی ج ۴ ص ۱۷۰

۱۴۱

ایک مرتبہ کہا تھا کہ ۔ خدا کی قسم ۔ اچھا ہوتا کہ میں درخت ہوتی ۔ قسم
خدا کی ۔ بہتر تھا کہ اینٹ پتھر ہوتی ۔ خدا کی قسم ۔ اچھا ہوتا کہ خدا ہمیں
پیدا ہی نہ کرتا۔

کہتے ہیں کہ ۔ عائشہ مرتے وقت بہت حسرت و یاس سے کہتی تھیں کہ ہم
نے بعد رسول (ص) حوادث ناگوار پیدا کئے لیکن اب اس دنیا سے جا رہی ہوں لہذا
ہمیں ازواج رسول (ص) کے پہلو میں دفن کرنا۔

عالم اہلسنت ذہبی لکھتا ہے:

حادثہ سے عائشہ کی مراد جنگ جمل ہو سکتی ہے جسکو بھڑکا نے میں
انہوں نے اہم کردار ادا کیا تھا۔

یہی ذہبی لکھتا ہے کہ: عائشہ نے ۱۷ رمضان المبارک ۵۸ھ میں نماز صبح کے
بعد وفات پائی اور چونکہ انہوں نے وصیت کی تھی کہ مجھے رات میں دفن کرنا
لہذا مہاجرین و انصار کی اچھی خاصی جمعیت جنازے میں شریک ہوئی لوگ خرما
کی لکڑی کو روشن کئے ہوئے جنازہ کے ساتھ تھے تاکہ راستہ چلنے میں کوئی
پریشانی نہ ہو ، راوی کہتا ہے کہ ۔ مدینہ کی عورتیں قبرستان بقیع میں اس طرح
تھیں جیسے معلوم ہو رہا تھا کہ عید کا دن ہے۔

ابوہریرہ نے نماز جنازہ پڑھائی کیونکہ مروان کی نمائندگی میں شہر مدینہ پر
حکومت کر رہے تھے۔

جس وقت عائشہ کا انتقال ہوا تو انکی عمر ۶۳ سال کچھ مہینے کی تھی (۱۱)

ہم نے عائشہ کی زندگی کو زوجیت رسول (ص) سے لیکر انکے مرتے دم تک ، پیش کیا تاکہ انکی شخصیت اور وہ تمام گوشے جو سیاسی و اجتماعی لحاظ سے تھے اجاگر ہو جائیں ، لیکن ائندہ کے صفحات میں مزید انکی زندگی کے بارے میں ہم بیان کرینگے۔

۱۔ عقد الفرید ج ۷ ص ۱۵ شرح نہج البلاغہ ج ۳ ص ۷

۱۴۲

فصل پنجم

عائشہ کی سخاوت

سخاوت اگر چہ اچھی چیز ہے مگر شرط یہ ہے کہ راہ خدا میں کی جائے ، یعنی انسان خدا و خوشنودی خدا کی خاطر اپنی محبوب چیزوں کو ، چاہے مال کی صورت میں ہو یا کسی دوسری صورت میں ، خدا سے اجر و ثواب لینے کے لئے انفاق کرے۔

حقیقت میں ایسے افراد خداوند عالم کے نزدیک عظیم اجر و ثواب کے مستحق ہیں اور آخرت میں رضاء الہی سے بہرہ مند ہوں گے۔

لیکن ایک انسان جو صرف دکھاوے اور شہرت کی خاطر اپنے مال و اسباب کو لٹائے اگر چہ اس نے ایک اچھا کام انجام دیا ہے ، مگر آخرت میں اسکو کوئی ثواب نہیں ملے گا ، کیونکہ اس نے فقط مسائل دنیا کو نظر میں رکھتے ہوئے مال کو خرچ کیا ہے۔

عرب کے درمیان یہ قدیم رسم چلی اربی تھی کہ جو لوگ ثروتمند اور رئیس قبیلہ ہوتے تھے وہ ان امور کو انجام دینے میں مجبور تھے اور کبھی کبھار اپنے ہاتھوں سے مال و اسباب کو تقسیم کرتے تھے ، کیونکہ اگر کوئی شخص ان کے دروازے پر آکر خالی ہاتھ واپس چلا گیا تو یہ چیز انکے لئے باعث ذلت و ننگ شمار ہوتی تھی۔

ظہور اسلام کے بعد بھی لوگوں نے بذل و بخشش سے ہاتھ نہیں کھینچا بلکہ یہ لوگ دو گروہ میں بٹ گئے۔

۱_ ایک گروہ اسلامی فکر کی بنیاد پر راہ خدا میں مال کو انفاق کرتا تھا۔

۲_ دوسرا گروہ رسم جاہلیت و عادت عرب کی پیروی کرتے ہوئے انفاق کرتا تھا

اس قسم کی بذل و بخشش قبیلہ بنی تمیم کے دو قدرتمند سرداروں نے حکومت علی (ع) کے زمانے میں کوفہ کے اطراف میں کی تھی ، ان میں ایک صعصہ دارمی اور دوسرا سحیم بن وثیل ریاحی تھے

ان دونوں نے اپنے کو ثروتمند دکھانے کے لئے اپس میں مقابلہ اراٹھی کی اور رسم جاہلیت کے مطابق اونٹ ذبح کرنے کی شرط رکھی ، ہر آدمی ایک دوسرے پر سبقت لیجانے کے لئے کوشش کر رہا تھا ، اور نام و نمود کی دوڑ میں تھا ، مقابلہ ایک اونٹ سے شروع ہوا یہاں تک کہ سو اونٹ سے زیادہ بڑھ گیا ، یہ آخری مرتبہ حکومت علوی (ع) کے زمانہ میں ہوا جس میں کئی سو اونٹ ذبح ہوئے ، جب اہل کوفہ کو اسکی خبر پہونچی تو برتنوں کو لیکر گوشت لینے کے لئے دوڑے جب امام علیہ السلام کو

۱۴۳

اسکی خبر معلوم ہوئی تو آپ نے فرمایا ، ان اونٹوں کے گوشت کو نہ کھانا کیونکہ غیر خدا کے نام پر ذبح ہوئے ہیں۔ " لا تاكلوا منہ اهل الغیر اللہ "

یعنی فخر و مہابات و رسوم جاہلیت کے طور طریقہ پر قتل کئے گئے ہیں۔

امام علیہ السلام کا اشارہ قرآن کریم کی اس آیت کی طرف ہے کہ ، " انما حرم علیکم المیتة والدم لحم الخنزیر وما اهل بہ لغیر اللہ "

اہل کوفہ امام کے کہنے پر رک گئے ، سارا گوشت ویسا ہی پڑا رہا آخر کار ان تمام گوشتوں کو مزبلہ پر ڈال دیا گیا تاکہ جانور وغیرہ کھا ڈالیں (۱)

ہماری نظر میں ام المومنین عائشہ کا اسی گروہ میں شمار ہونا چاہیئے یونکہ آپ نام و نمود اور شہرت کی بہت بھوکی تھیں ، اور جو شہرت خلفاء ثلاثہ کے زمانے میں کمائی تھی اسکو اسانی سے کھونا نہیں چاہتی تھیں ، لہذا اس کو بچانے کے لئے سب سے بہترین راستہ سخاوت و بذل و بخشش تھا۔

آپ ملاحظہ فرمائیں گے ، کہ سختیوں اور تکلیفوں کے باوجود انہوں نے حتیٰ

الامکان مال خرچ کیا ، دوسری طرف سخاوت کرنے کے لئے معاویہ جیسے جبار کے پاس رقم لینے کے لئے گئیں ، ہمارا دعوا بغیر دلیل کے نہیں ہے ۔ بلکہ آپ دیکھیں گے کہ عائشہ نے ان اموال کو خرچ کیا جو معاویہ اور اسکے حکمرانوں نے بیت المال سے لوٹ کے انکے پاس مال و اسباب بھیجے تاکہ آپ جو دوسخاوت کا مظاہرہ کریں۔

ایا ایسے اموال جو ظلم و ستم کر کے لوٹے گئے ہوں اس سے سخاوت کر کے خشنودی خدا نصیب ہو سکتی ہے ، در انحالیکہ ام المومنین کا ایسی صورت میں سب سے پہلے شرعی فریضہ یہ تھا کہ معاویہ کی تمام چیزوں سے دور رہتیں۔

ام ذرہ نقل کرتی ہیں کہ ۔ میں کبھی کبھی عائشہ کے گھر آیا جایا کرتی تھی ایک روز عائشہ کے یہاں دو کیسہ سامان دیکھا۔

ام المومنین نے مجھ سے کہا کہ ، میں سمجھتی ہوں کہ اس کیسہ میں تقریباً اسی ہزار یا ایک لاکھ درہم ضرور ہوگا ، پھر ایک طشت ہم سے مانگا میں نے انکو دیدیا جبکہ میں اس دن روزے سے تھی ، میں نے تمام درہموں کو گھر گھر تقسیم کر دیا اور

_۱۱صاہ ج ۲ ص ۱۰۹ ، اغانی ج ۱۹ ص ۶ ، الکنی و القاب ج ۳ ص ۱۸

۱۴۴

ایک درہم بھی ام المومنین عائشہ نے اپنے گھر میں نہیں رکھا تھا۔

جب غروب کا وقت ہو گیا تو عائشہ نے اپنی کنیز سے میرے لئے افطار لانے کو کہا ، کنیز نے ایک روٹی کا ٹکڑا اور زیتون کا تیل میرے سامنے لاکر رکھا۔

میں نے کہا ۔ اے ام المومنین آپ نے تو ساری رقم لوگوں میں تقسیم کر دی اگر تھوڑی سی ہوتی تو میرے لئے اس سے گوشت منگوا دیتیں تاکہ اس سے میں افطار کرتی۔

عائشہ نے کہا ۔ اگر پہلے کہتی تو ہم ضرور اس کا انتظام کر دیتے لیکن اب کہہ رہی ہو مجھے تمہاری خواہش پوری نہ کرنے کا رنج ہے (۱)

عائشہ کا بہانچا عروہ بن زبیر کہتا ہے:

ہم نے ایک روز اپنی خالہ عائشہ کو پھٹے لباس میں ستر ہزار درہم تقسیم

کرتے ہوئے دیکھا یہ بخشش مجھ پر بہت گراں گذری کیونکہ میں نہیں چاہتا تھا کہ میری خالہ اس مقدار میں اپنے مال سے سخاوت کا مظاہرہ کریں۔

ابو نعیم لکھتے ہیں:

جب عائشہ نے اپنے اونٹوں کو بیچنے کی خاطر بازار میں بھیجا تو عبد اللہ بن زبیر نے کہا ، ہم سب سے کہہ دینگے کہ عائشہ اپنا ذہنی تو ازن کھو بیٹھی ہیں تاکہ کوئی انکے اونٹوں کو نہ خریدے ، جب عائشہ نے ان باتوں کو سنا تو کہا ، میں قسم کھاتی ہوں کہ جب تک زندہ رہونگی اس سے کلام نہیں کرونگی ۔ چنانچہ عبد اللہ بن زبیر سے پردہ بھی کر لیا ، بات چیت کافی دنوں تک بند رہی۔

ایک روز مسور بن محترمہ اور عبد الرحمن بن اسود کے ساتھ عبد اللہ بن زبیر چادر اوڑھ کر عائشہ کے گھر گئے ، اذن دخول کے بعد تینوں گھر میں داخل ہوئے جیسے ہی عبد اللہ بن زبیر نے عائشہ کو دیکھا فوراً انکی گردن میں اپنی بائیں ڈالیں اور خوب گریہ کیا ، یہاں تک کہ عبد اللہ بن زبیر نے اپنی رشتہ داری وغیرہ کی دہائی دی ، تب جا کر ام المومنین نے اس سے باتیں کیں (۲)

۱_ سیر اعلام النبلاء ج ۲ ص ۱۳۱
۲_ حلیۃ اولیاء ج ۲ ص ۴۹ ، سیر اعلام النبلاء ج ۲ ص ۱۲۹

۱۴۵

ہم نے معاویہ کی مراعات مالی کو عائشہ کی نسبت بیان کیا ان میں سے بعض واقعات انشاء اللہ ائندہ بیان کروں گا۔

آخر میں پھر کہتا ہوں کہ ہر سخاوت و بخشش رضاء الہی کے لئے نہیں ہوتی ہے ، کیونکہ خشنودی خدا اسی وقت محقق ہو سکتی ہے جب خلوص نیت سے انفاق کیا جائے ، اور انفاق ہونے والا مال راہ حلال سے کسب ہوا ہو نہ کہ معاویہ جیسے ظالم و جابر کا مال جس نے مسلمانوں کے بیت المال سے لوٹ کھسوٹ کر کے عائشہ ، ابو ہریرہ ، مغیرہ بن شعبہ ، اور عمرو بن عاص جیسے انسان کو سستی شہرت کمانے کے لئے دیا ہو۔

تاکہ اسلام اور حضرت علی (ع) سے مقابلہ کریں اور اپنی سیاست کامیاب ہو اور گڑھی ہوئی حدیثیں منظر عام پر آئیں۔

خاندانی تعصب

ام المومنین عائشہ اپنے خاندان کے سلسلے میں بہت متعصب تھیں ، اور اس چیز کو عبادت کی حد تک مانتی تھیں ، وہ اس راہ میں اتنی اگے بڑھ گئی تھیں کہ تمام حدود اسلامی و مقررات شرعی کو کچل کر رکھ دیا تھا ، جب کہ تاریخی حقائق سے ظاہر ہے کہ دشمنی کے باوجود تمام تلخیاں انکی گہری دوستی میں بدل گئیں۔

ہم نے اس سے پہلے بہت سارے واقعات زندگانی عائشہ کے بیان کئے اور اس ادعی پر بہت ساری دلیلیں بھی دی تھیں جسکو قارئین کرام نے بغیر شك و تردید کے قبول بھی کیا ہو گا ؛ لیکن اس مقام پر صرف ایک واقعہ جو انکی خاندانی تعصب کو ثابت کرتا ہے اور وہ انکے بھائی محمد بن ابی بکر کے ساتھ پیش آیا تھا

یہ دونوں بھائی بہن ابتداء میں جب عثمان کے خلاف مسلمانوں نے ہنگامہ کھڑا کیا تھا شانہ بشانہ تھے ، اور ان دونوں نے اہم کردار ادا کیا تھا ، لیکن قتل عثمان کے بعد اپنے آپ پانسہ پلٹ گیا اور دونوں ایک دوسرے کے دشمن بن گئے۔

محمد بن ابی بکر نے لشکر علوی (ع) میں اکر عائشہ کے خلاف تلوار اٹھا لی اور جنگ کے تمام ہونے تک ان کے مقابلہ میں ڈٹے رہے۔

جب کہ میں سمجھتا ہوں کہ بصرہ یا جنگ جمل میں جب عائشہ کے سردار لشکرکو مار ڈالا گیا اور انکی شکست فاش ہو گئی تو اسوقت امام علیہ السلام نے محمد بن ابی بکر کو بہن کے پاس بھیجا تاکہ انکی احوال پرسی کر لیں اور جانے کے سلسلے میں ان سے پوچھیں۔

۱۴۶

جب محمد نے اپنی بہن کے محمل میں سر ڈالا تو عائشہ چیخنے لگیں ، وائے ہو تم پرتم کون ہو ؟

محمد بن ابی بکر نے کہا ، میں ہوں جس کو آپ اپنے خاندان میں زیادہ دشمن رکھتی ہیں۔

عائشہ نے کہا ۔ اچھا تم زن خثعمی کے بیٹے ہو۔

محمد نے جواب دیا _ جی ہاں

عائشہ نے کہا _ خدا کا شکر ہے کہ تم کو صحیح وسالم دیکھ رہی ہوں (۱)

زیادہ دن نہیں گذرا تھا کہ محمد بن ابی بکر مصر میں مار ڈالے گئے اور انکے سر کو تن سے جدا کر کے گدھے کی کھال میں بھر کر جلا دیا گیا۔

اس ناگوار حادثے کے خبر جب عائشہ کو معلوم ہوئی تو تمام خلش کے با وجود بھائی کی موت پر خوب گریہ کیا۔

لیکن جس وقت خواہر معاویہ اور رسول کی زوجہ (ام حبیبہ) کو اسکی اطلاع ملی تو انہوں نے ایک بھنا ہوا بکرا عائشہ کے دل کو جلانے کے لئے بھیج دیا _ اس سے اشارہ یہ تھا کہ دیکھو جس طرح تم دونوں نے عثمان کو مارا تھا اسی طرح ہم نے تمہارے بھائی محمد سے بدلہ لے لیا ہے۔

جیسے ہی عائشہ نے اس بھنے بکرے کو دیکھا تو چیخنے لگیں اور کہا _ خدا، زانی عورت (ہند) کی بیٹی کو مار ڈالے۔

خدا کی قسم _ ہم برگز بھنا ہوا بکرا نہیں کھائینگے۔

پھر اپنے بھائی کے اہل و عیال کو اپنے یہاں لے آئیں (۲)

قاسم بن محمد بن ابی بکر کا بیان ہے:

جب حکومت اموی کے مامورین معاویہ بن خدیج کنڈی اور عمرو بن عاص نے میرے باپ کو مصر میں مار ڈالا تو ہمارے چچا عبد الرحمن بن ابی بکر گھر آئے اور ہم بھائی بہنوں کو مدینہ لے جانے لگے ، مدینہ پہنچنے سے پہلے عائشہ نے اپنا ایک نمائندہ بھیج دیا تھا تاکہ عبد الرحمن اپنے گھر نہ لے جا سکیں ، ہم لوگ اپنی پھوپھی (عائشہ) کے گھر آگئے انہوں نے ہمارے ساتھ وہی سلوک کیا جو اولاد کے ساتھ والدین کیا کرتے ہیں اور ہمیشہ اپنے زانو پر بیٹھا کر شفقت و

۱_طبری ج ۵ ص ۲۰۴ ، عقد الفرید ج ۴ ص ۲۲۸ ، یعقوبی ج ۲
۲_تذکرۃ الخواص ص ۱۱۴ ، تمہید و البیان ص ۲۰۹

ایک دن عائشہ نے اپنے بھائی عبد الرحمن کی رفتار کو بدلا دیکھا تو انہوں نے احساس کیا کہ کہیں ان کو برا تو نہیں لگ گیا ہے کہ ہم اپنے گھر میں لے آئیں،

لہذا ایک شخص کو عبد الرحمن کے پاس بھیجا ، جب وہ آئے تو عائشہ نے کہا اے عبد الرحمن ، جب سے محمد کے فرزندوں کو اپنے یہاں لیکر آگئی ہوں ہم کو احساس ہوتا ہے کہ تم مجھ سے ناراض ہو گئے ہو ، لیکن خدا کی قسم ، ہم نے ان دونوں کو تم سے نہیں چھڑایا ہے اور نہ ہی تم سے کوئی بد گمانی ہے ، بلکہ اسکی وجہ صرف یہ ہے کہ تمہاری کئی بیویاں ہیں اور یہ ابھی کمسن ہیں ، لہذا میں ڈرتی ہوں کہ کہیں یہ شرارت کردیں تو تمہاری بیویاں ان سے نفرت کرنے لگیں ، اور میں ان لوگوں سے زیادہ مہربان ہو سکتی ہوں اور ایسے بہت واقعات پیش آئے ہیں ، مجھ سے بہتر کون ان کی سر پرستی کر سکتا ہے ۔ ہاں ۔ جب یہ دونوں بڑے ہو جائیں اور اپنا پورا خیال کرنے لگیں تو میں ان دونوں کو تمہاری کفالت میں دیدونگی ۔ تم ان کی محافظت حجیہ بن مضر بن مضر کے بھائی کی طرح کرنا ، اسکے بعد پوری داستان بیان کی کہ قبیلہ کندہ کا ایک آدمی تھا جب اسکا بھائی مر گیا تو اسکے چھوٹے بچوں کو اسکا بھائی اپنے گھر لے آیا اور اپنے بچوں سے زیادہ ان سے محبت کرتا تھا ، ایک مرتبہ اسکے بھائی کو اچانک سفر در پیش ہوا تو جاتے وقت اپنی بیوی سے کہا کہ بھائی کے یتیم بچوں پر کافی دھیان دینا،

لیکن جب سفر سے واپس آیا تو کیا دیکھا کہ بھائی کے بچے کافی نحیف و لاغر ہو گئے ہیں ، اپنی زوجہ سے کہا کہ لگتا ہے تم نے ان بچوں کی دیکھ بھال صحیح سے نہیں کی تھی آخر وجہ کیا ہے کہ ہمارے بچے صحت مند ہیں اور بھائی کے بچے کمزور و لاغر ۔ بیوی نے کہا ۔ ہم نے بچوں کے درمیان کوئی فرق نہیں رکھا تھا ان بچوں نے کھیل و شرارت کی بناء پر اپنی حالت ایسی کر رکھی ہے ، حجیہ بن مضر اتنا ناراض ہوا کہ جیسے ہی اسکے اونٹ چرانے والے صحراء سے لوٹے تو اس نے ان لوگوں سے کہا یہ تمام اونٹ اور تم لوگ ہمارے بھائی کے بچوں کی ملکیت میں چلے گئے ہو (۱)

۱۔ اغانہ ج ۲۱ ص ۱۰ ، اشتقاق ص ۳۷۱

۱۴۸

جب ام المومنین عائشہ نے محمد بن بکر کے بچوں کو عبد الرحمن کے حوالے کیا تھا تو ان سے سفارش کی تھی کہ ان کا خیال حجیہ بن مضر کی طرح

رکھنا اور ان سے اچھا برتاؤ کرنا نیز ایک لمحے کے لئے بھی ان سے غافل نہ رہنا

دوسری علامت عائشہ کی خاندانی تعصب کی یہ ہے کہ ، جب عبد اللہ بن زبیر مالک اشتر کے چنگل سے جنگ جمل میں فرار کر گئے تھے تو عائشہ کو ایک نے جا کر اسکی خبر دی تو انہوں نے اسکو دس ہزار درہم دیئے (۱)

اس طرح کے نہ جانے کتنے واقعات عائشہ کی زندگی میں پیش آئے جو سارے کے سارے انکی خاندانی تعصب کی بوووخو کو ظاہر کرتے ہیں ، اور انہوں نے اس راہ میں کافی مصیبتوں کا سامنا بھی کیا ہے ۔ عائشہ کے خطبے جو باپ کی مدح میں ہیں پھر چچا زاد بھائی (طلحہ) کو تخت خلافت پر لانے کی کوشش جسکو ہم نے پہلے تفصیل سے بیان کیا ہے پھر رسول اکرم (ص) سے حدیثیں منسوب کر کے اپنے باپ اور انکے جگری دوست عمر نیز دیگر ارباب سقیفہ جیسے ابو عبیدہ ہ جراح کے متعلق بیان کیں ہیں یہ ساری کی ساری ام المومنین عائشہ کی اس خصلت کی نا خواستہ پذیر دلیل ہے جو ہم نے ان روایتوں کو اس کتاب کے باب روایت میں خوب جانچ پڑتال کی ہے۔

عائشہ کی خطابت

ایک رہبر و لیڈر کے لئے سب سے اہم چیز یہ ہے کہ معاشرے میں کس طرح بات کی جائے تاکہ انکے دلوں میں بیٹھ جائے ، اس طرح کے افراد اگر کلام کی نزاکت کو جان جائیں تو معاشرہ میں کافی اچھا اثر ڈال سکتا ہے ، اور ساتھ میں یہ بھی بتا دوں کہ اس میں مومن ہونا شرط نہیں ہے بلکہ اگر ایک کافر و منافق شخص فن خطابت سے واقف ہے تو معاشرے میں اپنا اچھا اثر ڈال سکتا ہے۔

عائشہ اجتماعی اور سیاسی شخصیت کے علاوہ فن خطابت میں بھی کافی مہارت رکھتی تھیں ۔ جب معاویہ اپنے غلام ذکوان کے ساتھ عائشہ کے گھر جا رہا تھا تو اس نے کہا:

خدا کی قسم ۔ میں نے رسول(ص) اسلام کے بعد عائشہ سے زیادہ کسی کو فصیح و بلیغ نہیں پایا (۲)

اخنف بن قیس کہتا ہے:

میں نے ابو بکر اور دیگر خلفاء کی تقریریں سنیں مگر عائشہ سے اچھی کسی کی تقریر نہیں لگی (۱)

ایک دن معاویہ نے زیاد سے پوچھا کہ یہ بتائو کہ لوگوں میں سب سے اچھا مقرر کون ہے۔

زیاد نے کہا _ امیر المومنین آپ ہیں۔

معاویہ نے کہا _ بھر قسم کھائو

زیاد نے جواب دیا _ چونکہ بات قسم پر اگنی ہے لہذا مجبور ہوں کہ یہ کہوں کہ عائشہ سب سے اچھی خطیب ہیں۔

معاویہ نے کہا _ عائشہ نے جس دروازے کو بند کر دیا اس کو کوئی کھول نہ سکا اور جس کو کھول دیا اس کو کوئی بند نہ کر سکا۔

جو کچھ معاویہ اور اخنف بن قیس اور دیگر حضرات نے عائشہ کے فن خطابت کے سلسلہ میں کہا ہے _ ہم اس سے اتفاق نہیں کرتے ہیں ان لوگوں نے مبالغہ سے کام لیا ہے ، کیونکہ ایک طرف یہ لوگ آپس میں ایک دوسرے کے دوست اور ہم نوالہ و ہم پیالہ تھے ، دوسری طرف ان لوگوں نے ہمیشہ فضائل اہلبیت (ع) کو چھپانے کی کوشش کی ہے۔

لیکن جو کچھ اوپر کی عبارتوں سے نتیجہ نکلتا ہے وہ یہ ہے کہ عائشہ ایک اچھی خطیب تھیں اور کلام عرب نیز اشعار سے واقفیت رکھتی تھی ، اور اکثر مقامات پر اپنی تقریروں میں دور جاہلیت کا مشہور و معروف لبید کے اشعار سے استدلال کرتی تھیں۔

عائشہ خود کہتی ہیں کہ ، میں نے لبید کے ایک ہزار بیت یاد کئے تھے جسکو پڑھا کرتی تھی (۲)

مورخین کہتے ہیں:

ایک مرتبہ عائشہ نے ایک قصیدہ زبانی پڑھا جو ساٹھ یا ستر بیتوں پر مشتمل

تھا (۳) ، یہ خود انکی قوت حافظہ کی بہترین دلیل ہے۔

وہ اس زمانہ میں جبکہ علم محدود تھا علم طب سے آشنا تھیں ، عروہ بن زبیر جو عائشہ کا بھانجا ہے اس نے اپنی خالہ کی تعریف کرتے ہوئے کہا ، اگر چہ یہ مبالغہ آرائی ہے مگر عائشہ کی استعداد ذہنی کو ضرور ثابت کرتا ہے ، وہ کہتا ہے میں نے علم طب میں

۱_ سیر اعلام النبلاء ج ۲ ص ۱۳۴

۲_ سیر اعلام النبلاء ج ۲ ص ۱۳۸

۳_ سیر اعلام النبلاء ج ۲ ص ۱۳۶

۱۵۰

اپنی خالہ (عائشہ) سے زیادہ کسی کو ماہر نہیں دیکھا ، ایک دن میں نے سوال کیا

اے خالہ _ آپ نے کس سے حکمت سیکھی ہے۔

انہوں نے کہا _ میں نے ہمیشہ لوگوں کی باتوں کو غور سے سنا اور جو کچھ ان لوگوں نے کہا اسکو اپنے دماغ میں محفوظ کر لیا (۱)

مورخین لکھتے ہیں

عائشہ پڑھ تو لیتی تھیں لیکن لکھنے سے کوئی واسطہ نہ تھا _ (۲)

آخر میں بڑے افسوس کے ساتھ کہنا پڑ رہا ہے کہ ام المومنین عائشہ نے ان تمام خداداد صلاحیتوں کو حدیث گڑھنے اور حضرت علی (ع) اور انکے اصحاب کو شکست دینے نیز اپنے باپ کی پارٹی (سقیفہ) کو فروغ اور حکومت معاویہ کی مشیزویوں کی طرفداری میں خرچ کیا ، وہ اس فن میں اتنی ماہر تھیں کہ جو حدیثیں جذبات اور احساسات کی خاطر انہوں نے پیغمبر(ص) اسلام سے منسوب کر کے یادگاری چھوڑی ہیں وہ ابوبیرہ اور دیگر حدیث پردازوں کی طرح بد ذائقہ نہیں ہیں ، بلکہ الفاظ فصیح و بلیغ اور چٹ پٹے ہیں ، لہذا انکی گڑھی بوئی حدیثوں کی شناخت کرنا بہت مشکل ہے۔

برادران اہلسنت پیامبر(ص) اکرم کی سیرت کو عائشہ کی ہی روایتوں سے لیتے ہیں جو پا پڑیلنے کے مترادف ہے ، کیونکہ جھوٹ اور سچ اور خرافات اپس میں اسقدر مل گئے ہیں کہ اس میں طویل مدت تک چھان بین کرنے کے بعد

انسان حقیقت تک نہیں پہنچ سکتا ہے۔

۱۔ سیر اعلام النبلاء ج ۲ ص ۱۳۲
۲۔ سیر اعلام النبلاء ج ۲ ص ۱۳۲ ، طبقات

۱۵۱

عائشہ کی زندگی میں فاخرہ لباسی

ظہور اسلام سے پہلے عرب کا سارا معاشرہ مفلوک الحال تھا شہر مکہ ، مدینہ ، اور طائف کے چند بڑے تاجر تھے جو شان و شوکت اور رفاہ و اسائشے کے مالک تھے۔

جب اسلام کا سورج اپنی تمام جلالت و عظمت کے ساتھ طلوع ہوا تو اس نے سب سے پہلے اپنی کرنوں کو مردہ و بے حس عربوں پر ڈالا تاکہ انکی روح اور حس بیدار ہو جائے پھر انکے ربن سہن کو بدلے ، نہ کہ ایک معاشرے کو زرق و برق اور اسرافی بنائے۔

اس میں کہا جا سکتا ہے کہ ایک بے دین طبقہ تھا جو اسلام سے مقابلہ کر رہا تھا تاکہ ان لوگوں کو خراب کر دے۔

ادھر پیغمبر(ص) اسلام کی انکو بند بوئی اور کچھ لوگوں نے تخت خلافت پر قبضہ کر لیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ لوگوں نے خود کو بدل ڈالا۔

جب عثمان کا زمانہ آیا تو تمام مسائل فراموش ہو گئے اور روم کی پرانی تہذیب اسلامی معاشرے میں پروان چڑھنے لگی ، اور بزرگان قوم کے گھر مزین نیز لباس فاخرہ کا رواج اور دولت کی جمع اوری ہونے لگی۔

اسلام نے جو معاشرے کو مساوات کا درس دیا تھا اور خدائے وحدہ لا شریک نے جو قانون بتایا تھا وہ ساری ناپید ہو گئی اور خواہشات نفسانی کا رواج عام ہونے لگا ، اس کتاب میں بحث کی محور عائشہ کی شخصیت ہے جو بعد وفات رسول (ص) اس راہ پر چلیں ، اور جس طرح ممکن ہوا جاہ طلبی کے لئے پیش پیش رہیں تاکہ لوگ انکو ثروتمند سمجھیں ، اور ہم نے جو کچھ انکی گڑھی بوئی حدیثیں نقل کیں ہیں نیز ارکان خلافت سے جو رابطہ تھا یہ تمام کے تمام عائشہ کی اسی صفت کی جلوہ نمائی کرتی ہیں ، اب دوسرے نمونے جو انکی دولت کے ہیں اسکو بیان کرتا ہوں۔

عائشہ اس زمانے میں بھی جب مسلمانوں کی عورتیں نیز ازواج رسول (ص) سادگی کے ساتھ رہتی تھیں ، زرق و برق لباس پہنا کرتی تھیں ، اور رنگ برنگ کے زیورات پہنتی تھیں ، حتیٰ آپ نے ایام حج میں بھی قیمتی زیورات کو نہیں اتارا کہ جہاں پر انسان اس عبادت کو انجام دینے میں تمام مادی چیزوں کو بھلا بیٹھتا ہے۔

ام المومنین عائشہ کے قیمتی اور رنگ برنگ لباس پہننے کے سلسلے میں اپنے دعوے پر دلیلیں پیش کروں گا۔

۱۵۲

صاحب طبقات عائشہ کے بھتیجے قاسم سے نقل کرتے ہیں۔

میری پھوپھی (عائشہ) زرد رنگ کا لباس نیز سونے کی انگوٹھیاں پہنتی تھیں

عائشہ کا بھانجا عروہ کہتا ہے:

میری خالہ (عائشہ) کے پاس ایک ریشمی اوڑھنی تھی جسکو کبھی کبھار اوڑھا کرتی تھیں یہ اوڑھنی عبد اللہ بن زبیر نے دی تھی۔ (۱)

ایک مسلمان عورت شمسیہ نام سے روایت کرتی ہے کہ ، ایک روز عائشہ کے یہاں میں گئی تو کیا دیکھا کہ آپ زرد رنگ کا پیرا بن نیز اسی رنگ کی اوڑھنی زیب تن کئے ہوئی ہیں۔ (۲)

محمد بن اشعث جو قبیلہ کندہ کا سردار تھا اس نے عائشہ کے پاس ایک شال تحفے میں بھیجی جس کو سردی میں اوڑھا کرتی تھیں۔

امینہ کا بیان ہے کہ ایک روز میں نے عائشہ کو سرخ رنگ کی چادر اور سیاہ رنگ کا مقنعہ پہنے ہوئے دیکھا تھا۔ (۳)

معاذ قبیلہ عدی کی عورت نقل کرتی ہے کہ ۔ میں نے عائشہ کو ایک روز پیلے رنگ کا برقع اوڑھے دیکھا تھا (۴)

بکرہ بنت عقبہ کہتی ہے ، ایک دن عائشہ کو مضرچ رنگ کا جمپر پہنے دیکھا ، لوگوں نے پوچھا مضرچ کیا ہے اس نے جواب دیا ، ارے وہی تو ہے جس کو تم لوگ

پھول کا رنگ کہتے ہو (۵)

قاسم بن محمد بن ابی بکر نقل کرتا ہے:

عائشہ نے زرد رنگ کے لباس سے احرام باندھا نیز سونے اور رنگین کپڑے پہن کر اعمال حج کو انجام دیا تھا (۶)

عبد الرحمن بن قاسم اپنی والدہ سے نقل کرتا ہے کہ میری ماں نے عائشہ کو شوخ سرخ رنگ کے لباس میں دیکھا در انحالیکہ وہ حالت احرام میں تھیں (۷)

عطاء کہتا ہے کہ ہم عید ہ بن عمیر کے ہمراہ عائشہ کے یہاں گئے ، یہ کوہ ثبیر کے مسجد کی اس وقت مجاوری کرتی تھیں ، لہذا

۱_طبقات ج ۲ ص ۷۳

۲_طبقات ج ۲ ص ۶۹

۳_طبقات الكبرى ج ۸ ص ۷۳_۶۹

۴_سیر اعلام النبلاء ج ۲ ص ۱۳۲

۵_طبقات ، سیر اعلام النبلاء

۶_طبقات ، سیر اعلام النبلاء

۷_طبقات الكبرى عائشہ کے شرح حال میں

۱۵۳

ان کے لئے ایک خیمہ نصب کر دیا گیا تھا ، چونکہ میں اس وقت بہت چھوٹا تھا لہذا ام المومنین عائشہ نے صرف ایک چادر اوپر سے اوڑھ لی تھی ، ہم نے انکو سرخ رنگ کے لباس پہنے ہوئے دیکھا تھا (۱)

بخاری تھوڑے سے اختلاف کے ساتھ مزید بیان کرتے ہیں:

لوگوں نے عطاء سے پوچھا کہ عائشہ کیا پہنے ہوئے تھیں ، اس نے کہا ، وہ ترکی خیمہ میں تھیں اور صرف چادر اوڑھ رکھی تھی ہمارے اور انکے درمیان صرف چادر کا فاصلہ تھا میں نے عائشہ کو سرخ رنگ کے لباس میں دیکھا تھا (۲)

مسئلہ رضاعت میں ، عائشہ کا نرالا فتوا

عائشہ اپنے باپ کے زمانے سے لیکر عصر معاویہ تک سوائے حکومت علوی (ع) کے مذہبی مسائل میں مرجع وقت تھیں۔ اور خلفاء ان سے مختلف مسائل میں انکی رائے کو معلوم کرتے تھے جس کی وجہ سے وہ دیگر ازواج رسول (ص) سے زیادہ مورد توجہ تھیں ، اور انکے گھر میں سوال کرنے والوں کا تانتا بندھا رہتا تھا ،

پھر آپ نے پہلے یہ بھی ملاحظہ فرمایا کہ دیگر ازواج مطہرات میں وہ تنہا تھیں جنہوں نے اپنی ساری زندگی کو زمانے کی سیاست میں گزارا تھا ، اور وہ تمام خونریزیاں جو آپ نے ملاحظہ فرمائیں وہ دیگر ازواج رسول (ص) نے نہیں کی تھیں

—

شاید یہی وہ باتیں تھیں جنکی وجہ سے آپ نے حدیث رسول (ص) کی تاویل کرتے ہوئے ایک فتوا ٹھونک دیا جس پر دیگر ازواج رسول (ص) نے اعتراض کیا۔

مسند احمد میں حدیث یوں بیان ہوئی ہے

عائشہ فرماتی ہیں کہ سہیلہ بنت سہیل بن عمر نے جو ابو حذیفہ کی بیوی تھی رسول (ص) اکرم سے سوال کیا کہ ابو حذیفہ کا ازاد کردہ غلام سالم ہمارے گھر میں آتا ہے اور میں اس سے پردہ نہیں کرتی ہوں ، کیونکہ ابو حذیفہ نے اسکو اپنا منہ بولا فرزند بنا لیا ہے ، جس طرح رسول (ص) نے زید کو اپنا فرزند بنا لیا تھا ، جس پر یہ ایت نازل ہوئی تھی " ادعوہم لابائہم ہوا قسط عند اللہ " سورہ احزاب ایہ ۵

۱_طبقات الکبریٰ عائشہ کے شرح حال میں
۲_بخاری باب طواف النساء میں باب حج ج ۱ ص ۱۸۰

۱۵۴

ترجمہ ایت : (ان بچوں کو انکے باپ کے نام سے پکارو کہ یہی خدا کی نظر میں انصاف سے قریب تر ہے)

پیغمبر اسلام (ص) نے سہیلہ سے فرمایا:

تم ازاد کردہ غلام اور منہ بولے فرزند کو پانچ مرتبہ شیر دیدو تاکہ وہ تمہارا فرزند رضاعی اور تمہارا محرم ہو جائے۔

عائشہ نے اس روایت سے (جسکی راوی بھی خود ہیں) استدلال کیا اور اپنی بہنوں اور بھانجیوں کو حکم دیا کہ تم لوگ اپنا دودھ پلاؤ چاہے جوان ہی کیوں نہ ہو ، تاکہ جو لوگ (عائشہ) سے ملنے کے مشتاق ہوں دودھ پلانے کی وجہ سے محرم ہو جائیں ، اور اطمینان کے ساتھ انکے گھر میں آمد و رفت کریں ، مگر ام سلمیٰ اور دیگر ازواج رسول (ص) نے اپنی بہنوں کو اس کام سے منع کیا اور ان لوگوں نے کہا کہ ، مسئلہ رضاعت کا تعلق کمسنی سے ہے اور عائشہ نے

اپنی طرف سے فتوا گڑھا ہے ، اور رسول خدا (ص) نے جو حکم دیا تھا شاید وہ صرف ابو حذیفہ کے غلام کے لئے ہوگا نہ کہ تمام لوگوں کے لئے۔ (۱)

صحیح مسلم میں اس واقعے کی چھ طریقوں سے روایت ہوئی ہے آخری روایت کے الفاظ یوں ہیں ، ازواج رسول نے عائشہ سے کہا ، خدا کی قسم ، رسول(ص) خدا نے جو سالم کو اجازت دی تھی اسکے سلسلے میں ہم لوگ جانتے ہیں اور یہ حکم صرف اسی سے مخصوص تھا لہذا ہم لوگ دودھ پلا کر کسی کو اپنا محرم نہیں بنائیں گے (۲)

سالم بن عبد اللہ بن عمر ، ان میں سے ہے جس نے عالم جوانی میں کئی مرتبہ دودھ پیا عائشہ کے یہاں آمد و رفت کرنے لگا۔

صاحب طبقات لکھتے ہیں:

ام المومنین عائشہ نے سالم کو اپنی بہن ام کلثوم جو عبد اللہ بن ربیعہ کی بیوی تھی کے پاس بھیجا تاکہ پہلے ان کا دودھ پئے پھر عائشہ کے پاس آکر حدیث سنے (۳)

صحیح مسلم نے جو حدیث بیان کی ہے وہ تمام دیگر ازواج رسول (ص) اور ام سلمیٰ کی مسئلہ رضاعت میں تائید کرتی ہے۔

عائشہ کہتی ہیں کہ ، ایک دن رسول(ص) اسلام گھر میں آئے تو میرے پاس ایک شخص کو بیٹھا دیکھا رسول اکرم (ص) بہت ناراض

۱_مسند احمد ج ۱ ص ۱۹۵
۲_مسند احمد ج ۶ ص ۲۷۱
۳_صحیح مسلم ج ۴ ص ۱۷۰ ، سنن ابن ماجہ حدیث نمبر ۱۹۵۷

ہوئے اور اپکا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا ، میں نے عرض کی یا رسول اللہ یہ میرا رضاعی بھائی ہے ، رسول خدا نے کہا ، " انظر اخوتک من الرضاعة ، فانما الرضاعة من المجاعة (۱) "

صحیح مسلم کے شارح نووی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

"انظر اخوتک" اس سلسلے میں تمہیں غور کرنا چاہیئے کہ یہ رضاعت قانون

اسلام کے تحت انجام دی گئی ہے یا نہیں ؟

کیونکہ شیر خوارگی کا تعلق کمسنی سے ہے ، اور اسی طرح ضروری ہے کہ المجاعة ، کے معنی بھوک کے لئے جائیں ، یعنی ، یہ رضاعت باعث حرمت ازدواج اس صورت میں ہو گا کہ بچہ اتنا کمسن ہو کہ اس دودھ کے ذریعہ اسکی بھوک ختم ہو گئی ہو اور دیگر غذائوں کی احتیاج نہ ہو ، درانحالیکہ ایک جوان خالی دودھ سے سیر نہیں ہو سکتا ہے اور نہ اسکی بھوک ختم ہو سکتی ہے بلکہ اسکو روٹی وغیرہ کی ضرورت ہوتی ہے۔

لہذا اگر ایک جوان ایک عورت کا دودھ پی لے تو اسکا فرزند رضاعی اور برادر رضاعی نہیں ہو سکتا ہے ، بلکہ صرف کمسنی (دو سال) میں دودھ پینے سے محرمیت پیدا ہوتی ہے۔

سنن ترمذی میں یہ عبارت نقل ہوئی ہے کہ " لا یحرم من الرضاع الا ما فتق الامعاء " یعنی رضاعت اسوقت موجب حرمت ازدواج ہو گی جب بچپنے میں عورت کا دودھ غذا کی جگہ ہو ، یا دوسرے لفظوں میں شیر خوار گی اس وقت حرمت کی باعث بنے گی جب طبق معمول دودھ پلایا جائے ، پھر نووی مزید لکھتے ہیں ، یہ مسئلہ فقہی کتابوں میں بہت مشہور ہے البتہ اس میں اختلافات بہت پائے جاتے ہیں (۲)

ہم نے آخری روایت کو جو نووی نے شرح صحیح مسلم میں اور سنن ترمذی نے ام سلمی سے نقل کیا ہے اسکا تتمہ یہ ہے " الا ما فتق الامعاء فی الثدي و کان قبل العظام(۲) "

ترمذی مزید لکھتے ہیں:

یہ حدیث صحیح ہے اور اکثر اصحاب کرام اور علمائے عظام اور دیگر حضرات نے اسی قول رسول(ص) کی روشنی میں عمل کیا ہے

۱_طبقات ابن سعد ج ۸ ص ۴۶۲ ، بخاری ج ۳ ص ۱۶۲ ، الموطاء ج ۳ ص ۱۱۴
۲_صحیح مسلم ج ۴ ص ۱۷۰ ، مسند احمد ج ۶ ص ۱۷۶ ، ابن ماجہ حدیث نمبر ۱۹۴۵
۳_صحیح مسلم ج ۴ ص ۱۷۰

اور ان لوگوں کا حکم رسول (ص) کے مطابق نظریہ یہ ہے کہ ، اگر بچے کے

ابتدائی دو سال میں کوئی دودھ پلائے تو وہ بچہ محرم ہو جائے گا ، لیکن اگر دو سال کے بعد کوئی دودھ پلائے تو حرمت پیدا نہ ہو گی ، یہ حدیثیں عائشہ کے نظریہ کو رد کرتی ہیں ، یہی وجہ ہے کہ انہوں نے دیگر ازواج رسول (ص) نیز دوسری حدیثوں سے ٹکر لینے کے بجائے اپنی مشکلات کی عقدہ کشائی کے لئے قرآن سے ایک ایت ڈھونڈ نکالی اور اسکے ذریعہ اپنے اکلوتے فتوے کو پروان چڑھاتی رہیں۔

عائشہ کہتی ہیں ، ایک ایت رضاعت کے سلسلے میں نازل ہوئی تھی ، جس میں محرمیت کے لئے دس مرتبہ دودھ پینے کو کافی جانا ہے اور یہ ایت حیات رسول (ص) میں ایک پتہ پر لکھ کر تخت کے نیچے ڈال دی تھی ، جب رسول (ص) اسلام بیمار ہو گئے اور ہم لوگ انکی تیمار داری میں مشغول تھے تو اچانک ایک بکری گھر میں گھس گئی اور لکھے ہوئے پتے کو جس پر یہ ایت لکھی تھی کھا گئی (۱)

دوسری روایت جو عائشہ سے مسلم نے نقل کی ہے:

عائشہ فرماتی ہیں ، قرآن میں یہ ایت (عشر رضعات معلومات یحرمن) موجود تھی ، پھر یہ ایت (خمس معلومات) سے منسوخ ہو گئی ، پھر بھی اس ایت کی بعد وفات رسول (ص) تلاوت ہوتی رہی۔

عالم اہلسنت اور صحیح مسلم کے شارح نووی کہتے ہیں:

اس روایت کا مطلب یہ ہے کہ عشر رضعات خمس معلومات سے منسوخ ہوئی ، جو رسول اکرم (ص) کی آخری زندگی میں نازل ہوئی تھی ، اور بعض لوگ (عشر رضعات کو) قرآن کی ایت سمجھ کر تلاوت کرتے رہے اور انکو معلوم نہ ہو سکا کہ یہ ایت منسوخ ہو گئی ہے۔

اس کے بعد نووی ، شافعی اور مالکی فقہی نظریہ کے اختلاف کو بیان کرنے کے بعد قول مالکی کو بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی کے کہنے سے الفاظ و آیات قرآنی ثابت ہو جائے گی۔

پھر قاضی عیاض کی بات کو نقل کیا ہے کہ ، جوانوں نے جو دودھ پیا ہوگا وہ اس طریقے سے کہ عورتوں نے اپنے شیر کو پیالے میں نچوڑ کر انکو پلایا ہوگا نہ کہ پستان میں منہ لگا کر (۲)

۱_ صحیح مسلم ج ۱۰ ص ۳۰ _ ۲۹
۲_ عقد الفرید ج ۴ ص ۱۵ ، شرح نہج البلاغہ ج ۳ ص ۷

۱۵۷

ام المومنین عائشہ مسئلہ رضاعت میں تمام ازواج رسول(ص) کی مورد انتقاد بنی رہیں پھر بھی اپنے نرالے فتوے پر عمل کرتی رہیں۔

عائشہ کی زندگی کے چند گوشے

عائشہ اپنی ساری زندگی تاریک و بھیانک ماحول اور مشکلات میں گزارنے کے باوجود اپنی ذہانت و فطانت سے مزاج کلام اور طنز کو خوب سمجھتی تھیں ، اس سلسلہ میں تاریخ کے دامن میں ان کے واقعات یادگاری حیثیت سے آج بھی موجود ہیں۔

ابن عبد ربہ اپنی مشہور کتاب عقد الفرید میں لکھتے ہیں:

ایک روز حسن (ع) بن علی (ع) معاویہ کے پاس گئے عبد اللہ بن زبیر اور ابو سعید بن عقیل پہلے ہی سے وہاں بیٹھے ہوئے تھے ، جیسے ہی امام حسن (ع) تشریف فرما ہوئے معاویہ نے پوچھا ، اے ابا محمد (ص) علی (ع) و زبیر میں کون بڑا تھا۔

امام (ع) نے جواب دیا ، سن کے اعتبار سے دونوں برابر تھے لیکن عظمت و منزلت کے اعتبار سے علی (ع) بڑے تھے۔

عبد اللہ بن زبیر نے کہا ، خدا زبیر پر اپنی رحمت نازل کرے ، امام علیہ السلام اس بات پر مسکرائے اور اس کے پس منظر میں معاویہ کی سیاست کو بھانپ لیا ، لیکن ابو سعید بن عقیل غصے میں آکر کہنے لگے کہ ، علی (ع) و زبیر کی باتوں کو چھوڑو ، علی (ع) نے لوگوں کو اس امر کی طرف دعوت دی جسکے خود امام و پیشوا تھے لیکن زبیر نے لوگوں کو اس طرف بلایا جس کی ریاست و پیشوائی کا عہدہ ایک عورت کی گردن پر تھا ؟

جس گھڑی دونوں لشکروں میں گھمسان کی جنگ ہوئی تو زبیر نے جنگ سے فرار اختیار کیا اور قبل اسکے کہ حق کی پیروی کرتے ایک شخص نے ان کو مار ڈالا اگر زبیر کا مقابلہ ان کے قاتل سے کیا جائے تو بھی وہ اس سے ایک بالشت چھوٹے ہی نظر آئیں گے ، قاتل نے ان کے سر کو تن سے جدا کیا پھر امام (ع))

علی (ع) کی خدمت میں تحفہ پیش کیا ، مگر امام (ع) کا کردار جس طرح لشکر رسول (ص) میں تھا اسی طرح اس دن بھی تھا پس خدا علی (ع) پر رحمت نازل کرے نہ کہ زبیر پر ؟

عبد اللہ بن زبیر نے کہا ، خدا کی قسم ، اگر تمہارے علاوہ کوئی اور ہوتا تو میں اس کو بتا دیتا ، ابو سعید نے کہا ، امام حسن نے تمہارا خیال صرف اس لئے کیا کیونکہ تم سن میں بڑے ہو اور یہی وجہ ہے کہ انہوں نے تم کو جواب نہیں دیا لہذا میں مجبور ہوا کہ تمہارا جواب دوں۔

۱۵۸

اس قضیہ کی خبر عائشہ تک پہنچی ، ایک روز ابو سعید کا گذر ان کے گھر کی طرف سے ہوا ، انہوں نے بانگ لگائی ، اے احوال _ اے خبیث _ ایا تم وہی ہو جس نے میرے بھانجے کو برا بھلا کہا ہے۔

ابو سعید نے اس آواز پر چاروں طرف نگاہ دوڑائی مگر جب کسی کو نہیں پایا ، تو انہوں نے باواز بلند کہا کہ ، شیطان تمہیں دیکھ رہا ہے مگر تم اسکو دیکھنے کی قدرت نہیں رکھتے ہو۔

چونکہ آواز عائشہ نے دی تھی لہذا اس جواب پر خوب ہنسی اور کہنے لگیں ، خدا تمہاری مغفرت کرے ، تیری زبان کتنی تیز و تند ہے (۱)

اگر آپ نے مذکورہ واقعہ پر غور کیا ہوگا تو معلوم ہوا ہوگا کہ معاویہ کی چال یہ تھی کہ امام حسن (ع) کو زبیر کے بیٹے سے ٹکرا کر بغض و کینہ کی آگ لگا دے ، اور اسکی ہمیشہ یہی سیاست رہی کہ ایک سردار کو دوسرے کے خلاف بھڑکا دے ، اور ایسا ہی اس واقعہ میں ہوا کہ عبد اللہ بن زبیر معاویہ کے دام فریب میں آگئے تھے ، لیکن امام (ع) معاویہ کی کامل شناخت رکھتے تھے ، لہذا اسکے جال میں نہیں آئے ، اور اسی واقعہ میں آپ نے عائشہ کا کردار بھی ملاحظہ فرمایا اگر عائشہ کی ساری زندگی کے واقعات کو ایک جملہ میں سمیٹا جائے تو یہ ہوگا کہ ، اپنوں سے دوستی اور دشمن کے مقابلہ میں دشمنی ، عائشہ کی زندگی میں ایسے واقعات نہ جانے کتنی مرتبہ پیش آئے ہیں ، جنہیں خود احمد بن حنبل نے اپنی مسند میں نقل کیا ہے وہ لکھتے ہیں:

عمار یاسر کے ساتھ مالک اشتر عائشہ کے گھر گئے ، جب گھر میں داخل

بوئے تو عمار یاسر نے ام المومنین کہہ کر خطاب کیا ، عائشہ نے کہا ، میں تمہاری ماں نہیں ہوں ، عمار نے پوچھا ، اپ ہماری ماں کیوں نہیں ہیں اور اس سے کڑا بتی کیوں ہیں۔

عائشہ نے سوال کیا کہ یہ تمہارے ساتھ کون ہے ، عمار نے کہا ، مالک اشتر ہیں

عائشہ نے مالک اشتر سے کہا کہ ، تم وہی مالک اشتر ہو جو میرے بھانجے کو قتل کرنا چاہتے تھے۔

مالک اشتر نے کہا _ جی ہاں _ وہ مجھے قتل کرنا چاہتا تھا لہذا میں بھی ایسا ہی کرنا چاہتا تھا۔

عائشہ نے کہا _ اگر تم اسکو مار ڈالتے تو ہر گز نیک و صالح نہ ہوتے کیونکہ میں نے پیغمبر(ص) اسلام سے سنا ہے کہ اپ (ص) نے

_۱ مسند احمد ج ۶ ص ۲۰۵

۱۵۹

فرمایا: تین صورتوں میں مسلمان کو قتل کرنا جائز ہے ، اگر کوئی قتل کرے تو اس کو قتل کرنا جائز ہے یا کوئی شخص بیوی رکھنے کے باوجود زنا کرے تو خون بہانا جائز ہے یا مسلمان ہونے کے بعد مرتد ہو جائے تو اسکو مار دینا چاہیئے (۱)

یہاں پر بہتر ہے کہ ہم عائشہ سے سوال کریں کہ ، اے ام المومنین ، اپ نے اس قول رسول(ص) کو اپنے بھانجے کے سلسلہ میں کیوں نہیں یاد رکھا کہ جس نے مالک اشتر جیسے نیک انسان کو قتل کرنا چاہا ؟

کیا مسلمان کے قتل کی حرمت صرف عبد اللہ بن زبیر سے مخصوص تھی ، اور جو ہزاروں بے گناہ مسلمان خواہشات نفسانی کے تحت جنگ میں مارے گئے کیا اس حکم میں شامل نہیں تھے ، یا انکے خون خدا و اسلام کی نظر میں بے وقعت تھے۔

عائشہ کی زندگی کا ایک اور واقعہ جو ابھی تک تاریخ میں موجود ہے جس کو ابن عبد ربہ نے عقد الفرید میں یوں نقل کیا ہے۔

جنگ جمل کے بعد ایک دن عبد القیس کے قبیلے کی عورت ام اوفی عبدیہ

جسکے قبیلہ کے ہزاروں مشہور افراد جیسے حکیم بن جبہ اسی جنگ میں مارے گئے تھے ، عائشہ کے پاس گئی اور ان سے کہا ، اے ام المومنین اس ماں کے بارے میں اپکا کیا خیال ہے جس نے اپنے چھوٹے بچوں کو قتل کر دیا ہو۔

عائشہ نے کہا ، اس پر جہنم کی آگ واجب ہے

ام اوفی نے کہا ، آپ اس ماں کے سلسلے میں کیا فرماتی ہیں جس نے اپنے بیسوں ہزار چھوٹے بڑے لوگوں کو خاک و خون میں غلطاں کر دیا ہو۔

عائشہ یہ سنکر چیخنے لگیں اور کہا ، اس دشمن خدا کو گھر سے نکالو۔ (۲)

جیسا کہ ہم نے بیان کیا کہ جنگ جمل کے تمام بولناک واقعات عائشہ کے دل و دماغ پر مثل پہاڑ کے بوجھ بنے ہوئے تھے اور وہ انکی زندگی میں کبھی ختم نہیں ہوئے جو انکی ندامت و پشیمانی کی علامت ہے ، نیز اسکے بعد جو باتیں پیش کروں گا شاید اسی سے مربوط ہوں گی۔

جنگ جمل کے واقعات ایک طرف عائشہ کے لئے کبیدہ خاطر ہو رہے تھے تو دوسری طرف امویوں کے لئے مسرت و خوشحالی کے باعث بن رہے تھے اور یہ لوگ ہر دن کسی نہ کسی بہانے سے ضرور یاد کرتے تھے نیز جنگ جمل کے

۱_ عقد الفرید ، عیون اخبار ج ۱ ص ۲۰۲

۲_ عقد الفرید ج ۲ ص ۴۵۵

۱۶۰

واقعات کو ہوا دینے کے لئے مدد بھی کرتے تھے۔

ابن عبد ربہ کا بیان ہے کہ بصرہ سے یزید بن منیہ معاویہ کے پاس گیا ، یہ یعلیٰ بن منیہ کا بھائی اور رئیس بصرہ نیز جنگ جمل کا ایک سردار تھا اور جس اونٹ پر عائشہ بیٹھ کر جنگ کی سربراہی کر رہی تھیں اسکی مہار اسی نے پکڑی تھی ، پھر یعلیٰ کی معاویہ سے رشتہ داری یوں تھی کہ اسکی بیٹی معاویہ کے بھائی عتبہ بن ابو سفیان سے بیابی تھی۔

جب یزید بن منیہ نے اپنی مشکلات کو معاویہ سے بیان کیا تو اس نے کعب سے کہا کہ اسکو بیس ہزار دینار دیدو ، جب وہ رقم لیکر جانے لگا تو معاویہ نے پھر دستور دیا کہ چونکہ جنگ جمل میں شریک ہوا تھا لہذا تیس ہزار دینار اور دیدو

(۱)

ایک روز عمر و عاص نے عائشہ سے کہا کہ ، کتنا اچھا ہوتا کہ آپ جنگ جمل میں مارڈالی گئی ہوتیں ، عائشہ نے کہا _ اے یتیم کیوں ؟

عمر و عاص نے جواب دیا ، اگر آپ مر گئی ہوتیں تو ہم لوگوں کو لشکر علوی (ع) سے ٹکڑانے کا اچھا بہانہ مل جاتا (۲)

عائشہ اور عمر و عاص کے ما بین دوسری جھڑپ کو تاریخ یوں بیان کرتی ہے _

ایک روز عائشہ کے گھر امیر المومنین (ع) کے ہاتھوں ذوالثدیہ کے مارے جانے کا تذکرہ چھڑا ، راوی کہتا ہے کہ ام المومنین نے مجھ سے کہا کہ اگر تم کوفے جانا تو ہمارے لئے ان گواہوں کو لیتے آنا جنہوں نے اسکو مارتے ہوئے دیکھا تھا ، میں کوفہ پہنچا اور شہر کے ہر گروہ سے دس افراد کو لیا اور عائشہ کی خدمت میں پہنچا دیا ، جب انہوں نے ان گواہوں کو دیکھا تو کہا ، عمر و عاص پر خدا کی لعنت ہو ، اس نے یہ کہا تھا کہ میں نے چھاتی والے انسان کو مصر میں مارا ہے (۳)

ابن کثیر اس واقعہ کو نقل کرنے کے بعد لکھتا ہے کہ عائشہ نے سر جھکا کر خوب گریہ کیا ، جب گریہ ختم ہوا تو کہنے لگیں ، خدا علی (ع) پر رحمت نازل کرے کیونکہ وہ ایک لمحہ بھی حق سے جدا نہیں ہوا ہمارے اور ان کے درمیان جو چپقلش اور دراپڑی تھی وہ ایسی ہی تھی جیسے ایک بیابی عورت کی سسرال والوں سے ہوتی ہے _

سوچنے کی بات یہ بیکہ آخر عمر و عاص نے ایسا جھوٹا دعوا کیوں کیا اور اپنے کو ذوالثدیہ کا قاتل کیوں بتایا _

_تاریخ کامل ج ۱ ص ۱۵۱

_۲مستدرک ج ۴ ص ۱۲ ، سیر اعلام ج ۲ ص ۱۴۱

_۳ابن کثیر ج ۸ ص ۲۰۲

یہ بات اس وقت واضح ہوگی جب رسول(ص) کی حدیثوں کو ملاحظہ کیا جائے جن کو محدثین اور مورخین نے ذوالثدیہ کی مذمت اور اسکے قاتل کی مدح و ستائشے میں نقل کی ہیں ، ان حدیثوں کی وجہ سے عمر و عاص ذوالثدیہ کے

قتل کا سہرا اپنے سر پر باندھنا چاہتا تھا۔

عائشہ کی زندگی کے واقعات کی جانچ پڑتال ختم کرنے کے بعد میں چاہتا ہوں کہ معاویہ کے حالات زندگی کی کرید کی جائے تاکہ جعل حدیث کے اسباب سامنے آئیں نیز اس بحث میں عائشہ کا اہم کردار بھی سامنے آئے گا۔

ہماری یہی کوشش ہے کہ وہ تمام جھوٹی حدیثیں جو اسلام کی سر نگونی کی علامت بن گئیں ہیں ان پر تنقید کی جائے تاکہ اسلام کا اصل چہرہ سامنے آجائے۔

۱۶۲

فصل ششم

معاویہ کی زندگی پر ایک طائرانہ نظر

دور جاہلیت میں امیہ اور بنی امیہ، ہاشم اور بنی ہاشم کی ریاست و بزرگی پر بہت حسد کرتے تھے اس حسد سے نہ جانے کتنے نا خوشگوار واقعات رونما ہوئے لیکن اسلام سے پہلے امویوں کی بنی ہاشم سے اتنی سخت گہماگہمی نہیں تھی، جیسے ہی زمانے نے کروٹ لیا اور عبد المطلب بن ہاشم کے پوتے نے دنیا ئے انسانیت کو اسلام کے نام سے ایک دین تحفہ میں دیا، اسی وقت سے امیہ کا پوتا ابو سفیان نے قریش و اسلام کے خلاف جنگ کرنے کا بیڑا اٹھا لیا، اکثر مقامات پر اسلام کے خلاف مشرکین مکہ کی ریاست و سربراہی کرتے ہوئے ابو سفیان نے اپنی تمام تر قوتوں کے ساتھ کمزور و ضعیف مسلمانوں کو اذیتوں اور شکنجوں میں مبتلا کیا، اور جہاں تک ممکن تھا ان لوگوں کو ایذا پہنچائی۔

لیکن حالات ہمیشہ یکساں نہیں رہتے آخر خداوند عالم نے اپنے رسول (ص) کی مدد و نصرت کر کے مکہ کو فتح کروایا اور رسول اسلام (ص) نیز مجاہدین اسلام کے لئے مکہ میں آنے جانے کا راستہ ہمیشہ کے لئے کھول دیا۔

فتح مکہ کے بعد قریش کے علاوہ کوئی دوسرا قبیلہ نہ تھا جس نے اپنے دامن پر تا ابد ازاد شدگان کا ذلیل و حقیر کا ٹائٹل لیا ہو، ابو سفیان کی ریاست بت عرب کی طرح چور چور ہوگئی اور عصر جاہلیت کے ضعیف و ناتواں، عمار، ابوذر، بلال، جیسے افراد سیاسی و معاشرتی حقوق کے علمبردار بن گئے، ایک روز ابو سفیان کا ان لوگوں کی طرف سے گذر ہوا انہوں نے اس کو دیکھ کر کہا کہ خدا

کی تلوار اس دشمن خدا پر نہ پڑ سکی۔

ابو سفیان نے اتنی عمر پائی کہ خلافت ابو بکر کا زمانہ دیکھا اس دور میں اسکی خلیفہ وقت سے مڈ بھیڑ ہو گئی تو خلیفہ کے باپ (قحافہ) تعجب میں پڑ گئے ، خلیفہ نے اپنے باپ سے یوں استدلال کیا ، اے پدر بزرگوار ، خدا نے ہمارے خاندان کو اسلام کی خاطر سر بلند فرمایا ہے اور اسکے خاندان کو پستی میں ڈال دیا ہے۔

ابو سفیان نے عمر بن خطاب کا دور دیکھا اس زمانہ میں ایک روز خلیفہ وقت عمر نے شہر مکہ میں اسکو اس بات پر مجبور کر دیا کہ وہ اپنے کاندھوں پر اٹھا کر اینٹوں کو رکھے۔

دوسری مرتبہ خلیفہ وقت نے ابو سفیان کے سر پر تازیانہ مارا ، جب اسکی خبر بیوی تک پہنچی تو بہت ناراض ہوئی اور

۱۶۲

خلیفہ سے غصے میں کہا ، خدا کی قسم ، اگر دور جاہلیت میں اسکو چھڑی مارتے تو تمہارے پائوں سے زمین نکل جاتی۔ خلیفہ نے جواب دیا ، تم سچ کہتی ہو ، مگر کیا کیا جائے خدا وند عالم نے ایک گروہ کو اسلام کی وجہ سے عزیز و بلند اور دوسرے گروہ کو اسلام نے ذلیل و پست کر دیا۔

زمانہ گذرتا رہا ، یہاں تک کہ خلیفہ عثمان بن گئے ، اس دور میں بار دیگر اموی اقتدار میں آگئے اور بچوں کی طرح حکومت سے کھیلنے لگے ، اور تمام شہروں پر بنی امیہ کی ایک ایک فرد حکومت کرنے لگی ، اور وہ اپنے تاج و تخت پر بہت ناز کرنے لگے ، یہی وہ زمانہ ہے جس میں متقی و صالح اصحاب رسول (ص) بار دیگر کمزور اور اذیتوں میں مبتلا ہو گئے ، اور عمار جیسے نیک و صالح پر ظلم و ستم کا پہاڑ توڑا جانے لگا اور ابو ذر و مالک اشتر جیسوں کو چٹیل میدان میں جلا وطن کیا جانے لگا۔

امویوں کے دل و دماغ غرور و نخوت سے اتنے بھر گئے تھے کہ ایک اموی نے کہا کہ عراق کی سر سبز و شاداب زمین قریش کے باغوں میں سے ایک باغ ہے ، ان تمام ظلم و ستم اور غرور و تکبر نے بلاد اسلامی کو ایسا گھیرا اور فتنہ و آشوب کے طوفان نے ایسا چکر میں لیا کہ اموی خلیفہ اپنے گھر ہی میں مار ڈالے

گئے ، اس سخت تجربے اور پئے در پئے نا کامیوں کے بعد مسلمانوں نے مہار خلافت کو امویوں سے چھین کر بنی ہاشم کے ہاتھوں میں دیدیا تاکہ عدالت علوی کی حکومت قائم ہو جائے ، جیسے ہی مسلمانوں نے اس کام کو انجام دیا دوبارہ مدینہ کے اندر امویوں نے طوق ذلت اور قریش کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا ۔ لیکن سر تسلیم خم کرنے کے بعد بھی سکون سے نہیں بیٹھے بلکہ ہر روز کسی نہ کسی بہانے سے حکومت علوی (ع) کے خلاف محاذ اراٹھی کرتے رہے تاکہ خلافت عثمان کے زمانے میں دل حکومت کرنے کی جو چٹکیاں لے رہا تھا اس کی امید بندھ جائے امام(ع) کی حکومت کے خلاف رفتہ رفتہ اتش جنگ اتنی بھڑک اٹھی کہ بصرہ خون میں ڈوب گیا پھر بھی انکو کوئی فائدہ نہ ہو سکا۔

ان تمام ادوار میں معاویہ جو عمر کے زمانے سے شام کی امارت کو سنبھالے ہوئے تھا ہر دن اپنی حکومت کو وسیع و عریض کرنے کی تاك میں لگا رہتا تھا۔

اسی لئے معاویہ نے امام (ع) کو خط لکھ بھیجا اور اس میں حکومت مصر و شام کا مطالبہ کیا ، جب انحضرت (ع) نے نا مساعد جواب دیا تو خون عثمان کے نام پر ہزاروں لوگوں کو اکٹھا کر کے امام علیہ السلام سے جنگ کرلی جب جنگ سے کامیابی نہیں ملی تو معاملہ حکمیت پر جا کر روکا حکمیت کے بعد شام واپس آیا تو لٹیروں کو مسلسل بلاد اسلامی میں بھیجتا رہا تاکہ بے گناہ مسلمانوں کی

حضرت ۱۶۴

عورتوں کو اسیر بنائیں اور چھوٹے بڑے کو قتل کر کے گھروں میں آگ لگا دیں ، ان لٹیروں نے تقریباً تیس ہزار مسلمانوں کو تہ تیغ کیا اور دیگر مامورین نے بھی اپنے ہاتھوں سے بے گناہوں کو موت کے گھاٹ اتارا۔

حضرت علی (ع) کی شہادت کے بعد معاویہ نے امام حسن (ع) کی بیعت نہیں کی اور ایک بڑے لشکر کے ساتھ عراق آگیا اور امام (ع) کے محافظ و اصحاب کو سگّوں کی لالچ دیکر خرید نا شروع کر دیا اور انکو خرید کر امام (ع) پر حملہ کروایا۔

جب امام (ع) نے اپنے سپاہیوں کی جنگ سے کنارہ کشی کو دیکھا اور خود اپنے کو بھی بہت زخمی پایا تو معاویہ سے صلح کر لی اور اس صلحنامہ میں بہت ساری شرطیں رکھیں مگر اس نے ایک شرط پر بھی عمل نہ کیا ، جب کوفہ

ایا تو اپنی تقریر میں ان باتوں کو پیش کیا کہ خدا کی قسم ، اے لوگو ، ہم نے تم لوگوں سے نہ نماز کی خاطر جنگ کی تھی اور نہ ہی روزہ کیوجہ سے ، ان امور کو تو تم لوگ انجام دیتے ہی ہو ، ہم نے صرف اس لئے تم لوگوں سے جنگ کی تاکہ تمہارے اوپر حکومت کروں ، اور جن شرائط پر حسن (ع) سے صلح ہوئی تھی ان سبکو اپنے قدموں تلے رکھتا ہوں۔

معاویہ مجبور تھا کہ اپنی حکومت کی سیاسی بنیاد چاہلوسی پر رکھے اور اس نے اپنی حکومت کے پہلے ہی سال امپراطور روم سے مصالحت کر کے خراج دیا ، اور دمشق کے اطراف و اکناف میں سکوں کی تھیلیاں بھیجنے لگا ، سردار قبائل اور عرب کے مکاروں کو دولت و مقام نیز رشتہ داری کے ذریعہ دھوکہ دیا تاکہ ان لوگوں کی مدد سے اپنی حکومت کو ٹھوس اور ظلم و ستم کے ذریعے دولت کی جمع اور کر سکے ، یہی وہ زمانہ ہے جس میں معاویہ نے اپنی سیاست کو بدلا ، اور ایک ظالم و جابر بادشاہ کی یاد تازہ کر دی۔

ایک طرف سونے اور چاندی کی بوچھاڑ ہونے لگی تو دوسری طرف تمام بلاد اسلامی کی پیداوار کو اپنے خونین پنجے میں کر لیا اور تمام باشندوں کو حکم دیا کہ جس طرح عجم کے بادشاہوں کو عید نوروز کے موقع پر تحفہ دیتے تھے اب مجھے بھی دو ، اس طرح بالکل روم و ایران کا امپرا طور بن گیا تھا۔

زمانہ معاویہ میں حدیث سازیاں

حکومت معاویہ کے اتے ہی اصحاب رسول (ص) نے جو حکومت علوی (ع) کے زمانے میں امیر المومنین (ع) کے ساتھ تھے ، بلاد

۱۶۵

اسلامی میں گوشہ نشینی اختیار کر لی ، کیونکہ امام حسن (ع) کی صلح کے بعد عوام نے ساتھ چھوڑ دیا تھا لہذا بار دیگر کمزور ہو گئے اسی وجہ سے ممالک اسلامی کے مختلف شہروں میں پھیل گئے اور جو میں نے یہ کہا کہ اصحاب رسول (ع) اچھی خاصی تعداد میں حضرت علی (ع) کے ساتھ اور جنگ جمل وصفین میں شریک ہوئے تھے ، اسکو خود معتبر مورخوں نے بیان کیا ہے اور معاویہ کے ساتھ صرف تین افراد کا نام تحریر کیا ہے۔

تاریخ اسلام میں ذہبی لکھتے ہیں:

جنگ جمل میں انصار سے اٹھ سو افراد علی (ع) کے ہمراہ تھے اور سات سو وہ لوگ تھے جنہوں نے بیعت رضوان میں شرکت کی تھی نیز ایک سو بیس افراد وہ تھے جو پیامبر اکرم (ص) کے ساتھ جنگ بدر میں شریک ہوئے تھے (۱)

ابن خیاط اپنی کتاب میں لکھتا ہے:

"اٹھ سو وہ افراد جنہوں نے رسول (ص) اسلام کے ہاتھوں پر مقام رضوان میں زیر درخت عہد و پیمانہ کیا تھا، حضرت علی (ع) کے ساتھ جنگ صفین میں شریک ہوئے تھے (۲)

وقعة صفین میں نصر بن مزاحم لکھتے ہیں:

جنگ صفین میں قیس بن سعد بن عبادہ نے ایک روز نعمان بن بشیر سے کہا۔ اے نعمان ذرا اس بات پر غور کرنا کہ معاویہ کے ساتھ غلام اور بیوقوف عربوں یا جنگل یمنیوں کے علاوہ کوئی اور ہے؟

ذرا اس پر بھی سوچ بچار کرنا کہ وہ متقی مہاجر و انصار اور تابعین کس کے لشکر میں ہیں جن سے خدا راضی ہے؟

پھر اس پر بھی غور کرنا کہ آیا تمہارے اور تمہارے دوست کے علاوہ کوئی اور معاویہ کے لشکر میں ہے؟ درانحالیکہ تمہارا نہ بدر کے مجاہدوں میں شمار ہوتا ہے اور نہ ہی تم بیعت عقبہ میں شریک ہوئے اور نہ کوئی ایت تمہاری مدح میں نازل ہوئی ہے اور نہ ہی تم نے اسلام قبول کرنے میں سبقت کی ہے۔

اپنی جان کی قسم۔ اگر آج کے دن تم ہم سے اور ہمارے لشکر سے ٹکرائے تو کوئی نئی بات نہیں ہے کیونکہ تمہارا باپ اس سے پہلے ٹکرا چکا ہے (۳)

۱_ تاریخ ذہبی ج ۲ ص ۱۴۹
۲_ ابن خیاط ج ۱ ص ۱۸۰ مطبوعہ نجف
۳_ وقعة صفین ص ۴۴۹

قیس کی مراد بیعت عقبہ سے یہ تھی کہ انصار کے کچھ افراد نے ہجرت سے پہلے رسول (ص) اکرم کے دست مبارک پر عہد و پیمانہ کر کے اسلام کو قبول کیا تھا۔

پدر نعمان کے مخالفت سے قیس کی مراد یہ تھی کہ اسکا باپ سقیفہ میں ابو بکر کی بیعت لینے میں بہت اگے اگے تھا ، اور نعمان کے باپ ہی کی بدولت ابو بکر تخت خلافت پر ائے تھے ، ہم نے اپکی خدمت میں قدیم و معتبر مورخوں کی عبارتوں کو پیش کیا جن سے آپ نے اس بات کو ملاحظہ فرمایا ہو گا کہ اصحاب رسول اور مجاہدین سارے کے سارے حکومت علوی (ع) کے زمانے میں لشکر علی (ع) میں تھے ، لیکن معاویہ کے لشکر میں سوائے دو صحابیوں کے کوئی اور نہیں تھا۔

وہ بھی ایسے تھے جو نہ اسلام میں سبقت رکھتے تھے اور نہ ہی کوئی کارنامہ دکھایا تھا اور نہ ان کا کوئی خاص مقام تھا۔

جب حضرت امیر المومنین (ع) کی شہادت ہو گئی تو ان تمام اصحاب نے اسلامی سر زمین کے مختلف شہروں میں گوشہ نشینی اختیار کر لی اور جہاں بھی رہے ہوں گے عقیدتمند مسلمان ان کے ارد گرد ضرور اٹھتے بیٹھتے رہے ہوں گے پھر ان لوگوں نے حدیث رسول (ص) کو بیان کیا ہوگا تو مومنین نے ضرور سنا ہوگا یا لکھ کر لئے گئے ہونگے تاکہ ان حدیثوں سے احکام الہی کی شناخت کر سکیں۔

البتہ یہ بھی تصور کیا جا سکتا ہے کہ جب صفین و جمل اور عثمان کے زمانے کا تذکرہ ہوا ہوگا تو اس زمانے کی گرما گرم باتیں ضرور بیان کی ہونگی ، پھر اس میں امویوں کے عیوب و نقائص اور سیابکاری و جنایتکاری کا ضرور تذکرہ کیا ہو گا ، کبھی خلیفہ اول و دوم کے دور کی باتیں چھیڑی ہوں گی اور زمانے کی فتوحات کا ذکر کیا ہو گا تو اس میں بھی بنی امیہ کا کوئی اہم کردار نظر نہیں آیا ہوگا۔

کبھی عصر رسول (ص) کی جنگوں اور کفار قریش نے جو مسلمانوں کو اذیتیں پہنچائی تھیں ان کو بیان کیا ہوگا تو ان تذکروں نے سامعین کے قلوب کو ان سے متنفر کر دیا ہو گا اور بنی ہاشم کے کارنامے اور فضائل کو سنکر ان کے قلوب ان سے کھنچ گئے ہوں گے۔

ان تمام باتوں میں اکثر بنی امیہ کے اخلاق و کردار کی مذمت کے علاوہ کوئی دوسری بات نہیں رہی ہو گی۔

ان اصحاب کرام نے جب بدر کی داستان کو بیان کیا ہوگا تو ضرور کہا ہو گا کہ

معاویہ کا دادا اور ماموں نیز بھائی اور خاندان والے اسی جنگ میں مارے گئے اور ستر افراد قریش کے اور معاویہ کے خاندان کے اسیر بنائے گئے تھے۔

۱۶۷

جب جنگ احد کا تذکرہ چھڑا ہوگا تو ان لوگوں نے ضرور بتایا ہوگا کہ معاویہ کا باپ ابو سفیان نے اس جنگ کا بیڑا اٹھا رکھا تھا۔

اور معاویہ کی ماں بندہ نے رسول کے دلیر چچا حمزہ کے سینے کو چاک کر کے انکے جگر کو چبایا تھا پھر یہ بھی بیان کیا ہو گا کہ ایک دن ابو سفیان نے چیخ مار کر کہا تھا کہ ، شاباش بیل ، جس وقت حسان کا شعر جو بندہ کی مذمت میں کہا تھا اسکو پڑھا ہو گا تو معاویہ کی نا پاک ولادت کی تشریح کی ہو گی۔

ایک روز فتح مکہ کا چرچا کیا ہوگا تو اس میں ابو سفیان و معاویہ کے ظاہری اسلام کی دلیل یہ دی ہو گی کہ رسول اکرم (ص) نے ان دونوں کو جنگ حنین کے مال غنیمت سے مولفۃ القلوب میں شمار کرتے ہوئے بہت سارے اموال دیئے تھے

لیکن رسول (ص) اسلام کی نظر عنایت ان دونوں پر کار فرمانہ ہو سکی اور ابو سفیان نے مسلمان ہونے کے بعد کہا ، کاش میں قدرت رکھتا تو لوگوں کو اس شخص (محمد) کے خلاف بھڑکا دیتا۔

جنگ صفین میں مسلمانوں نے ناگہانی حملے کی تاب نہ لا کر جب پیٹھ دکھائی تو اس (ابو سفیان) نے اپنے دوستوں سے کہا کہ ابھی کیا ہے یہ لوگ شکست کہا کر دریا ئے سرخ تک بھاگیں گے وفات رسول(ص) کے بعد جنگ یرموک میں جب مسلمان شکست کے قریب تھے تو اس (ابو سفیان) نے بانگ لگائی تھی ، رومیوں زندہ باد ، پھر تھوڑی دیر بعد نہایت افسوس کے ساتھ اس شعر کو پڑھا ، کیا روم کے بادشاہوں میں سے کوئی بھی اس مقام پر نہیں ہے ؟

یہ تمام باتیں معاویہ جیسے ظالم و جابر کی حکومت کے زمانے میں ہوتی رہی ہونگی تو معاویہ نے بھی اپنے دادا اور باپ کی شجاعتوں کا تذکرہ کیا ہو گا ۔ کیونکہ عرب ان تذکروں کو سننا بہت پسند کرتے تھے لہذا اس راہ میں جو ہاتھ آیا اس کو انجام دیا اور جو کچھ معاویہ نے اسلام کے خلاف محاذ ارائی کی تھی اس سے دستبردار نہیں ہوا ، لیکن اسکے افکار جاہلی کو ان ہی چند اصحاب نے چکنا

چور کر دیا تھا ، ان باتوں سے صاف واضح ہو جاتا ہے کہ معاویہ ان اصحاب رسول(ص) کی طرح نہیں تھا اور جو کچھ اس نے مدینہ میں تھوڑی بہت زندگی گذاری تھی ان لوگوں کے عادات و اطوار کو نہ سکیھ سکا ۔ میں ان چیزوں کو پیش کروں گا جو معاویہ کی حکومت کے زمانے میں رائج ہوئیں۔

معاویہ نے اپنی حکومت میں ریا خواری کو عام کیا شراب کے مشکیزے اسکے گھر میں لائے گئے نیز مسلمانوں کے بیت المال سے خواہشات نفسانی کی اگ بجھائی شہر کے خطیبوں نے اسی کے سامنے تعریف کی اور عصر جاہلیت کے طور

۱۶۸

طریقے پر فخر و مباہات کی محفلیں قائم کی پھر اپنے حاشیہ نشینوں سے تکبرانہ لہجے میں کہا ، قریش کو یہ معلوم ہونا چاہیے کہ ان میں سب سے بافضیلت ابو سفیان و معاویہ ہیں اگرچہ رسول(ص) خدا کو خدا وند عالم نے نبوت دیکر با عظمت بنا دیا تھا ، میں سمجھتا ہوں کہ اگر تمام لوگ فرزند ابو سفیان ہوتے تو سب کے سب صاحب عقل و تدبر ہوتے۔ (۱)

اس سے بڑھ کر فخر اور کیا ہو سکتا ہے کہ اگر ابو سفیان تمام لوگوں کا باپ ہوتا تو سارے کے سارے صاحب علم و دانش ہوتے۔

معاویہ اپنے زعم ناقص میں یہ سمجھا کہ اسکا باپ بلند ترین فرد ہے اور قریش میں سب سے بڑا خود ہے ، اور رسول(ص) کے علاوہ سبھی اس سے پست ہیں ، اگر کوئی شخص اس زمانہ میں چاہتا تو اسکے فخر و مباہات کے مقابلے میں صرف اتنا کہہ دیتا کہ۔ جی ہاں ۔ معاویہ اپنی حکومت کے بل بوتے پر دوسروں پر اپنی فوقیت جتا رہا ہے نہ کہ اپنے ذاتی کمالات پر۔

معاویہ اور بنی امیہ کے بارے میں بزرگوں کا فیصلہ

معاویہ اپنی حکومت کے زمانے میں حد سے زیادہ بڑھ گیا تھا اور غرور و تکبر اس میں اتنا اگیا تھا کہ اس نے اپنی حکومت میں سوائے اپنے قوم و قبیلہ کو بڑھانے کے کچھ نہ سوچا ، وہ اس کے پس منظر میں اپنی حکومت کو بادشاہت میں تبدیل کرنا چاہتا تھا ، مگر اپنی خواہشات کو کس طرح عملی جامہ پہنائے ، کیونکہ مسلمانوں کے درمیان صحابی امام اور دلیر شخص صعصہ بن صوحان

موجود ہیں ، جو یہ کہہ دینگے کہ تم اور تمہارا باپ اسی گروہ میں تھا جو پیغمبر اکرم (ص) سے لڑنے آیا تھا ، اور تو ایک ازاد کردہ کا ازاد کیا ہوا بیٹا ہے جن پر رسول (ص) خدا نے احسان کر کے ازاد کیا ہے پھر کس طرح ممکن ہے کہ خلافت کی باگ ڈور ایک ازاد کردہ کے ہاتھوں میں رہے (۲) یا یہ کہ جب ابو ہریرہ اور ابو دردا معاویہ کے نمائندے بنکر امام (ع) کے پاس آئے تھے تو اس وقت عبد الرحمن بن غنم اشعری نے یہ کہا تھا کہ ، آخر معاویہ کیسے خلیفہ بنا چاہ رہا ہے جبکہ وہ ان لوگوں میں ہے جن کے لئے خلافت کرنا بالکل جائز نہیں ہے اور معاویہ کا باپ (ابو سفیان) اس گروہ کا سردار تھا جو

۱_ تاریخ طبری ج ۵ ص ۸۹ ، کامل ابن اثیر ج ۳ ص ۵۹
۲_ مروج الذهب ج ۳ ص ۵۰

۱۶۹

اسلام کے خلاف جنگ کرنے آیا تھا (۱)

پھر معاویہ کیسے خلیفہ ہو سکتا ہے جبکہ عمر نے اپنی حکومت کے زمانے میں یہ کہا تھا کہ خلافت ازاد کردہ یا انکے فرزندوں نیز فتح مکہ کے بعد مسلمان ہونے والوں کا حق نہیں ہے اور یہ لوگ اس مقام تک پہنچنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور نہ لگائیں (۲)

جب حضرت علی (ع) نے خطبہ دیا تو لوگوں کو یا دہانی کراتے ہوئے فرمایا کہ ، معاویہ ان میں سے ہے جسکو خداوند عالم نے نہ دین میں سبقت عطا کی اور نہ ہی کوئی فضیلت رکھتا ہے وہ ایک ازاد کردہ کا فرزند ہے کہ جس نے اسلام کے خلاف تمام جنگوں میں شرکت کی تھی اور اسکا باپ (ابو سفیان) ہمیشہ دشمن خدا و رسول (ص) رہا ہے اور جب ظاہری طور پر اسلام کو قبول کر لیا تب بھی اس سے کڑھتا رہا (۳) ایک مرتبہ حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا کہ ، اے معاویہ تجھے معلوم ہونا چاہیئے کہ تو ایک ازاد شدگان میں سے ہے جن کے لئے خلافت کرنا جائز نہیں ہے اور تجھے تو مسلمانوں کے امور میں ٹانگ لڑانے کا حق بھی نہیں ہے (۴)

جنگ صفین میں علوی (ع) لشکر کے ایک سردار عبد اللہ بن بدیل نے معاویہ کے بارے میں کہا تھا کہ ، وہ اس چیز کا دعوا کر رہا ہے جو خود اسکی نہیں ہے اور اس شخص (علی (ع)) سے جھگڑا کر رہا ہے جسکو خلافت کرنے کا حق ہے

، پس اس گروہ سے جنگ کرو جو خلافت کو ہتھیانے میں لگا ہے اور ہم نے پیامبر اکرم (ص) کے ساتھ ان لوگوں سے جنگ کی تھی پس خدا کے واسطے اپنے اور دشمن خدا سے لڑنے کے لئے آمادہ ہو جائو خدا تم لوگوں پر اپنی رحمت نازل کرے گا (۵)

امام علیہ السلام کے وفادار صحابی عمار یاسر نے جنگ صفین میں معاویہ کے سلسلے میں باواز بلند یوں کہا کہ ، اے مسلمانو ، کیا تم لوگ اس شخص (معاویہ) کو دیکھنا چاہتے ہو جس نے خدا و رسول (ص) سے دشمنی و عداوت میں ان سے جنگیں لڑیں ، مسلمانوں کے خلاف بغاوت و سرکشی کو ہوا دی اور مشرکین کی پشت پناہی کی ، جب اس نے دیکھا کہ اللہ نے اپنے دین

-
- ۱_ استیعاب ج ۲ ص ۴۱۷ ، اسد الغابہ ج ۳ ص ۳۱۸
۲_ اسد الغابہ ج ۴ ص ۳۸۷ ، طبقات الکبریٰ ج ۳ ص ۲۴۸ مطبوعہ لیدن
۳_ وقعة صفین ص ۲۲۷ ، طبری ج ۶ ص ۴ ، ابن اثیر ج ۳ ص ۱۲۵
۴_ عقد الفرید ج ۲ ص ۲۸۴ ، شرح نہج البلاغہ ج ۲ ص ۵
۵_ وقعة صفین ص ۲۶۳ ، طبری ج ۶ ص ۹ ، ابن اثیر ج ۳ ص ۱۲۸ ، استیعاب ج ۱ ص ۳۴۰

۱۷۰

کو مستحکم کر کے اپنے رسول (ص) کو غلبہ حاصل کرا دیا تو پیامبر اکرم (ص) کے پاس آیا پھر مسلمان ہوا جبکہ خدا اسکے دل کو خوب جانتا تھا کہ اس نے صدق دل سے اسلام کو قبول نہیں کیا ہے بلکہ خوف جان اور طمع مال کی وجہ سے مسلمان ہوا ہے ، اور جب رسول اکرم (ص) اس دنیا سے چلے گئے تو خدا کی قسم یہ (معاویہ) مسلمانوں کا دشمن اور کافروں کا دوست بن گیا ، آگاہ ہو جائو یہ شخص معاویہ بن ابو سفیان ہے اس پر لعنت بھیجو کیونکہ خدا اس پر لعنت بھیجتا ہے اور اس سے جنگ و قتال کرو اس لئے کہ یہ چاہتا ہے کہ نور خدا کو گل کر کے ظلمت و تاریکی پھیلائے (۱)

اسود بن یزید نے معاویہ کے سلسلے میں ام المومنین عائشہ سے کہا:

اے ام المومنین آیا آپ کو اس بات پر حیرت نہیں ہوتی ہے کہ وہ شخص جو آزاد کردہ ہے اور صحابی رسول (ص) سے خلافت کے سلسلے میں جھگڑا کر رہا ہے۔

عائشہ نے جواب دیا ، اس میں تعجب کی کیا بات ہے یہ حکومت ہے خدا جسے چاہے عطا کر دے اس میں نیك و بد کی قید نہیں ہے جس طرح فرعون

الویت کا دعوا کرنے کے باوجود سالہا سال مصر میں حکومت کی اور اسکے علاوہ دوسرے بھی اس عہدے پر پہنچے ہیں (۲)

امام حسن (ع) نے معاویہ کو خط لکھا کہ ، اے معاویہ بڑی حیرت کی بات ہے کہ تم آج اس عہدے پر برا جمان ہو گئے جس پر کسی صورت میں برا جمان ہونے کے لائق نہ تھے کیونکہ تم نہ دین میں کوئی منزلت رکھتے ہو اور نہ ہی اسلام لانے میں سبقت کی پھر تم اسکے فرزند ہو جس نے اسلام کے خلاف محاذ اراٹوں کی سربراہی کی تھی اور وہ اسلام و قرآن اور رسول (ص) کا سخت ترین دشمن تھا (۳)

شعبہ بن عریض نے معاویہ سے کہا تھا کہ ، تم نے دور جاہلیت میں بھی اور اسلام لانے کے بعد بھی حق کو کچلا ، دور جاہلیت میں رسول (ص) و وحی الہی کے خلاف اتنی جنگ کی کہ خداوند عالم نے اسلام ہی کو پیروز و کامیاب بنا کر تمہارے برے نقشے کو ملیا میٹ کر دیا تھا اور مسلمان ہونے کے بعد تم نے یہ کیا کہ جب فرزند رسول (ص) تخت خلافت پر پہنچا تو تم

۱_ صفین ص ۲۴۰ ، طبری ج ۶ ص ۷ ، ابن اثیر ج ۳ ص ۱۲۶
۲_ در منثور ج ۶ ص ۹ ابدایہ و النہایہ ج ۸ ص ۱۳۱
۳_ مقاتل الطالبین ص ۲۲ شرح نہج البلاغہ ج ۴ ص ۱۲

۱۷۱

اسکی حکومت کو گرانے کے چکر میں لگ گئے ، اے معاویہ تمہیں خلافت سے کیا سروکار ہے تم تو آزاد کردہ کے آزاد کئے ہوئے فرزند ہو (۱)

ان تمام ذلتوں اور رسوائیوں کا حامل اور فضیلت و منزلت سے کوسوں دور رہنے والا معاویہ کیسے حکومت کو خاندانی بنائے اور یہ تمام باتیں جو اسلام کی مشہور شخصیتوں نیز معاویہ کے ہم عصروں نے کہی ہیں اور اسکی سیابکاری اس حد تک پہنچی ہوئی تھی تو کیسے عائشہ معاویہ کی صفائی پیش کر رہی ہیں کہ یہ حکومت بے خدا جسے چاہے دیدے اگر چہ براہی کیوں نہ ہو ، جی ہاں ، اگر اس طرح کا بیان نہ دیتیں تو پھر اسلامی حکومت کا لباس معاویہ کے نا موزوں جسم پر کیسے اٹا۔

پھر اس حکومت کو معاویہ کیسے خاندانی بنائے کیونکہ اسلام معاشرے میں صاحب عظمت و فضیلت افراد موجود ہیں اور ہم نے بیان بھی کیا ہے کہ اما حسن

(ع) و حسین (ع) علیہما السلام جیسی شخصیتیں جو خاندان بنی ہاشم کی تمام بزرگیوں اور فضیلتوں کے وارث اور نواسئہ رسول (ص) نیز لوگوں میں کافی محبوب تھے۔

لہذا معاویہ نے یہ کام کیا کہ ایک طرف اپنی حکومت کے ستون کو مستحکم کیا ، دوسری طرف اس حکومت کو موروثی بنانے کے لئے لوگوں کو خاندان رسول (ص) و ال علی (ع) سے دور رکھا تاکہ لوگ اس سے اور اسکے خاندان کی طرف مائل ہونے لگیں ، اسی بناء پر معاویہ نے خاندان علی (ع) و اصحاب رسول (ص) سے اتنی بولناک جنگ لڑی جس کے خوف سے بچے بوڑھے ہو گئے اور مسلمانوں کے خون سے زمینیں رنگیں ہو گئیں پھر انکی عورتوں کو اسیر کر کے بازاروں میں بیچا گیا۔

معاویہ نے اس ہدف تک پہنچنے میں کسی چیز سے دریغ نہیں کیا دولت ، ثروت، حیلہ سب کو اسی طرح استعمال کیا جس طرح اپنی حکومت کے سلسلہ میں استعمال کیا تھا ، اور جسکے ذریعہ سادہ لوح افراد کو اپنی طرف کھینچا تھا وہ حیلہ قصاص خون عثمان کا تھا ، جس سے اس نے خوب فائدہ اٹھایا تھا۔

۱۱۔ اغانی ج ۳ ص ۲۵ ، اصابہ ج ۲ ص ۴۱

۱۷۲

اپنے کرتوت پر جعلی حدیثوں کا غلاف

معاویہ کے اس پرو پیگنڈے کے پیچھے دو اہداف پوشیدہ تھے ۱۔ اس پروپیگنڈہ سے لوگوں کے ذہن و دماغ کو حقائق سے دور کر کے مسلمانوں کی تہذیب و تمدن کو چھین لے ۲۔ اپنی فکر کو جو عرب کی جہالت اور شام کے عیسائی تہذیب سے بھری ہوئی تھی بیوقوف اور سادہ لوح مسلمانوں کے ذہن میں بھر دے۔

اس بحث میں آپ دیکھیں گے کہ اس نے اپنی سیاست کو کامیاب بنانے کے لئے کن کن وسائل کا سہارا لیا تھا ، اور خاندان رسول (ص) محافظ اسلام و قران خاص طور سے حضرت علی (ع) جو بے نظیر فضائل و کمالات کے مالک تھے اور ان فضائل و کمالات کی وجہ سے لوگوں کے قلوب کو محو کئے تھے کس طرح داغدار کیا تھا اور جہاں تک ممکن ہوا ان کے فضائل و کمالات کو تحریف کیا ، پھر ان تحریف کئے ہوئے مطالب و مغایم کو مسلسل پروپیگنڈہ کے ذریعہ لوگوں کے دلوں میں

بٹھایا ، تاکہ سادہ لوح افراد اسلام و قران کے چشمہ زلال جو بعد رسول (ص) اہلبیت علیہم السلام تھے سے متنفر ہو جائیں۔

طبری لکھتے ہیں:

معاویہ نے مغیرہ بن شعبہ کو کوفہ جانے سے پہلے اپنی خدمت میں بلوایا اور اس سے کہا ، میں چاہتا ہوں کہ تم سے کچھ باتیں کروں لیکن چونکہ تم کافی ذہین ہو لہذا اس بات کو چھوڑ دینا ہوں ، مگر ایک بات جو تم سے کہنا بہت ضروری ہے وہ یہ ہے کہ علی (ع) کو برا بھلا کہنے سے کبھی نہ چوکنا اور ہمیشہ عثمان کی اچھائیوں کو بیان کرنا ، دوسری بات یہ ہے کہ شیعین علی (ع) کی عیب جوئی نیز ان لوگوں کو اذیت و تکلیف دینے میں کسی قسم کی رعایت نہ کرنا ، اور عثمان کے چاہنے والوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنا۔

مغیرہ نے کہا ، ہم اپنی ذات سے غافل نہیں ہیں اور اس سلسلہ میں میرا کافی تجربہ ہے اور بہت سارے امور کو انجام دے چکا ہوں ، اب تم (معاویہ) بھی مجھے ازما لو اگر میرا کام پسند آیا تو میری تعریف کرنا ورنہ اس کام سے معزول کر دینا۔

معاویہ نے کہا ، نہیں انشاء اللہ تمہاری تعریف ہی کروں گا (۱)

کتاب احداث میں مدائنی نقل کرتے ہیں:

۱۔ طبری ج ۶ ص ۱۰۸ ، ابن اثیر ج ۳ ص ۲۰۲

۱۷۲

جب معاویہ تخت خلافت پر اگیا تو اپنے تمام حکمرانوں کو لکھا کہ جو بھی ابو تراب (ع) اور خاندان علی (ع) کے فضائل کو بیان کرتا نظر آئے اسکو جان سے مار ڈالو اور اسکے مال و اسباب کو لوٹ لو۔

اس دور میں اہل کوفہ نیز شیعین علی (ع) زیادہ اذیت و تکلیف میں گرفتار ہوئے

دوسری مرتبہ امیر شام معاویہ نے تمام شہر کے والیوں کو حکم دیا کہ ، محبان علی (ع) اور انکے خاندان والوں کی کوئی گواہی قبول نہ کی جائے۔

اور جو لوگ عثمان کے فضائل کو بیان کر رہے ہوں اور وہ لوگ تم لوگوں کی

حکمرانی میں زندگی گزار رہے ہوں انکو خوب اچھی طرح پہچان لو اور انکے ساتھ احترام و اکرام سے پیش آؤ اور ان لوگوں کو اپنے نزدیک جگہ دو نیز ان کے باپ اور خاندان کا نام لکھ کر ہمارے پاس روانہ کرو ، جیسے ہی یہ فرمان جاری ہوا تو ضمیر فروش اور دنیا پرست لوگ حدیثیں گڑھنے لگے اور عثمان کے فضائل اتنے گڑھے کہ ایک حدیث کا انبار ہو گیا ، کیونکہ معاویہ نے دولت و ثروت اور فاخرہ لباس نیز جو کچھ ہاتھ میں تھا ان سب کو اس راہ میں بے دریغ خرچ کیا تھا۔

نتیجہ یہ ہوا کہ جو بھی ضمیر فروش معاویہ کے حکمرانوں کے پاس گیا عثمان کی مدح میں ایک حدیث بیان کر دی تو ان کا مورد توجہ بن گیا اور اسکا نام لکھ لیا اسکے بعد حکومت کے کسی عہدے پر فائز کر دیا گیا ، معاویہ نے ایک مدت کے بعد اپنے حکمرانوں کو دوسرا دستور دیا کہ ، اب عثمان کے فضائل بہت زیادہ ہو گئے ہیں اور ان فضائل کا تمام شہروں میں کافی پرچار بھی ہو گیا ہے ، لہذا تم لوگ خلفاء ثلاثہ اور فضائل صحابہ کے بارے میں لوگوں سے اسی طرح حدیثیں گڑھو اؤ جس طرح ابو تراب کی فضیلت کے سلسلے میں حدیثیں ہیں۔

میری نظر میں یہ کام بہت اچھا رہے گا اور مجھے اس کام سے بہت تقویت ملے گی ، کیونکہ ابو تراب (ع) اور ان کے چاہنے والوں کے دلائل و براہین کی کاٹ کرنے کے لئے اس سے زیادہ بہتر کوئی اسلحہ نہیں رہے گا ، اور ان کے چاہنے والوں کو چڑبانے کے لئے فضائل عثمان میں نقل کی گئیں حدیثیں زیادہ مناسب رہیں گی۔

معاویہ کا حکم لوگوں کو سنایا گیا جسکے نتیجہ میں بہت ساری جھوٹی حدیثیں معرض وجود میں آئیں جس کا حقیقت سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔

ابستہ ابستہ ان احادیث کو بیوقوفوں نے منبروں سے بیان کرنا شروع کر دیا پھر معلم مکتب نے بچوں کے حوالے کیا

انہوں نے ان حدیثوں کو یا د کیا پھر ان بچوں سے نوجوانوں نے لیا اور اس طرح قرآن کریم کی طرح ان جھوٹی حدیثوں کی تلاوت اور حفظ کیا جانے لگا ، پھر مردوں کی بزم سے ہوتی ہوئی عورتوں کے مکاتب و معاشرے میں پہنچیں ، انہوں نے ان احادیث کو مسلمان لڑکیوں میں پہنچایا اور ان لوگوں نے اپنے غلام و خادم کی خدمت میں بیان کیا اسی طرح ایک مدت تک یہ حدیثیں اسلامی

معاشرے میں گھومتی رہیں۔

جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ یہ جھوٹی حدیثیں انے والی نسلوں کے لئے درد سر بن گئیں اور جس عالم و مفتی اور قاضی و حاکم نے ان جھوٹی حدیثوں کو دیکھا اس پر یقین کر لیا (۱)

محدث بزرگ و مشہور عالم حدیث ابن عرفہ نے اپنی تاریخ میں ان مطالب کو ذکر کیا ہے جو مدائنی کے قول کی تصدیق کرتی ہے، یہ لکھتے ہیں:

اکثر جھوٹی حدیثیں جو فضائل صحابہ کو بیان کرتی ہیں بنی امیہ کے زمانے میں گڑھی گئی ہیں کیونکہ حدیث سازوں نے اسکے ذریعہ خلافت کی مشینروں سے تقرب حاصل کرنے کے لئے ایسا کیا تھا اور امویوں نے ان جھوٹی حدیثوں سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اس بات کی کوشش کی تھی کہ بنی ہاشم کے سر کو عالم اسلام میں جھکا کر رکھ دیں (۲)

البتہ معاویہ نے صرف اپنی حکومت کے زمانے میں حدیث گڑھنے کا کارخانہ نہیں کھولا تھا، بلکہ اس سے پہلے بھی اس کام کو انجام دے چکا تھا۔

طبری بیان کرتے ہیں:

جب امام (ع) کے صحابی اور حاکم مصر قیس بن سعد نے معاویہ کی پیشکش کو ٹھکرا دیا اور انکی طرف سے با لکل مایوس ہو گیا تو بہت پریشان ہوا لہذا معاویہ نے ایک حیلہ تیار کر کے اہل شام کو بلایا اور ان لوگوں سے کہا کہ قیس بن سعد نے ہماری پیشنہادوں کو مان لیا ہے اور انہوں نے ہماری مدد کرنے پر اپنی کمر باندھ لی ہے لہذا تم لوگ انکو دعائے خیر دو، پھر اپنی جیب سے ایک جھوٹا خط ان کی طرف سے نکالا اور اسکو لوگوں کے سامنے پڑھا جس میں یہ تھا کہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ یہ خط ہے امیر شام معاویہ بن ابو سفیان کے نام قیس بن سعد کی طرف سے، اپ پر سلامتی ہو،

۱۔ شرح نہج البلاغہ ج ۳ ص ۱۶
۲۔ شرح نہج البلاغہ ص ۱۵، فجر الاسلام ص ۲۱۳

عثمان کا قتل عالم اسلام میں بہت بڑا حادثہ ہے میں نے بہت غور و فکر کیا تو اس نتیجے تک پہنچا کہ امام (ع) (علی (ع) کے متقی و پرہیز گار گروہ کے ساتھ جنہوں نے عثمان کو قتل کیا ہے نہیں رہونگا ، اور اپنے گذشتہ گناہ کی معافی و تلافی اپنے خدا کی بارگاہ میں کرونگا ، خدا سے میری بس یہ دعا ہے کہ میرے دین و ایمان کو سالم رکھے اگاہ ہو جائو کہ ہم (قیس) اج کے بعد تمہارے (معاویہ) کے ساتھ ہیں اور قتل عثمان کے سلسلہ میں جنگ کرنے کے لئے تیار ہیں کیونکہ وہ خلیفہ امت تھا جسکو موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔

پس جتنا تمہیں دولت و ثروت نیز سپاہیوں کی ضرورت ہے اسکو میرے پاس لکھ کر بھیجو ہم تمہاری ہر طریقے سے مدد و نصرت کرنے کے لئے آمادہ ہیں ، امیر (معاویہ) پر ہمیشہ خدا کی نظر و کرم رہے (۱۱)

جی ہاں _ معاویہ ذرہ برابر جھوٹ بولنے سے خوف نہیں کھاتا تھا اور اپنی سیاست کو کامیاب بنانے کے لئے اس نے ان ہی چیزوں کا سہارا لیا لیکن جسوقت حکومت پر قبضہ کر لیا اور تمام سر زمین اسلامی کا حاکم بن گیا تو جعلی حدیثوں کی زیادہ ضرورت محسوس ہوئی لہذا مجبور ہوا کہ ان ضمیر فروشوں سے حدیث بنوائے ، یہ جنگ سرد تھی مگر پروپیگنڈے کی جنگ تھی ، اسی لئے ہر آدمی بازی لے جانے کی فکر میں تھا اگر چہ ایک گروہ کا جہاں فائدہ ہو رہا تھا اسی جگہ دوسرے گروہ کا بڑا نقصان ہو رہا تھا۔

اس دور میں کچھ ضمیر فروش صحابہ کا گروہ جن میں مغیرہ بن شعبہ ، عمر وعاص ، سمرہ بن جندب ، اور ابو ہریرہ جیسے افراد جو ہمیشہ مقام و دولت کے بھوکے تھے مگر دین و منزلت کے اعتبار سے کوئی خاص اہمیت کے حامل نہ تھے ، معاویہ سے جا ملے۔

مشہور عالم اہلسنت ابن ابی الحدید معتزلی اپنے استاد ابو جعفر اسکافی سے نقل کرتا ہے معاویہ نے بعض صحابہ و تابعین کو خریدا تاکہ وہ علی (ع) کو برا بھلا کہہ کر انکے دامن کو داغدار کریں ، اور لوگ ان سے متنفر ہو جائیں ، ان لوگوں کو معاویہ اچھی خاصی تنخواہیں دیتا تھا تاکہ یہ لوگ اپنے کاموں میں تساہلی نہ برتیں ، ان لوگوں نے معاویہ کے کہنے پر حدیثیں گڑھیں ، جن میں صحابہ سے ابو ہریرہ ، عمر و عاص ، اور مغیرہ بن شعبہ جیسے افراد تھے اور تابعین سے عروہ بن زبیر تھا۔

زھری بیان کرتے ہیں:

عروہ بن زبیر نے معاویہ کے کہنے پر عائشہ سے ایک حدیث نقل کی کہ آپ (عائشہ) نے کہا کہ میں رسول (ص) کے ساتھ بیٹھی ہوئی تھی کہ عباس و علی (ع) اٹے ہوئے نظر آئے رسول (ص) خدا نے فرمایا اے عائشہ یہ دونوں کافر مریں گے۔

عبد الرزاق، معمر سے نقل کرتا ہے کہ زبیری کے پاس دو حدیثیں تھیں جو عروہ نے عائشہ سے بیان کی تھیں یہ دونوں حدیثیں علی (ع) کے بارے میں ہیں۔

معمر کہتا ہے کہ میں نے ایک روز زبیری سے ان حدیثوں کے بارے میں معلوم کیا تو اس نے جواب دیا کہ تمہیں ان حدیثوں سے کیا کام ہے ، خدا بہتر جانتا ہے یہ دونوں حدیثیں ہیں یا بنی ہاشم پر بہتان و الزام ہے۔

میں نے پہلی حدیث عروہ سے اوپر بیان کی تھی اب دوسری حدیث ملاحظہ فرمائیے۔

عروہ عائشہ سے نقل کرتا ہے کہ ، میں رسول (ص) کے پاس بیٹھی ہوئی تھی تو علی (ع) و عباس اٹے ہوئے نظر آئے رسول خدا (ص) نے فرمایا : اے عائشہ _ اگر دو جہنمی کو دیکھنا چاہتی ہو تو دیکھ لو ، میں نے کیا دیکھا کہ علی (ع) و عباس ہیں (۱)

اسی قسم کی حدیثیں جو عمر و عاص نے گڑھیں ہیں ، اسکو بخاری و مسلم نے اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے۔

عمر و عاص کہتا ہے کہ میں نے پیغمبر اکرم (ص) کو باواز کہتے ہوئے سنا کہ ، ال ابو طالب ہمارے محبوبوں میں نہیں ہیں ، بلکہ ہمارے اور خدا کے محب مومن و متقی لوگ ہیں (۲)

بخاری نے دوسری روایت میں مزید یوں بیان کیا ہے:

پیغمبر اکرم (ص) نے فرمایا _ ال ابو طالب ہمارے رشتہ داروں میں سے ہیں اسی بناء پر ان سے صلہ رحم کرتا ہوں ، لیکن جو حدیثیں ابوبریرہ نے معاویہ کے

کہنے پر گڑھی میں اسکو اعمش نقل کرتا ہے۔

جب صلح امام حسن (ع) کے بعد ابو بریرہ معاویہ کے ہمراہ عراق آیا تو استقبال کرنے والوں کی بھیڑ دیکھی تو جا کر مسجد کوفہ میں دو زانو ہو کر بیٹھ گیا ، پھر کئی مرتبہ اپنے چند یاپر ہاتھ پھیرا اور عرض کیا ، اے کوفے والو ، آیا تم لوگ چاہتے ہو کہ خدا و رسول پر بہتان لگا کر جہنم کا ایندھن بنوں۔

۱_ شرح نہج البلاغہ ج ۱ ص ۲۵۸

۲_ صحیح بخاری ج ۲ ص ۳۴

۱۷۷

خدا کی قسم ، ہم نے رسول(ص) خدا کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ، ہر رسول (ص) کا ایک حرم ہے اور میرا حرم مدینہ میں کوہ عیر اور کوہ ثور کے درمیان میں ہے۔

جو بھی اس حرم میں نا گوار واقعات پیدا کرے گا تو خدا اور ملائکہ اور تمام انسانوں کی اس شخص پر لعنت ہو گی۔

پھر اضافہ کرتا ہے کہ _ میں قسم کھاتا ہوں کہ اس سر زمین مقدس پر علی (ع) نے فتنہ و آشوب برپا کیا ، اس حدیث کی خبر معاویہ تک پہنچی اس نے اس حدیث کے گڑھنے کے اوپر مغیرہ کا خوب احترام کیا اور اسکے نتیجہ میں اسکو والیء مدینہ بنا دیا۔

مگر سمرہ بن جندب کے واقعے کو ابن ابی الحدید نے اپنے استاد ابو جعفر اسکافی سے یوں نقل کیا ہے:

معاویہ نے سمرہ بن جندب کے پاس ایک لاکھ درہم بھیجوا یا تاکہ ایت" و من الناس من يعجبك قوله من الحياة الدنيا ويشهد على ما قلبه وهو الد الخصام "سورہ بقرہ ایت ۲۰۴

ترجمہ : انسانوں میں ایسے لوگ بھی ہیں جنکی باتیں زندگانی دنیا میں بھلی لگتی ہیں اور وہ اپنے دل کی باتوں پر خدا کو گواہ بناتے ہیں حالانکہ وہ بد ترین دشمن ہیں ، کو حضرت علی (ع) سے منسوب کر دے اور" و من الناس من يشري نفسه بنغاء مرضات الله واللہ رثوف با العباد " سورہ بقرہ ایت ۲۰۷ کو جو حضرت علی (ع) کی شان میں نازل ہوئی تھی اسکے متعلق ایک حدیث رسول (ص) سے

منسوب کر کے امیر المومنین کے قاتل ابن ملجم کے نام کر دے ، سمرہ بن جندب نے قبول نہیں کیا۔

معاویہ نے مزید دو لاکھ درہم بھجوائے پھر بھی قبول نہیں کیا لیکن جب معاملہ چار لاکھ درہم تک پہنچ گیا تب جا کر سمرہ بن جندب نے رسول اکرم (ص) سے جھوٹی حدیث ان ایتوں کے سلسلے میں گڑھی اور لوگوں سے بیان کیا (۱)

معاویہ کے مقابلے میں بعض دلیروں کا کردار

پرو پیگنڈے کی جنگ اتنی خطرناک تھی کہ ایمان کی اساس طوفان کے زد پر اکر فنا ہو رہی تھی ، اور بعض صحابہ و تابعین نے معاویہ کی اواز پر لبیک کہہ کر اپنا خوب پیٹ بھرا۔

۱۔ شرح نہج البلاغہ ج ۱ ص ۳۶۱

۱۷۸

مملکت اسلامی کے با رسوخ افراد مسلمانوں کے بیت المال سے خریدے جانے لگے اور ان لوگوں کو خوب سونے اور چاندی کی تھیلیاں دی جانے لگیں یا کسی حکومتی عہدے پر فائز کر دیا گیا ، مگر ایک چھوٹا سا گروہ تھا جس نے دین و شرافت کو مد نظر رکھتے ہوئے معاویہ کی بونکاری نہیں بھری تھی ، ان لوگوں کو اتنا ستایا گیا کہ انہوں نے اپنی جان و مال سب کچھ راہ خدا میں قربان کر دیا

جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہزاروں جھوٹی حدیثیں منظر عام پر آگئیں اور اسلامی معاشرہ تاریک ماحول میں چلا گیا ، ان گڑھی ہوئی حدیثوں کے بوتے ہوئے کون انسان اسلام حقیقی کو پہچان سکتا تھا اور دوسرے یہ کہ وہ ہزاروں افراد جو متقی و پرہیزگار تھے وہ سختیوں کو جھیل کر موت کے دامن میں سو چکے تھے

ہم نے اس سے پہلے ان لوگوں کا تذکرہ کیا ہے جنہوں نے معاویہ کے دام فریب میں اکر جھوٹی حدیثیں گڑھیں کہ انہی میں ایک سمرہ بن جندب ہے ، یہ وہ شخص ہے جو معاویہ کے اشارے پر ناچتا رہا جسکی وجہ سے اسکو بصرہ کی حکومت ملی تھی۔

سمرہ کی اور سیاہکاریوں کو چھوڑ کر صرف جو کوفہ میں تباہیاں اور قتل و

غارتگری کا اس نے بازار گرم کیا تھا ، اسکو طبری یوں بیان کرتا ہے۔

مشہور عالم ابن سیرین سے پوچھا گیا کہ سمرہ بن جندب نے کسی کو قتل کیا ہے یا نہیں سیرین نے جواب دیا ، تم لوگ سمرہ کے قتل کو شمار کر لو گے ؟

ایک مرتبہ زیاد نے بصرہ میں اپنا جا نشین بنا دیا تو چہہ مہینے کے اندر اس نے اٹھ ہزار بے گناہ مسلمانوں کو قتل کیا جن میں پینتالیس افراد وہ تھے جو حافظان قران تھے (۱)

طبری مزید کہتا ہے ، جب معاویہ نے زیاد کی جگہ سمرہ بن جندب کو چند مہینے تک حاکم بصرہ بنا کر معزول کر دیا تو اس نے کہا ، خدا معاویہ کو غارت کرے ، خدا کی قسم ، میں نے جس طرح معاویہ کے حکم کو مانا تھا اگر اسی طرح اپنے پروردگار کی اطاعت کرتا تو برگز مستحق عذاب نہ ہوتا (۲)

۱_طبری ج ۶ ص ۱۳۲ ، ابن اثیر ج ۳ ص ۱۸۹
۲_طبری ج ۶ ص ۱۶۴ ، ابن اثیر ج ۳ ص ۲۱۲

۱۷۹

انہیں میں دوسرا ضمیر فروش مغیرہ بن شعبہ تھا ، جس نے سات سال کچھ مہینے کوفہ پر حکومت کی اور ایک لمحہ بھی حضرت علی (ع) اور قاتلان عثمان پر نفریں کئے بغیر اور عثمان کے حق میں دعا کئے بغیر چین و سکون سے نہیں بیٹھا۔

البتہ مغیرہ اپنی چالاکی و ذہانت کیوجہ سے حکومتی امور کو کبھی نرمیت اور خاطر مدارات کے ذریعے تو کبھی سختی سے انجام دیتا تھا۔

طبری لکھتے ہیں:

ایک روز مغیرہ بن شعبہ نے صحابی امام (ع) صعصہ بن صوحان سے کہا ، ذرا کان کھول کر سن لو ، ایسا نہ ہو کہ ایک دن تمہاری خیر عثمان کی بد گوئی کرتے ہوئے میرے کانوں تک پہنچے ، اگر علی (ع) کے فضائل کو بیان کرنا ہے تو علنی طور پر بیان نہ کرنا بلکہ مخفی مقام پر بیان کرنا جس طرح علی (ع) کے فضائل تم جانتے ہو اسی طرح میں بھی واقف ہوں لیکن کیا کروں حکومت اموی کی طرف سے ڈنڈا ہے کہ علی (ع) کو برا بھلا کہو ، البتہ میں نے اکثر مقامات پر ان امور میں رو گردانی کی ہے مگر جہاں پر مجبور ہو جاتا ہوں تو اپنی محافظت کے لئے

بعض جملے برائی کے کہہ ڈالتا ہوں ، اگر زیادہ فضائل علی (ع) کے بیان کرنے کا شوق رکھتے ہو تو اپنے قریبی رشتہ داروں کے گھروں میں بیان کرنا مگر مسجد اور شاہراہ پر بیان کرنا ایک ایسا مسئلہ ہے جسکو خلیفہ (معاویہ) برداشت نہیں کر سکتا ، اور نہ ہی اس سلسلے میں میرے عذر کو قبول کر سکتا ہے (۱)

آخری فرد زیاد بن ابیہ کی ہے جس نے معاویہ کے حکم کو نافذ کرنے میں بہت مشکلات کا سامنا کیا ہے ، حجر اور انکے ساتھیوں کے ساتھ جو اس نے سلوک کیا تھا اسکو آپ نے ملاحظہ فرمایا لیکن اس وقت اسی واقعہ کی ایک کڑی جو زیاد اور صیفی بن فسیل کے درمیان آیا تھا اسکو بیان کر رہا ہوں۔

ایک روز زیاد نے صیفی کو بلوایا اور اس سے کہا ، اے دشمن خدا تم ابو تراب کے بارے میں کیا کہتے ہو ، صیفی نے کہا ، ابو تراب کس کا نام ہے۔

زیاد نے کہا ۔ تمہیں نہیں معلوم ہے ارے تم اچھی طرح سے ان کو پہچانتے ہو

صیفی نے کہا ۔ مجھے نہیں معلوم ہے۔

۔ اطبری ج ۶ ص ۱۰۸

۱۸۰

زیاد نے کہا ۔ علی بن ابیطالب کا لقب ہے۔

صیفی نے کہا ۔ اچھا وہ ہیں۔

ایک طویل مدت تک ایسے ہی مکالمہ ہوتا رہا ، آخر زیاد نے چھڑی منگوائی اور صیفی سے کہا کہ اب بتائو تمہارا علی (ع) کے بارے میں کیا خیال ہے۔

صیفی نے کہا ، اس بندہ خدا میں جو خوبی ہو گی اسی کو بیان کرونگا۔

زیاد نے اپنے جلاذوں سے کہا کہ اسکو اتنا مارو کہ انکی گردن ٹوٹ جائے ، ان لوگوں نے صیفی کی خوب پٹائی کی۔

زیاد نے پھر پوچھا ، اب علی (ع) کے بارے میں کیا کہتے ہو۔

صیفی نے کہا خدا کی قسم ، اگر تم لوگ مجھے تلوار سے ٹکڑے ٹکڑے بھی

کر دو گے تو وہی کہوں گا جو انکی خوبی کی علامت ہے۔

زیاد نے کہا _ اگر علی (ع) پر نفرین نہیں کرو گے تو تمہاری گردن اڑا دو نگا۔

صیفی نے جواب دیا _ تم میری گردن کو تن سے جدا کر سکتے ہو مگر جس چیز کو سننا چاہتے ہو اسکو میری زبان سے نہیں سن سکتے ہو ، میں قتل ہو کر خوش نصیب بن جاؤ نگا اور تم قتل کر کے بدبخت ہو جاؤ گے۔

یہ سننا تھا کہ زیاد نے حکم دیا کہ اسکو زنجیروں میں جکڑ کر قید خانہ میں ڈال دیا جائے آخر اس شخص (صیفی) کو بھی حجر اور انکے ساتھیوں کے ساتھ شہید کر دیا گیا(۱)

دوسرا واقعہ یہ ہے کہ زیاد نے حضر موت کے اطراف سے دو آدمیوں کو معاویہ کے پاس بھیجا اور اس نے خط میں یہ لکھا کہ یہ لوگ دین علی (ع) اور انکے چاہنے والے ہیں۔

معاویہ نے جواب دیا _ جو بھی دین علی (ع) اور انکی اطاعت میں ہے انکو قتل کر کے ان کی لاشوں کو پا ئمال کر دو۔

زیاد نے ان دونوں محبان علی (ع) کو کوفے کے دار الامارہ پر سولی دیدی (۲)

ایک دوسرا خط معاویہ کے پاس یہ لکھا کہ ایک قبیلہ خثعمی کے فرد نے میرے سامنے علی (ع) کی مدح سرائی کی ہے اور عثمان کو

_۱طبری ج ۶ ص ۱۴۹ ، ابن اثیر ج ۳ ص ۲۰۴ ، اغانی ج ۱۶ ص ۷ ، ابن عساکر ج ۶ ص ۴۵۹
_۲المحیر ص ۴۷۹

برے الفاظ سے یاد کیا ہے ، اس سلسلہ میں تمہارا حتمی فیصلہ کیا ہے۔

معاویہ نے جواب دیا _ اس شخص کو زندہ در گور کر دو ، زیاد نے یہ کام معاویہ کے کہنے پر انجام دیا کہ لوگ خوف و دہشت کے مارے فضائل علی (ع) کو بیان نہ کر سکیں۔(۱)

مورخین نے زیاد کی تباکاریوں کے سلسلے میں بہت کچھ تحریر کیا ہے خود ابن عساکر لکھتا ہے ، ایک روز زیاد نے تمام اہل کوفہ کو دعوت دی جب مسجد

کوفہ لوگوں سے بھر گئی تو زیاد نے اس جم غفیر کو حکم دیا کہ تم لوگ علی (ع) پر نفریں کرو (۲)۔

مسعودی لکھتے ہیں:

زیاد نے اہل کوفہ کو اپنے قصر میں بلایا اور ان لوگوں سے کہا کہ تم لوگ علی (ع) کو برا بھلا کہو اور اپنے مامورین سے جتا دیا کہ اگر کوئی شخص علی (ع) پر نفرین کرنے سے کترائے تو اسکی گردن فوراً اڑا دو مگر خوش قسمتی یہ رہی کہ اسی وقت مرض طاعون میں مبتلا ہو گیا اور اس دنیا سے مر کھپ گیا اس طرح اہل کوفہ نے چین و سکون کی سانس لی (۳)۔

عمرو بن حمق خزاعی کی ذات وہ تھی جن کا شمار بہادروں میں ہوتا تھا ، مگر حاکم کوفہ زیاد نے انکے قتل کا فرمان جاری کر دیا تھا ، یہ امام علیہ السلام پر تبرا نہ بھیجنے کے ڈر سے جنگل میں جا کر چھپ گئے ، لیکن حاکم کوفہ (زیاد) کے ظالم سپاہیوں نے انکو چراغ کے ذریعہ ڈھونڈھنا شروع کیا آخر کار عراق کے تپتا صحراء کے ایک غار میں انکو گرفتار کر لیا گیا اور حاکم کوفہ کی خدمت میں پیش کیا گیا ، مگر عمر و بن حمق خزاعی نے امام (ع) کو کچھ نہ کہا جسکے بدلے میں انکو زیاد نے قتل کر دیا پھر انکے سر کو معاویہ کے پاس بھیجا اس نے حکم دیا کہ اس سر کو بازار میں لٹکا دیا جائے تاکہ لوگ اس سر سے عبرت لیں۔

چند دنوں بعد اس سر کو عمرو بن حمق کی بیوی کے پاس بھیجا گیا جو خود اسی محبت علی (ع) کیوجہ سے قید خانہ کی صعوبتوں کو برداشت کر رہی تھیں ، جب انہوں نے اپنے شوہر کے کٹے ہوئے سر کو دیکھا تو حسرت و یاس کے مارے یہ کہا ، کتنا زمانہ ہو گیا کہ تم لوگوں نے میرے شوہر کو مجھ سے چھڑا دیا تھا ، لیکن اب اسکے سر کو میری خدمت میں تحفہ بنا کر پیش کرتے ہو ارے یہ تحفہ بڑا قیمتی (۴)۔

۱_طبری ج ۶ ص ۱۶۰ ، ابن اثیر ج ۳ ص ۲۰۹ ، اغانی ج ۱۶ ص ۱۰ ، ابن عساکر ج ۲ ص ۳۷۹

۲_ابن عساکر ج ۲ ص ۵۱۷

۳_مروج الذهب ج ۳ ص ۳۰

۴_ابن قتیبہ کی المعارف ص ۱۲۷ ، استیعاب ج ۲ ص ۵۱۷ ، اصابہ ج ۲ ص ۵۲۶ ، ابن کثیر ج ۸ ص ۴۸ ، المعبر ص ۴۹۰

بلاد اسلامی کے منبروں سے امیر المومنین پر نفرین

امام علیہ السلام کے اصحاب کو صفحہ ہستی سے مٹانے کی کوشش اور جھوٹی حدیثوں کے ذریعہ نیک کردار کو بد نام کرنا نیز بد کردار کو نیک کردار کرنے کی سازش یہ ساری کی ساری معاویہ کی سیاست تھی جو تمام بلاد اسلامی میں آگ کی طرح پھیل چکی تھی ، زیاد بن ابیہ اور معاویہ کے دیگر حکمرانوں نے اس سیاست کو تر ویج دینے میں بہت مشکلات کا سامنا کیا تھا اور اس سلسلہ میں مورخین نے ان حکمرانوں کی زیادتیوں اور تباہکاریوں کو بیان بھی کیا ہے۔

یہ تمام تباہکاریاں اور گندی سیاست بنی امیہ کے دور میں دیکھنے میں آتی ہے ، کیونکہ ان لوگوں نے مسلمانوں کے ذہن و دماغ کو اسی لئے حقائق سے دور رکھا تھا تاکہ تمام بلاد اسلامی کے منبروں سے حضرت علی (ع) کو برا بھلا کہا جائے اور صرف ایک سیستان کا صوبہ تھا جو معاویہ کے حکم کو نہیں مان رہا تھا اور ایک مرتبہ کے علاوہ اہل سیستان نے منبروں سے حضرت علی (ع) کو برا بھلا نہیں کہا:

اس ایک مرتبہ کے بعد سیستانیوں نے اموی ارکان خلافت سے عہد و پیمانہ کیا کہ ہم کو حضرت امیر المومنین (ع) پر نفرین کرنے سے باز رکھا جائے ، درانحالیکہ اسی زمانے میں شہر اسلامی کے دو مقدس ترین شہروں (مکہ و مدینہ) میں منبروں سے امام (ع) پر لعنت بھیجی جا رہی تھی (۱)

ضمیر فروش خطیبوں نے خاندان علوی (ع) کے سامنے امام (ع) بزرگوار پر لعن و طعن کی تھی جنہیں مورخین نے نقل کئے ہیں ، لیکن میں ان تمام واقعات کو چھوڑتے ہوئے صرف ایک واقعہ پیش کر رہا ہوں۔

ایک مرتبہ عمر و بن عاص نے منبر سے حضرت علی (ع) کو خوب برا بھلا کہا ، جب یہ اتر گیا تو اسکے بعد مغیرہ بن شعبہ منبر پر اگیا اور اس نے بھی امام (ع) کے حق میں نا زیبا کلمات زبان پر جاری کئے ، درانحالیکہ اس مجلس میں حضرت امام حسن مجتبیٰ (ع) موجود تھے ، حاضرین نے امام (ع) سے ان دونوں (عمر و عاص، مغیرہ) کا جواب دینے کے لئے کہا:

انحضرت (ص) نے ایک صورت میں جواب دینے کی پیشکش کو قبول کیا کہ اگر میں حق بات کہوں تو تم سب میری تصدیق کرنا اور اگر نا حق بات کہوں تو (العیاذ باللہ) میری تکذیب کرنا ، امام علیہ السلام اس عہد و پیمان کے بعد منبر پر گئے اور حمدالہی کے بعد عمر واور مغیرہ سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ ، تم دونوں سے خدا کی قسم دیکر پوچھتا ہوں کہ آیا تم دونوں بھول گئے ہو جو رسول (ص) نے مہار پکڑنے والے کو اور مرکب بنکانے والے کو نیز سوار پر لعنت بھیجی تھی جن میں ایک فلاں شخص (معاویہ) تھا (۱)۔)

حاضرین نے کہا آپ سچ کہتے ہیں:

دوسری مرتبہ پھر عمر و عاص و مغیرہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا:

ایا تم دونوں کو معلوم نہیں ہے جو پیغمبر اسلام (ص) نے عمر و عاص کے بر شعرکے بیت پر لعنت بھیجی تھی (۲) ، تمام لوگوں نے کہا خدا کی قسم آپ سچ کہتے ہیں (۳)۔)

لیکن جو مومن اور اہلبیت علیہم السلام کے چاہنے والے تھے کبھی بھی خطبوں میں نیز جس نشست میں علی (ع) کو برا بھلا کہا جاتا تھا اس میں شریک نہیں ہوتے تھے ، اور قبل اسکے کہ خطبہ دیا جائے مسجد کو چھوڑ دیتے تھے۔

یہی وجہ تھی جو معاویہ کے حکمرانوں نے حکم خدا و رسول (ص) کو بدل دیا تھا ، اور جس نماز میں پہلے خطبہ تھا اسکو بعد میں پڑھا گیا۔

کتاب محلی میں ابن حزم رقمطراز ہیں:

بنی امیہ کی حکومت میں سب سے پہلے جو کام انجام دیا گیا وہ یہ تھا کہ خطبہ نماز کو نماز پر مقدم کر دیا گیا ، ان لوگوں نے اپنے نا مشروع فعل کی توجیہ و تاویل اس طرح کی کہ لوگ نماز ختم ہونے کے بعد چلے جاتے ہیں اور خطبہ کو نہیں سنتے ہیں۔

لیکن حقیقت تو یہ ہے کہ ان لوگوں نے اتنا علی (ع) کو برا بھلا کہا کہ نمازی اپنی نماز تمام کر کے مسجد سے بھاگ جاتے تھے اور مسلمان کا یہ فعل صحیح معنوں میں درست و حق تھا (۴)۔)

۱_ اسوار ابو سفیان، مہار تھامنے والا یزید بن ابو سفیان نیز بنکانے والا معاویہ تھا اور پیغمبر اسلام (ص) نے ان تینوں پر لعنت بھیجی تھی
 ۲_ عمر و عاص نے عصر جاہلیت میں ایک قصیدہ رسول (ص) کی مذمت میں کہا تھا انحضرت نے بد دعا کر کے خداوند عالم سے درخواست کی کہ اسکے ہر بیت پر ایک لعنت بھیجے
 ۳_ تطہیر اللسان ص ۵۵
 ۴_ محلی ج ۵ ص ۱۸۶ ، امام شافعی ج ۱ ص ۲۰۸

۱۸۴

صحیح بخاری اور صحیح مسلم نیز حدیث کی دوسری معتبر کتابوں میں ابو سعید خدری سے یوں نقل ہوا ہے۔

میں (سعید) حاکم مدینہ مروان کے ساتھ عید الاضحیٰ یا عید الفطر کی نماز عید گاہ میں پڑھنے گیا ، کثیر بن صلت کے بنائے ہوئے منبر کے قریب جیسے ہی مروان پہنچا تو اس پر چڑھ گیا اور نماز سے پہلے خطبہ دے ڈالا ، میں نے اسکو لاکھ روکا مگر وہ نہ مانا ، جب خطبہ دیکر مروان نیچے اترتا تو میں نے اس سے کہا کہ خدا کی قسم ، تم نے تو دین و شریعت کو بدل ڈالا ہے

مروان نے کہا ، اے ابو سعید جن چیزوں کو تم بنام دین سمجھتے ہو وہ تمام کی تمام دنیا سے اٹھ گئی ہیں۔

ابو سعید نے کہا ، خدا کی قسم ، ان بدعتوں سے بہتر یہ تھا کہ کچھ جانتے ہی نہیں ، مروان نے کہا ، اگر نماز سے پہلے خطبہ نہ دیتے تو لوگ میرے خطبے کو برگز نہیں سنتے اسی وجہ سے میں نے نماز سے پہلے خطبہ دیدیا ہے (۱)

بعض لوگوں کا لعنت سے گریز

خلافت اموی کے حکام و مامورین نے صرف عام لوگوں سے حضرت علی (ع) پر لعنت نہیں بھجوائی ، بلکہ اصحاب رسول (ص) جو اسلام کی معرفت رکھنے کیوجہ سے زیادہ مستحق پیروی تھے ان سے بھی کہا کہ میرے حکم کو مانیں اور علی (ع) پر لعنت بھیجیں۔

سہل بن سعد کہتے ہیں:

ایک روز ال مروان (۱) کے ایک حاکم نے مدینہ میں مجھے طلب کیا اور ہم سے کہا کہ تم علی (ع) پر لعنت بھیجو ، میں نے حاکم مدینہ کی بات کو ٹھکرا دیا۔

حاکم نے کہا اچھا ابو تراب(ع) پر لعنت بھیج دو۔

سہل نے کہا ، حضرت علی (ع) کو سارے ناموں میں سب سے زیادہ محبوب نام ابو تراب(ع) (تھا اور جب لوگوں نے اس نام سے یاد کیا تو آپ بہت خوش ہوئے۔

حاکم مدینہ نے کہا ۔ مجھے اس نام کی داستان سے مطلع کرو اور خوش ہونے کا سبب بتائو ، میں نے کہا ایک مرتبہ پیغمبر(ص))

۱_بخاری ج ۲ ص ۱۱۱ ، مسلم ج ۳ ص ۲۰ ، سنن ابی داؤد ج ۱ ص ۱۷۸ ، ابن ماجہ ج ۱ ص ۲۸۶ ، بیہقی ج ۳ ص ۲۹۷ ، مسند احمد ج ۳ ص ۲۰
۲_مقصود مروان بن حکم ہو گا

۱۸۵

اسلام جناب سیدہ(ع) کے گھر تشریف لائے اور علی (ع) کو وہاں موجود نہ پا کر اپنی بیٹی سے پوچھا کہ تمہارے چچا زاد بھائی کہاں ہیں۔

فاطمہ(ع) نے کہا کہ میرے اور ان کے درمیان تھوڑا سا سخت کلامی ہو گئی ہے اور اسکے بعد انہوں نے گھر میں آرام نہیں کیا اور باہر چلے گئے۔

انحضرت (ص) نے ایک شخص سے کہا کہ جا کر دیکھو کہ علی (ع) کہاں ہیں اس نے جب مسجد میں حضرت علی (ع) کو لیٹے ہوئے دیکھا تو رسول اکرم (ص) سے جا کر کہا کہ وہ مسجد میں سو رہے ہیں ، جب رسول اکرم (ص) نے علی (ع) کو خاک میں اٹے ہوئے دیکھا تو بڑی مہربانی سے انکے جسم سے خاک کو جھاڑا اور کہا ، اٹھو ابو تراب ، اٹھو ابو تراب(۱)

ابو تراب کے معنی مٹی کو دوست رکھنے والا ہے بنی امیہ نے یہ گمان کر لیا تھا کہ علی (ع) کی یہ کیفیت ذلیل و حقیر ہے درانحالیکہ انکو یہ بھی نہ معلوم ہو سکا کہ یہ لقب خود علی (ع) کے کمال کی دلیل ہے جو اس طرح رسول (ص) آپ سے لطف و مہربانی سے پیش آ رہے تھے ، ورنہ بنی امیہ لوگوں سے یہ نہ کہتے کہ ابو تراب(ع) پر لعنت بھیجو۔

عامر بن سعد جو خود اس واقعہ کا چشم دید گواہ ہے کہتا ہے:

ایک مرتبہ معاویہ نے میرے باپ (سعد) کو اپنی خدمت میں بلایا اور ان سے کہنے لگا کہ تم علی (ع) کو برا بھلا کیوں نہیں کہتے ہو ؟

میرے باپ نے جواب دیا کہ _ اے معاویہ جب تک مجھے یہ تین حدیثیں یاد رہیں گی کبھی علی (ع) کو برا بھلا نہیں کہہ سکتا ، اور رسول (ص) کی یہ حدیثیں میری نظر میں عرب کے سرخ رنگ کے اونٹوں سے زیادہ قیمتی ہیں۔

_ جب رسول (ص) ایک جنگ (تبوک) میں جا رہے تھے اور علی (ع) کو ساتھ لے گئے اور انکو شہر مدینہ کے منافقوں سے نپٹنے کے لئے چھوڑ دیا تھا تو اس وقت علی (ع) نے بہت گریہ کیا اور انحضرت (ص) سے فرمایا : اے رسول(ص) خدا مجھے عورتوں اور بچوں کے درمیان چھوڑ کر جاتے ہیں تو میں نے اپنے کانوں سے رسول(ص) کو یہ فرماتے ہوئے سنا تھا " اما ترضی ان تکون منی بمنزلة ہارون من موسیٰ اّلا انه لا نبی بعدی "

_ صحیح مسلم ج ۷ ص ۱۲۴

۱۸۶

ترجمہ : ایا تم راضی نہیں ہو کہ تمہارا وہی مرتبہ ہے جو موسیٰ کے لئے ہارون کا تھا فرق اتنا ہے کہ میرے بعد کوئی نبی ہونے والا نہیں ہے۔

_ دوسری مرتبہ جنگ خیبر میں کہتے ہوئے سنا تھا "لاعطینّ الراية غدا رجلاً یحب اللّٰه ورسولہ و یحبہ اللّٰه ورسولہ "

ترجمہ : کل میں اس مرد کو علم دوں گا جو خدا و رسول کو دوست رکھتا ہے اور خدا و رسول (ص) اسے دوست رکھتے ہیں ، ہم تمام لوگ گردنوں کو بلند کر کے رسول (ص) خدا کو دیکھنے لگے اب (ص) نے فرمایا : علی (ع) کہاں ہیں ؟

حاضرین ان کو بلانے کے لئے دوڑے جبکہ علی (ع) کے انکھوں میں شدید درد تھا وہ اسی حالت میں پیغمبر اکرم (ص) کی خدمت میں لائے گئے ، انحضرت (ص) نے ان کی انکھوں میں اپنا لعاب دہن لگایا پھر علم جنگ انکے ہاتھوں میں دیا جسکے بعد خدا وند عالم نے انکو فتحیابی سے ہمکنار کیا۔

مجھے وہ بھی وقت یاد ہے جب یہ آیت نازل ہوئی تھی ، کہ " فقل تعالوا ندع ابنا ثنا الخ۔

ترجمہ : پس ان سے کہو کہ ائو اس طرح فیصلہ کر لیں کہ ہم اپنے بیٹوں کو لاتے ہیں تم اپنے بیٹوں کو لائو ، پیغمبر(ص) اسلام نے علی (ع) ، فاطمہ(ع) ،

حسن(ع) ، حسین(ع) (کو بلایا اور کہا ، اے میرے مالک یہی ہمارے اہلبیت(ع) ہیں

مسعودی سعد بن وقاص اور معاویہ کی ملاقات کو طبری سے یوں نقل کرتا ہے

جب معاویہ حج کرنے کے لئے مکہ آیا تو سعد بن وقاص سے طواف کعبہ کے وقت ملاقات ہوئی ، جب طواف کر چکا تو سعد کو لیکر دار الندوہ (جو عصر جاہلیت میں بزرگان قریش کے اجتماع کی جگہ تھی) آیا اور سعد سے کہا کہ تم علی (ع) پر لعنت بھیجو ، معاویہ کی اس بات پر سعد کو اتنا غصہ آیا کہ اپنی جگہ سے کھڑے ہو گئے اور کہا:

اے معاویہ ، تو مجھے اسی لئے لیکر آیا ہے تاکہ علی (ع) جیسے شخص پر لعن و طعن کروں خدا کی قسم ، اگر علی کے فضائل و کمالات میں سے ایک فضیلت میرے اندر ہوتی تو دنیا کی تمام چیزوں سے زیادہ محبوب و قیمتی ہوتی (۱)

مسعودی نے اس واقعہ کو لکھنے کے بعد ایک عبارت پیش کی ہے جو اس واقعہ سے تھوڑا سا فرق رکھتی ہے۔

۱_ صحیح مسلم ج ۷ ص ۱۲۰ ، ترمذی ج ۱۳ ص ۱۷۱ ، مستدرک ج ۳ ص ۱۰۹ ، اصابہ ج ۲ ص ۵۰۲

۱۸۷

سعد نے معاویہ سے کہا کہ ، خدا کی قسم ، جب تک زندہ رہو نگا تیرے گھر میں قدم نہیں رکھوں گا یہ کہا اور اٹھ کھڑے ہوئے (۱)

ابن عبد ربہ اندلسی اپنی کتاب میں لکھتے ہیں:

امام حسن (ع) مجتبیٰ کی شہادت کے بعد معاویہ خلیفہ بن کر مکہ حج کرنے گیا پھر مدینہ کی طرف رخ کیا اسکی اس سفر میں یہ خواہش تھی کہ مسجد النبوی (ص) کے منبر سے علی (ع) کو برا بھلا کہے۔

معاویہ کے اطرافیوں نے اس سے کہا ، اس شہر (مدینہ) میں فاتح ایران اور با عظمت صحابی سعد بن وقاص رہتے ہیں ، وہ اس کام کو برگز ہونے نہیں دیں گے

لہذا بہتر یہی ہے کہ انکے پاس جا کر ان سے پوچھ لیا جائے۔

مامورین معاویہ، سعد کے پاس گئے جیسے ہی انہوں نے سنا تو ان لوگوں سے کہا۔ اگر اس کام کو انجام دیا گیا تو یاد رکھو جس مسجد کے در سے علی (ع) کو برا بھلا کہا گیا اس در میں برگز قدم نہیں رکھے سگے۔

یہ بات اس وقت واضح ہوگی جب ہمیں یہ معلوم ہو جائے کہ مدینہ میں مسجد نبوی (ص) کے بارے میں گفتگو ہوئی تھی یا کوئی اور مسجد تھی۔

معاویہ سعد کے نفوذ کے سامنے مات کہا گیا اور جب تک وہ زندہ رہے معاویہ اس کام کو انجام نہ دے سکا۔

لیکن جب سعد بن وقاص اس دنیا سے چلے گئے تو معاویہ نے مدینہ کے اندر بار دیگر سعی و کوشش کی اور امام علی (ع) کو مسجد نبوی (ص) کے منبر سے گالی دی۔

یہی وہ دور تھا جس میں معاویہ نے اپنے تمام کارندوں کو خط لکھا اور حضرت علی (ع) پر تمام بلاد اسلامی کے منبروں سے لعن و طعن کروائی۔

زوجہ رسول (ص) ام سلمیٰ نے کئی خطوط معاویہ کے پاس بھیجے جن میں ان باتوں کو لکھا اے معاویہ، تو تمام منبروں سے علی (ع) اور انکے ساتھیوں پر نفرین کروا رہا ہے جبکہ یہ نفرین خدا و رسول (ص) پر ہو رہی ہے۔

میں قسم کھاتی ہوں کہ خدا اور پیغمبر (ص) اسلام اسکو دوست رکھتے تھے، مگر ام سلمیٰ کے خط نے کوئی خاص اثر معاویہ پر نہیں ڈالا

۱۔ مروج الذهب ج ۳ ص ۲۴

۱۸۸

بلکہ اس نے ان خطوط کو ردی کی ٹوکری میں ڈال دیا تھا۔ (۱)۔

معاویہ کا آخری ہدف

جب بھی معاویہ اپنے حسب و نسب اور اپنے خاندان کے کرتوت پر (جو اسلام کے مقابلے میں جنگ کی تھی) نظر دوڑاتا تھا تو شرم و حیا کے مارے اسکا سر جھک جاتا تھا اور یہ تمام چیزیں اسکی حیرانی و پریشانی کی باعث بن جاتی

تھیں ، کیونکہ ایک طرف اسلام نے اس کو اور اسکے خاندان کو ضرب کاری لگا کر ذلت و رسوائی کے کھنڈر میں ڈال دیا تھا۔

دوسری طرف اس کے دیرینہ رقیب بنی ہاشم شہرت کے فلک چہارم پر جا رہے تھے ، یہ تمام مشکلات اسکے ذہن و دماغ پر پہاڑ کی طرح بوجھ بنی ہوئی تھی ، جنکو ہلکا کرنے کے لئے اس نے اصحاب پیغمبر (ص) سے جنگ کی تھی۔

لیکن ان تمام جنگوں میں امیر شام معاویہ کی یہی کوشش رہی کہ کہیں سے اپنے کینے کا اظہار نہ ہو کیونکہ ابھی حکومت نئی ہے ورنہ جان و مال خطرے میں پڑ جائے گا ، لیکن جب ایک دن مغیرہ بن شعبہ کے ساتھ تنہائی میں بیٹھا، چونکہ دونوں عصر جاہلیت سے آپس میں دوست تھے نیز سالہا سال دونوں سیابکاریوں و تباہکاریوں میں ایک دوسرے کا ہاتھ بٹا رہے تھے تو معاویہ نے اپنی سیاست کو فاش کر دیا۔

کتاب الموفقیات میں زبیر بن بکار ، مطرف بن مغیرہ ، سے نقل کرتے ہیں ، میں اپنے والد (مغیرہ) کے ساتھ شام گیا ہم دونوں کا قیام معاویہ کے یہاں تھا میرے والد ہر روز امیر شام معاویہ کے پاس جا یا کرتے تھے اور جا کر گھنٹوں باتیں کیا کرتے تھے اور جب معاویہ کے پاس سے اٹے تھے تو ساری باتوں کو بیان کرتے تھے۔ ایک دن معاویہ کے پاس سے اٹے تو میں نے کہانا حاضر کیا ، لیکن انہوں نے نہیں کھایا ، میں اپنے دل میں سوچنے لگا کہ کہیں ہم سے کوئی خطا تو سرزد نہیں ہو گئی ہے۔

لہذا میں نے اپنے باپ (مغیرہ) سے سوال کیا کہ آج کی شب آپ کیوں اتنا کبیدہ خاطر ہیں۔

میرے باپ نے جواب دیا کہ ، اے میرے لال ، آج ہم خبیث ترین و کافر ترین شخص کے پاس سے اربے ہیں۔

۱۔ عقد الفرید ج ۳ ص ۱۲۷

میں نے پوچھا وہ کون ہے ؟

میرے باپ نے کہا اے وہی معاویہ ہے آج اسکی مجلس اغیار سے خالی تھی ، تو میں نے اس سے کہا کہ اے امیر المومنین آپ تو اپنے بدف تک پہنچ گئے ہیں

لہذا اس بوڑھاپے میں عدل و انصاف سے کام لیجئے اور اپنے رشتہ داروں (بنی ہاشم) پر رحم و کرم کیجئے تاکہ لوگ اپکی تعریف و تمجید کریں۔

خدا کی قسم ، اب ان لوگوں سے کسی چیز کا خوف نہیں ہے۔

اس پر معاویہ نے کہا ، جو کچھ تم نے کہا ہے بہت مشکل ہے ، ابو بکر تخت خلافت پر ائے عدل و انصاف کیا تمام زحمتوں کو برداشت کیا مگر خدا کی قسم ، ایک موذن بھی ان کا نام اذان میں نہیں لیتا ہے۔

عمر خلیفہ بنے دس سال کی طویل مدت تک سختیوں کو جھیلا مرنے کے بعد کوئی بھی ان کا نام لیوا نہیں ہے۔

آخر میں ہمارے بھائی عثمان تخت خلافت پر برا جمان ہوئے جو نسب کے اعتبار سے کوئی بھی ان کا ہم پلہ نہیں ہے اور جو کچھ کرنا تھا انہوں نے انجام دیا لیکن ان کے ساتھ کیسا حادثہ پیش آیا جسکی وجہ سے مار ڈالے گئے ، مگر ان کا بھی کوئی نام نہیں لیتا ہے ، اور لوگوں نے انکی کار کردگی کو بالائے طاق رکھ دیا ہے درانحالیکہ اس مرد ہاشمی (محمد(ص)) کا نام موذن ہر روز پانچ مرتبہ تمام بلاد اسلامی کے گلدستہ اذان سے لیتا ہے کہ

اشھد ان محمد رسول(ص) اللہ۔

اے مغیرہ تم ہی فیصلہ کرو کہ ایسی صورت میں کون سا اچھا کام اور کس کا نام باقی رہ سکتا ہے۔

خدا کی قسم ، جب تک اس نام کو نہ مٹا دونگا اس وقت تک چین و سکون سے نہیں بیٹھوں گا (۱) رسول خدا (ص) کی شہرت

عامہ سے معاویہ کا سینہ اگ کی بھٹی ہو رہا تھا (کیونکہ معاویہ کے بھائی ، ماموں اور دوسرے رشتہ داروں کو جنگ بدر میں مارا تھا) لہذا اس نام کو مٹانے کے لئے اس نے ان دو سیاستوں انتخاب کیا ، اسکی پہلی سیاست یہ تھی جس کا خلاصہ یہ ہے ، کہ بنی ہاشم کی ایک فرد بھی زمین پر زندہ نہ رہے یہ بات صرف میں نہیں کہہ رہا ہوں ، بلکہ اسکی وضاحت خود مولائے

کائنات امیر المومنین (ع) نے بھی کی ہے کہ خدا کی قسم معاویہ چاہتا ہے کہ بنی ہاشم کی ایک فرد بھی روئے زمین پر باقی نہ رہے اور خدا کا نور بجھ جائے درانحالیکہ خداوند عالم اپنے نور کو تمام عالم میں پھیلا کر رہے گا چاہے کافروں کو برا ہی کیوں نہ لگے (۱)

معاویہ کی دوسری سیاست یہ تھی کہ بنی ہاشم کے نام و نشان کو صفحہ بستی سے مٹا دیا جائے اسی لئے جھوٹی حدیثوں اور سیرت و تاریخ کا ایک بڑا کارخانہ کھولا تاکہ ان کی منقصدت کر کے کردار کو بد نام کر دیا جائے اور بنی امیہ کی فضیلت و منزلت کا پرچار کیا جائے ، یہی وجہ تھی کہ اس نے رسول (ص) کی لعنت والی حدیث جو خود اسکے اور ابو سفیان یا خاندان اموی کی کسی ایک فرد جسیے عمر و بن عاص کے سلسلے میں تھی کے مقابلے میں رسول اسلام (ص) سے جھوٹی حدیث منسوب کر کے لوگوں کے درمیان پرچار کرائی کہ ، بارالہا میں انسان ہوں۔

اگر غصے کی حالت میں کسی پر غلطی سے لعنت بھیج دی ہے یا اسکی مذمت کر دی ہے تو اس لعن و تشنیع کے بدلہ میں اسکے گناہوں کو معاف کر دے تاکہ پاک و پاکیزہ ہو جائے۔

ان جعلی حدیثوں نے معاویہ کے حق میں شمشیر برآن کا کام کیا ، ایک طرف رسول اکرم (ص) نے جو کچھ اس کے یا اس کے خاندان والوں کے سلسلے میں کہا تھا جو حقیقت میں سچ تھا ان حدیثوں سے اس نے داغدار دامن کو پاک و صاف کر لیا۔

دوسری طرف پیغمبروں (ص) کو ایک معمولی انسان دکھایا کہ انہوں نے جو کچھ کہا تھا وہ سب غصے میں کہا ، جبکہ آپ لوگ اچھی طرح سے جانتے ہیں کہ خداوند عالم نے اپنے رسول (ص) کے اخلاق و کردار کی کتنی تعریف و تمجید کی ہے ، اور انکو انکے لعلی خلق عظیم سے یاد کیا ہے ، اور آپکے متعلق سورہ ال عمران میں ارشاد فرمایا ہے ، "فیما رحمة من اللہ لنت لهم ولو کنت فظا غلیط القلب لا نفصوا من حولک" نیز دوسری جگہ کہا کہ ، انکی تمام باتیں وحی الہی کا سرچشمہ ہیں " وما ینطق عن الہوی ان هو الا وحی یوحی " سورہ نجم ایت ۲-۳

معاویہ کی اس بری سیاست کو ہر کس و نا کس نہیں سمجھ پایا تھا یہی وجہ

تھی جو سادہ لوح افراد تھے اور وہ اپنی ذات سے بے بہرہ تھے اسکی آواز پر دوڑنے لگے ، اور معاویہ کی ہاں میں ہاں ملانے لگے ، اور جو ضمیر فروشوں نے اسکے حکم سے بناوٹی حدیثیں تیار کی تھیں انہیں ہر جگہ بیان کرنے لگے اگر چہ معاویہ نے اپنے اندر ونی کینے کو لوگوں کے سامنے ظاہر نہیں کیا

۱۔ مروج الذهب ج ۳ ص ۲۸

۱۹۱

لیکن اپنی نا پاک تمنائوں کو کھلے عام انجام دیا ہاں، اس نے ایک طرف عثمان اور ان کے ہمرابیوں کا کھل کر ساتھ دیا۔ اور دوسری طرف علی (ع) اور ان کے خاندان والوں نیز ان کے چاہنے والوں پر کہ جنہوں نے اس کی سیابکاریوں میں ہاتھ نہیں بٹایا تھا ظلم و ستم کا پہاڑ ڈھایا ، اور کسی کو اذیت دی تو کسی کو قید خانے میں ڈلوایا تو کسی کو زندہ در گور کیا گیا ، ہماری بحث کی محور ام المومنین عائشہ کی ذات ہے کہ جس وقت انسانیت سولی پر چڑھائی جا رہی تھی اور شیعین علی (ع) کو شکنجوں اور قید خانوں کی اذیتوں میں مبتلا کیا جا رہا تھا اپ اسوقت بھی ارکان حکومت اموی کی نظر میں باعث صد احترام تھیں اور معاویہ نے جو امیر المومنین (ع) سے جنگ کی تھی تو اس میں بھی اپ نے معاویہ ہی کا ساتھ دیا تھا ، جب اپ حضرات نے یہاں تک ان کی کارکردگی کو ملاحظہ فرما لیا تو اس بات کو بھی ذہن نشین کر لیجئے کہ انہوں نے معاویہ کی جعلی حدیثوں کے کارخانے میں کتنا حصہ لیا ہے۔

سعد بن بشام نے حکیم بن افلح سے عائشہ کے گھر جانے کو کہا ، اس نے کہا کہ ہم ان کے یہاں ہر گز نہیں جائیں گے ، میں نے عائشہ کو جب دو گروہوں (حزب علوی اور حزب عثمان) میں اختلاف چل رہا تھا تو ان کو مداخلت کرنے سے منع کیا لیکن انہوں نے میری بات نہیں مانی اور اپنی ڈگر پر چلتی رہیں (۱) یہ جو افلح نے عائشہ کے بارے میں کہا کہ حزب علوی (ع) اور حزب عثمان کے اختلاف میں مداخلت کی، اس کا مطلب کیا ہے ؟

اپ نے پہلے دیکھا نیز ائندہ ملاحظہ فرمائیں گے کہ عائشہ نے ان حالات میں عثمان کے پارٹی کی خوب تعریف و تمجید کی اور ان کے حق میں رسول اسلام(ص) سے جھوٹی حدیثوں کو منسوب کر کے بیان کیا تھا۔

انہوں نے حزب علوی (ع) کی خدمت میں یقیناً حدیثیں گڑھی بو نگی ، ان ہی

باتوں کی وجہ سے حکیم افلاح نے انکو منع کیا لیکن انہوں نے اسکی بات پر کان نہیں دھرا۔

۱۔ مسند احمد ج ۶ ص ۵۶ ، تہذیب التہذیب ج ۲ ص ۴۴۴

۱۹۲

عائشہ کی ایک حدیث

احمد بن حنبل اپنی مسند میں نعمان بن بشیر سے نقل کرتے ہیں:

معاویہ نے مجھے ایک خط دیکر عائشہ کے یہاں بھیجا ، میں نے اس خط کو عائشہ کی خدمت میں پیش کیا تو آپ نے فرمایا ، اے میرے لال ، میں نے جو کچھ پیغمبر(ص) اسلام سے سنا ہے اس کو تم سے بیان نہ کروں ؟

نعمان نے کہا ، ضرور بیان کیجئے:

عائشہ نے کہا ، ایک روز ہم اور حفصہ رسول (ص) کی خدمت میں بیٹھی ہوئی تھی کہ آپ(ص) نے فرمایا کہ کتنا اچھا ہوتا کہ کوئی بات کرنے والا اجاتا۔

عائشہ نے کہا اے رسول خدا (ص) ہم اپنے باپ (ابو بکر) کو بلا دیں

انحضرت (ص) نے کچھ جواب نہیں دیا

رسول (ص) نے بار دیگر اپنی خواہش بیان کی حفصہ نے کہا ہم اپنے باپ (عمر) کو بلا دیں حضور (ص) خاموش رہے۔

اس کے بعد رسول اسلام (ص) نے ایک شخص کو بلایا اور چپکے سے اسکے کان میں کچھ کہا وہ ادمی چلا گیا ، تھوڑی دیر بعد عثمان آگئے ، انحضرت(ص) نے ان سے خوب باتیں کیں ، گفتگو کے درمیان میں نے سنا کہ حضور(ص) یہ فرما رہے ہیں۔

اے عثمان ، عنقریب خداوند متعال تمہارے جسم پر ایک لباس (خلافت) پہنانے والا ہے اگر لوگوں نے اس لباس کو تم سے چھیننے کی کوشش کی تو تم اسکو بر گز نہ اتارنا۔

رسول(ص) خدا نے اس فقرے کو تین بار دہرایا

نعمان بن بشیر کہتا ہے کہ میں نے کہا:

اے ام المومنین یہ حدیث عثمان کی مخالفت کرتے وقت اور لوگوں کو انکے خلاف بھڑکاتے وقت یاد نہیں رہی تھی۔

عائشہ نے کہا اے نعمان میں اسکو ایسا بھول گئی تھی گویا کبھی سنا ہی نہیں تھا (۱)

یہ واقعہ اس زمانہ میں پیش آیا کہ خلیفہ وقت معاویہ نے عائشہ کو خط لکھا اور نعمان اس کو لیکر گیا اور یہ اس کا منتظر ہے کہ یہ

۱۔ مسند احمد ج ۶ ص ۱۴۹

۱۹۳

جواب دیں ایسے وقت میں رسول (ص) کی ایک حدیث عائشہ کو یاد آئی ہے اور قاصد سے بیان فرمائی کہ رسول (ص) نے عثمان کے بارے میں وصیت کی تھی کہ ائندہ کا خلیفہ عثمان ہے پھر لباس خلافت کو برگز جسم سے نہ اتارنا۔

غور طلب بات یہ ہے کہ اس خط سے حدیث کا کیا ربط ہے ؟

ایا معاویہ نے اپنے خط میں ان سے سفارش کی تھی کہ عثمان کا دفاع کریں ؟

یا یہ کہ جب قاصد امیر شام معاویہ کے یہاں پلٹ کر جائے تو انکی حدیث کو معاویہ سے بیان کرے ؟

یا کوئی دوسری بات تھی ؟

ایا ممکن ہے کہ جو عائشہ ایک طویل مدت تک عثمان سے جھگڑا کرتی رہیں اور لوگوں کو ان کے خلاف بھڑکاتی رہیں یا اسی قسم کی دوسری باتیں جو معاویہ کے زمانے میں پیش آئیں ، اور لوگوں سے بیان کیا تھا اسکی وجہ صرف اتنی ہے کہ معاویہ کے زمانے میں عائشہ ایک کنیز کی طرح زندگی گزار رہی تھیں۔

اور جو کچھ جھوٹی حدیثیں اپنے باپ یا عمر و طلحہ نیز خاندان کی فضیلت میں بیان کی تھی اسکی وجہ یہ تھی کہ معاویہ کی حدیث گڑھنے والی سیاست کو

کامیاب بنا کر اس کو خوش کرنا تھا اور اس سلسلہ میں انہوں نے اپنے رشتہ دار اور چاہنے والوں کے فضائل کو نشر کرنے میں ایڑی چوٹی کا زور بھی لگایا تھا اسی لئے محاورہ بھی ہے کہ جسکو چوٹ لگتی ہے اسی کو درد ہوتا ہے " لیست الثکلی المستاجرہ"

ہم نے ان بحثوں میں نہ کسی کے فضائل کو بڑھا چڑھا کر بیان کیا ہے اور نہ ہی میرا مقصد کسی کی عیب جوئی کرنا تھا ، بلکہ ہمارا واحد ہدف یہ تھا کہ ان حدیثوں کی جانچ پڑتال کی جائے جو رسول اسلام (ص) سے جھوٹ منسوب کر کے بیان کی گئی ہیں جسکو انشاء اللہ اس کتاب کی آخری بحث میں ملاحظہ فرمائیں گے۔

۱۹۴

تحقیق اور نتیجہ

ہم نے اس سے پہلے زندگی عائشہ کی اچھی طرح تحقیق کی تاکہ ان کی سیاسی و اجتماعی اور معاشراتی کارناموں کے ساتھ انکے اغراض و مقاصد سامنے آجائیں ، اب اس کے پس منظر میں ان چیزوں کو پیش کروں گا کہ وہ کون سی چیز باعث بنی جنہوں نے حدیث نقل کرنے پر بر انگیختہ کیا تھا۔

اگر اس کا خلاصہ کیا جائے تو یہ ہو گا کہ ، عائشہ ایک تیز طرار عورت کے ساتھ ساتھ ایک بہترین خطیبہ تھیں جس کے ذریعہ عالم و جابل سب کے افکار و قلوب کو جذب کر لیتی تھیں، ایک بہترین سیاستدان تھیں جس کی وجہ سے لشکر عظیم کو کنٹرول کر لیتی تھیں ، ان کا عوام میں اتنا اثر و رسوخ تھا کہ ایک اشارے پر لوگوں کو خلیفہ وقت کے خلاف ایسا بھڑکا دیا کہ انہوں نے اسکی بساط حکومت کو پلٹ دیا۔

عائشہ جاہ و حشم کی بھوکی عورت کا نام ہے جس کو حاصل کرنے میں کسی چیز سے خوف نہیں کھایا تھا ، بلکہ کسی نہ کسی طرح اس کو حاصل کر کے رہیں ، انہوں نے اپنے چاہنے والوں کے ساتھ اتنا مہربانی کی کہ حد سے آگے بڑھ گئیں۔

اپنے خاندان اور اپنے مخالفوں کی نسبت اتنی کینہ توز تھیں کہ ان کے دشمنوں سے مرنے مارنے پر اجاتی تھیں ، المختصر یہ کہ ایسی عورت تاریخ میں

ڈھونڈھنے سے بھی نہ ملے گی ، اگر کوئی بات اپنے خاندان یا چاہنے والوں کے حق میں کہہ دی تو وہ سب کے زبان پر چڑھ جاتی تھی ، اور تاریخ کے صفحات میں زندہ جاوید ہو جاتی تھی تاکہ لوگوں کے لئے مشعل راہ بن جائے اور انے والی پیڑیاں انکی معرفت و شہرت سے پہچان لیں۔

اگر کوئی بات اپنے دشمنوں کو شکست دینے کے لئے بیان کر دی تو تاریخ نے ہمیشہ کے لئے اپنے دامن میں جگہ دیدی ، یا یوں کہوں کہ اگر اس نے کسی کی حمایت یا مخالفت میں کوئی بات کسی سے کہہ ڈالی تو یہ بات مسافروں و کاردانوں کے ذریعہ ایک دوسرے تک پہنچ جاتی تھی اور لوگ اس کو حدیث سمجھ کر ایک شہر سے دوسرے شہر تحفہ سمجھ کر لے جاتے تھے آخر میں یہ باتیں کتابوں میں منتقل ہو گئیں اور انے والی نسلوں نے ان باتوں کو حدیث کا نام دے دیا۔

یہ تمام باتیں خود ام المومنین عائشہ کی عظمت و منزلت کی بڑی دلیلیں ہیں ، ہم نے جب عائشہ کے چہرے کو تاریخ کی حقیقت میں دیکھا اور جن لوگوں نے ان کی ذات کو عظمت کے سانچے میں ڈھال کے پیش کیا تو ان دونوں میں بہت

۱۹۵

فرق پایا ، لیکن جن لوگوں نے ان کی عظمتوں کا گیت گایا ہے ان سے میری ایک درخواست ہے کہ عائشہ کے بطن سے ایک رسول (ص) کا بیٹا دکھا دیجئے ، البتہ یہ دونوں فضیلتیں حقیقت سے کوسوں دور ہیں۔

ہمیں صدر اسلام کی شخصیتوں کی اپنی طرف سے تعریف نہیں کرنی چاہیئے ، کیونکہ ایسی صورت میں مدح و ثناء ایک خیالی ہو کر رہ جائیگی جسکی کوئی حیثیت نہیں ہے ، ہماری پیش کی ہوئی ساری باتیں حقیقت سے تعلق رکھتی ہیں۔

زندگانی عائشہ کی تحقیق کا مقصد

ہم نے باربا کہا اور آخر میں پھر کہتا ہوں کہ ام المومنین عائشہ نے اپنے مقاصد تک پہنچنے کے لئے دو زبردست چیزوں کا سہارا لیا تھا۔

۱_عائشہ نے اپنی پوری زندگی میں زوجہء رسول (ص) نیز ام المومنین کے لقب کا سہارا لیا اور اس سے اپنی طرف لوگوں کی توجہ مبذول کروائی ، اور اس

موثر حربے کو استعمال کر کے اپنے مخالفوں کی زد و کوب کی اور اپنے چاہنے والوں کی بمت افزائی کی۔

۲_ وقت کی نزاکت کو دیکھتے ہوئے پیغمبر(ص) اسلام سے ان کی حدیث نقل کی ، یا اپنی قابلیت جھاڑنے کے لئے زوجیت کا فائدہ اٹھا کر جھوٹی حدیثیں گڑھیں ، عائشہ نے جن جگہوں پر رسول (ص) کی بیوی ہونے کے ناطے فائدہ اٹھایا ہے اس کو اس مختصر بحث میں بیان کرنا بہت مشکل ہے ، لیکن نمونے کے طور پر دو تین حدیثیں پیش کر رہا ہوں۔

۱_ مسلم اپنی صحیح میں نقل کرتے ہیں:

عائشہ فرماتی ہیں : جب رسول خدا (ص) بستر مرگ پر تھے تو انہوں نے ہم سے فرمایا:

اے عائشہ _ اپنے باپ (ابو بکر) اور بھائی کو بلا لائو تاکہ ایک وصیت لکھدوں کیونکہ مجھے ڈر ہے کہ کہیں لوگ ارزو نہ کرنے لگیں اور کہنے والے یہ نہ کہنے لگیں کہ میں خلافت کا زیادہ مستحق تھا ، درانحالیکہ ، خدا اور مومنین ابو بکر ہی کو چاہتے ہیں۔

۲_ صحیح بخاری میں ہے کہ : عائشہ فرماتی ہیں ، جب رسول خدا (ص) پر مرض نے شدت پکڑ لی تو عبد الرحمن بن ابو بکر سے فرمایا : بڈی یا کوئی تختی لے ائو تاکہ میں ابو بکر کے حق میں نوشتہ لکھدوں تاکہ میرے بعد کوئی اس (ابو بکر) سے خلافت کے

سلسلے میں جھگڑا کرنے نہ لگے ، عبد الرحمن ادھر تختی وغیرہ لینے گئے تو پیغمبر اسلام (ص) نے فرمایا : اے ابو بکر خدا اور مومنین تمہارے سلسلہ میں تھوڑا سا بھی اختلاف نہیں رکھتے ہیں۔

اپ نے دیکھا کہ عائشہ نے ان دو حدیثوں سے اپنے باپ کی حکومت و خلافت کو رسول (ص) کی بیماری سے ملتے جلتے واقعات سے کس طرح ثابت کر دیا اور اپنے باپ کی خلافت کے لئے دو دلیلیں پیش کر دیں۔

۳_ جب عائشہ کے روابط عثمان سے مسالمت امیز تھے تو ان کی خوب مدد

کی اور ان کی حکومت کی حمایت میں بولتی رہیں ، اور زوجیت رسول (ص) سے فائدہ اٹھا تے ہوئے عثمان کے حق میں ایک حدیث بھی گڑھ ڈالی تھی ، جس کو صحیح مسلم نے عائشہ سے نقل کیا ہے کہ:

میں رسول (ص) کے ساتھ ایک چادر میں آرام کر رہی تھی کہ ابو بکر آگئے ، پیغمبر (ص) اسلام نے انکو اندر بلا لیا ، پھر تھوڑی دیر بعد عمر بن خطاب چلے آئے رسول (ص) اسلام نے انکو بھی اسی حالت میں بلالیا ؛ لیکن جب حضرت عثمان آئے تو رسول خدا (ص) چادر سے باہر آگئے پھر عثمان کو گھر میں بلایا ، جب عثمان چلے گئے تو میں نے رسول (ص) اسلام سے سوال کیا کہ یا رسول (ص) اللہ جب ابو بکر اور عمر آئے تو آپ چادر کے اندر لیٹے رہے لیکن جب عثمان آئے تو اپنے کو چادر سے باہر کر لیا ، اس میں کیا راز ہے ، پیغمبر (ص) اسلام نے فرمایا : چونکہ عثمان ایک شرم و حیا کا پیکر ہے لہذا میں ڈرا کہ اگر اسی حالت میں عثمان سے ملاقات کر لیتا تو وہ شدت شرم سے مجھ سے بات نہ کر پاتا۔

۴ صحیح مسلم نے اسی حدیث کو دوسری طرح سے عائشہ کا یوں بیان نقل کیا ہے:

ایک دن پیغمبر (ص) اسلام میرے ساتھ چادر اوڑھے لیٹے ہوئے تھے ، جیسے ہی عثمان آئے تو رسول (ص) نے مجھ سے کہا اے عائشہ تم اپنا لباس وغیرہ ٹھیک کر لو ، میں نے کہا ، یا رسول (ص) اللہ ، ابو بکر اور عمر کے آنے پر آپ نے مجھ سے لباس ٹھیک کرنے کو نہیں کہا لیکن جب عثمان آئے تو اپنے بوش و حواس کو کھو دیا نیز ان سے ملاقات کرنے کے لئے اپنے جسم پر لباس بھی پہن لیا۔

۵ صحیح مسلم میں دوسری روایت یوں نقل ہوئی ہے۔

عائشہ کہتی ہیں ، جیسے ہی میں نے رسول خدا (ص) سے پوچھا تو آپ (ص) نے فرمایا : اے عائشہ ، میں عثمان سے حیا کیوں نہ کروں اور اسکا احترام کیوں نہ بجالائوں ، خدا کی قسم ۔ عثمان کے شرم کے آگے فرشتوں کے سر جھک جاتے ہیں۔

عائشہ نے رسول (ص) کی بیوی ہونے کے ناطے حکومت عثمان کی خوب

حمایت کی لیکن زیادہ دن نہیں گذرا کہ اسی زوجیت رسول کے ذریعہ انکو شکست دینے کی ٹھان لی تھی ، اور حکومت عثمان کا تختہ الٹنے کے لئے رسول(ص) کا کرتہ لیکر مسجد میں چلی آئیں اور انکے خلاف تقریر کی۔

اے مسلمانو یہ پیرا بن رسول (ص) بے ابھی کہنہ نہیں ہوا بے لیکن عثمان نے انکی سنت کو بدل کر فرسودہ بنا ڈالا ہے۔

ایک مرتبہ حکومت عثمان کو الٹنے کے لئے پیغمبر(ص) اسلام کی نعلین مبارک لیکر مسجد میں آگئیں۔ اور تیسری مرتبہ رسول (ص) کی داڑھی کے بال کو لوگوں کی خدمت میں پیش کیا ، ان واقعات سے آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ عائشہ نے عثمان کے خلاف کبھی رسول(ص) کی نعلین مبارک تو کبھی داڑھی کے بال تو کبھی پیرا بن رسول (ص) کے ذریعہ انکی حکومت کو گرانے کی کوشش کی تھی ، اور ان تمام چیزوں سے لوگوں کے جذبات و احساسات سے کھیلنا چاہا ، کیونکہ روابط خراب ہونے کے بعد عائشہ کے اغراض و مقاصد دوسرے تھے جو زوجیت رسول (ص) سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنی چال چل رہی تھیں۔

قتل عثمان کے بعد تاریخ کے صفحات پلٹے تو ان پرانی باتوں کو بالکل بھول گئیں اور بار دیگر انکے فضائل کو بیان کرنے میں جٹ گئیں اور زوجیت رسول (ص) سے اس میدان میں بھی خوب فائدہ اٹھایا کیونکہ اس وقت انکے اغراض و مقاصد اور سیاست دوسری تھی۔

۶۔ جب معاویہ نے تمام حکمرانوں کو یہ حکم دیدیا تھا کہ عثمان کی تعریف کی جائے اور انکے فضائل و کمال کو بیان کرنے کے لئے جھوٹی حدیث کا کارخانہ کھول دیا جائے تو اس وقت عائشہ فرستادہ معاویہ سے عثمان کے سلسلہ میں ایک شگفتہ امیز حدیث نقل کرتی ہیں کہ رسول (ص) نے ایک مصاحب کی خواہش کی تو میں نے اپنے باپ (ابو بکر) کو پیش کیا حفصہ نے اپنے باپ (عمر) کو بڑھایا ، لیکن پیغمبر(ص) اسلام نے ہم دونوں کی پیشنہادوں کو ٹھکرا دیا ، پھر ایک شخص کو بلایا اور ابستہ سے کچھ اس کے کان میں کہا ، تھوڑی دیر بعد عثمان گھر میں آگئے تو رسول(ص) خدا نے ان سے خوب باتیں کیں اور میں نے خود سنا ہے کہ آپ(ص) نے فرمایا تھا ، اے عثمان خداوند عالم عنقریب تمہارے جسم پر ایک لباس (خلافت) پہنانے والا ہے ، اگر لوگ اس پیرا بن کو اتارنے کی کوشش کریں تو تم برگز نہ اتارنا۔

۷۔ عائشہ نے مسئلہ رضاعت میں اپنی خاص رائے پیش کی اور کہنے لگیں ،

پانچ مرتبہ دودھ پلانے سے رضاعی محرمیت پیدا ہو جاتی ہے اور اپنی بہنوں اور عورتوں کو اس کا حکم دیا تھا ، اور اس اکلوتے فتوے سے فائدہ یہ اٹھانا چاہتی تھیں کہ جو

۱۹۸

لوگ معاشرے میں با رسوخ ہیں وہ انکے پاس اٹیں جائیں اسی بنا پر اس شرعی بہانے کو تلاش کیا تاکہ لوگ ان پر کوئی انگلی نہ اٹھا سکیں ، مگر دیگر ازواج رسول (ص) نے ان پر اعتراض کر دیا اور کہنے لگیں رضاعت اس وقت محقق ہو گی جب طبق معمول انجام دی جائے نہ کہ پانچ یا دس بار دودھ دینے سے پیدا ہو گی

عائشہ نے کہا ، جب ایہ الکبیر عشرہ رسولا پر نازل ہوئی کہ دس بار دودھ پلانے سے پردہ ساقط ہو جاتا ہے تو اسکو ایک پتے پر لکھ کر تخت کے نیچے رکھ دیا تھا لیکن جب رسول (ص) بیمار ہو گئے اور ہم لوگ انکی تیمار داری میں لگے ہوئے تھے تو ایک بکری گھس گئی اور وہ پتے کو کھا گئی (۱)

صحیح مسلم میں جو دوسری روایت عائشہ سے نقل ہوئی ہے وہ یہ ہے کہ ، قرآن میں یہ ایت (عشر رضعات یحرمن) رسول کے زمانے میں موجود تھی پھر یہ ایت (خمسون معلومات) سے منسوخ کر دی گئی ، پھر عائشہ تعلیقہ لگاتی ہیں کہ ، جب رسول (ص) اس دنیا سے چلے گئے تو یہ قرآن میں تھی اور لوگ اسکی تلاوت بھی کرتے تھے (۲)

ام المومنین عائشہ کے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ پانچ مرتبہ دودھ پلانے سے محرمیت پیدا ہو جائے گی ، اور میرے فتوے کی دلیل قرآن کی ایت تھی اور اس ایت کی رسول (ص) کے زمانے میں تلاوت بھی ہوئی لیکن اس کے بعد اس ایت کو بھلا دیا گیا (۳)

اپ نے چند حدیثیں ملاحظہ فرمائیں یہ ساری کی ساری نمونہ تھیں جو عائشہ نے زوجیت رسول (ص) سے فائدہ اٹھاتے ہوئے گڑھی تھیں اور معاشرے کو تحفے میں پیش کی تھیں اگر آپ ان کی حدیثوں کی چھان بین کریں گے تو دیکھیں گے کہ ازواج پیغمبر (ص) میں سے کسی اور نے ان کی روایت نہیں کی ہے اور انہیں کی جعلی حدیثوں کی وجہ سے آج پیغمبر (ص) اسلام کا چمکتا ہوا چہرہ دھندلا نظر آ رہا ہے ، اور ان ہی حدیثوں نے انحضرت (ص) کو ایک معمولی

انسان بنا دیا ہے۔

تعجب کی بات تو یہ ہے کہ اس زمانے سے لیکر آج تک تمام مسلمان (سوائے شیعوں کے) رسول اکرم (ص) کی سیرت و

۱_ مسند احمد ص ۲۶۹ ، سنن ابن ماجہ کتاب نکاح حدیث نمبر ۱۹۴۴
۲_ صحیح مسلم کتاب رضاع ص ۱۰۷۵
۳_ تعجب کی بات یہ ہے کہ عائشہ ہ کی دس مرتبہ دودھ پلانے والی ایت بکری کہا گئی لیکن پانچ مرتبہ والی ایت کے سلسلے میں کچھ نہیں کہا ایا اسکو بھی جانور نے کہا لیا تھا یا کوئی اور مصیبت ٹوٹ پڑی تھی ؟ انا لله و انا اليه راجعون

۱۹۹

حیات کو عائشہ ہی کی روایتوں میں تلاش کرتے ہیں۔

یہ مسئلہ غور طلب ہے کہ پیغمبر (ص) اسلام کی واقعی شخصیت ایک مسلمان سے ڈھکی چھپی رہے کیونکہ حاکمان وقت کی یہی کوشش تھی کہ اگر رسول (ص) کی معرفت ہو تو ام المومنین عائشہ کی حدیثوں سے ہواور اس میں کسی دوسرے کا دخل نہ ہو۔

جبکہ آپ حضرات نے دیکھا کہ ان جھوٹی حدیثوں نے کس طرح رسول (ص) اسلام کی حقیقی شخصیت کو مجروح کر کے بالکل نیست و نابود کر دیا ہے۔

ان تمام باتوں کے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ اگر رسول (ص) اسلام کی ذات کو پہچاننا ہے تو سب سے پہلے ضرورت اس بات کی ہے عائشہ کی حدیثوں کو کھنگالا جائے تب جا کر رسول (ص) کے چہرے سے تاریک و تحریف کے ضخیم پردے خود بخود اٹھ جائیں گے ، اور یہ بھی جان لیجئے کہ اسلام حقیقی کی شناخت موقوف ہے رسول (ص) اسلام کی واقعی ذات پر۔

اسی لئے میں نے اس کتاب میں عائشہ کی زندگی کو تاریخ کے ائینے سے پیش کیا ہے اور انشا اللہ پھر انکی حدیثوں کی چھان بین کروں گا۔

اس تحقیق کی راہ میں تمام عائشہ کے چاہنے والوں سے معافی مانگتے ہیں اور مجھے امید ہے کہ وہ لوگ مجھے معاف بھی کر دیں گے کیونکہ میرا ہدف صرف اتنا تھا کہ رسول (ص) خدا، دین اور قوانین الہی کی صحیح معرفت ہو جائے اسی لئے ہم نے اس خارداروادی میں قدم رکھا ہے ، تاکہ اسکے ذریعے دین کی کوئی خدمت ہو جائے۔

ہم نے اس کتاب میں پہلی فصل میں زندگانی عائشہ کی جانچ پڑتال کی ہے اور فصل دوم میں انکی احادیث کو ملاحظہ فرمائیں گے ، بس خدا سے یہ دعا ہے کہ وہ میری اس خدمت کو قبول کرے۔

ایک حدیث کے سلسلے میں علماء اہلسنت کی توجیہیں:

اس بحث کے آخر میں بہتر یہ ہے کہ تھوڑا سا اس حدیث کے سلسلے میں جس کا میں نے پہلے وعدہ بھی کیا تھا چہاں بین کر لیا جائے ، اور جو علماء اہلسنت نے اس حدیث کے سلسلے میں تاویل کر کے اس سے مطابقت کرنے کی ایڑی چوٹی کا زور لگایا ہے اس کو ملاحظہ فرما لیجئے۔

۲۰۰

ایک حدیث صحیح مسلم کے اندر یوں نقل ہوئی ہے

رسول اسلام (ص) نے فرمایا : میرا حرم مدینہ میں کوہ ثور سے لیکر کوہ عیریا عایر تک ہے (۱)

اس کے ذریعہ راویوں نے زور لگا کر مکہ کی طرح مدینہ میں بھی حرم و حدود حرم کو بیان کیا ہے ، لیکن اس کام کو کر کے بہت بڑی غلطی کی ہے ، کیونکہ ایک حرم کی حد کوہ ثور کو بنایا ، درانحالیکہ کوہ ثور مکہ میں ہے جس میں پیغمبر (ص) اسلام ہجرت کرتے وقت اسی پہاڑ کے غار میں چھپے تھے (۲) اور مدینہ کے اندر اس نام کا کوئی پہاڑ نہیں ہے ، جیسا کہ بزرگ دانشوروں نے اسکی وضاحت بھی کی ہے جن میں چند یہ ہیں۔

۱_ مصیب زبیری جو مدینہ کے رہنے والے تھے اور وہاں کے بہت بڑے عالم دین تھے انہوں نے ۳۶ھ میں وفات پائی ، وہ اس حدیث کے ذیل میں کہتے ہیں کہ کوہ ثور مدینہ میں نہیں ہے (۳)

۲_ علامہ شہیر ابو عبید قاسم بن سلام متوفی ۲۲۴ھ لکھتے ہیں کہ ، یہ روایت اہل عراق کی ہے اور مدینہ والے ثور نام کے پہاڑ کو نہیں جانتے ہیں کوہ ثور مکہ میں ہے ، میرا گمان یہ ہے کہ اس حدیث میں دراصل کوہ احد تھا ، جو غلطی سے کوہ ثور لکھ دیا گیا ہے (۴)

ابو عبید کے کہنے کا مقصد یہ ہے کہ یہ روایت اہل عراق نے نقل کیا ہے ، جنکو

یہ بھی نہیں معلوم تھا کہ کوہ ثور مکہ میں ہے یا مدینہ میں۔

۲_قاضی عیاض متوفی ۵۴۴ھ جنہوں نے صحیح مسلم کی شرح کی ہے

۴_صاحب معجم ما استعجم بکری متوفی ۴۷۸ھ جو بہت بڑے جغرافیہ دان

تھے

۵_حافظ ابوبکر محمد بن موسیٰ حازمی ۵۴۸ھ جو علم حدیث میں ماہر تھے

(۵)

۶_صاحب نہایة اللغة علامہ ابن اثیر جزری متوفی ۶۰۶ھ (۶)

۱_صحیح مسلم باب فضل المدینہ حدیث نمبر ۹۹۵۰_۴۶۷
۲_طبری ج ۲ ص ۳۷۸ ، بشام ج ۱ ص ۴۸۵ ، انساب الاشراف ج ۱ ص ۲۶۰ ، ابن اثیر ج ۲ ص ۷۳
۳_فتح الباری ج ۴ ص ۴۵۲
۴_فتح الباری ج ۴ ص ۴۵۲
۵_صحیح مسلم باب فضل المدینہ ج ۹ ص ۱۴۲_۶ نہایة اللغة ج ۱ ص ۲۲۹

۲۰۱

۷_یاقوت حموی جنہوں نے ۶۲۶ھ میں وفات پائی ہے (۱۱)

ان تمام دانشوروں نے صراحتاً لکھا ہے کہ مدینہ میں ثور نام کا کوئی پہاڑ نہیں

تھا۔

لہذا علماء اہلسنت نے اس حدیث کی توجیہ و تاویل کرنے میں خرافات کی باتیں تحریر کی ہیں جن میں علماء حدیث کے رببر و پیشوا ، بخاری متوفی ۲۵۶ھ میں جنہوں نے اپنی صحیح کے اندر ایک حدیث لکھی لیکن اس میں کوہ ثور کے نام کے بجائے اس عبارت کو پیش کیا کہ " المدینة حرم ما بین عائزالی کذا " (۱) یعنی مدینہ کا حرم کوہ عائر سے لیکر فلاں مقام تک ہے ، درانحالیکہ اسی حدیث کے سلسلے میں صحیح مسلم نے (کذا) کی جگہ لفظ ثور کو استعمال کیا ہے

اس حدیث کے سلسلے میں بخاری کو چھوڑ کر اور دانشوروں نے بھی نا درست توجیہ و تفسیر کی ہے ایک دانشور کہتا ہے : شاید پیغمبر(ص) اسلام نے مدینہ کے کسی دو پہاڑوں کا نام رکھا ہو گا دوسرا لکھتا ہے ، شاید پیغمبر(ص) اسلام کا مقصد مدینہ کے حدود حرم کو معین کرنا تھا اسی لئے آپ نے مکہ کے

دو پہاڑوں کے فاصلے سے تشبیہ دی ، کیونکہ کوہ ثور مکہ میں ہے نہ کہ مدینہ میں۔

تیسرا کہتا ہے ، راوی نے غلطی سے کوہ ثور کہہ دیا ہے کیونکہ مدینہ میں کوہ احد ہے نہ کہ کوہ ثور۔

چوتھے نے روایت کے اندر پہاڑ کا نام ہی نہیں لکھا تاکہ کوئی اعتراض نہ کرے اور ان کے علاوہ دوسروں نے اس حدیث کی توجیہ و تاویل دوسرے ہی انداز میں کی ہے ، اور یہ تاویل کا سلسلہ تقریباً سات صدی تک وسیع پیمانے پر چلتا رہا ، چنانچہ محدث حنبلی عبد السلام بن محمد بن مزروع بصری متوفی ۶۶۹ھ نے اس حدیث کا زبر دست حل نکالا ، اور مدینہ میں کوہ احد کے نزدیک ایک کوہ ثور کو پیدا کر دیا پھر اعتراض کے خوف سے یہ لکھ دیا کہ اہل مدینہ اس پہاڑ کو جانتے ہیں ، پھر عبد اللہ مطری متوفی ۷۶۵ھ نے اپنے والد بزگوار محمد مطری سے انہیں مطالب کو یوں نقل کیا کہ ، اہل مدینہ پشت در پشت کوہ احد کے بغل میں ثور نام پہاڑ کو جانتے ہیں اور یہ پہاڑ سرخ رنگ کا اور بہت چھوٹا ہے۔

گویا سب سے پہلے مدینہ میں کوہ ثور کو ابن مزروع نے کشف کیا پھر اسکے بعد عبد اللہ مطری نے اسکے انکشاف سے اپنی نئی تحقیق پیش کی لیکن حافظ اور عالم علم الحدیث یحییٰ نووی متوفی ۶۷۶ھ نے اپنی مشہور شرح میں اس قسم کی کوئی بات نہیں لکھی ، جبکہ ان کے پہلے والے بزرگ عالموں نے اس حدیث کی توجیہ و تاویل کرنے میں ایڑی چوٹی کا زور لگایا

۱_ معجم البلدان ج ۲ ص ۸۶ مطبوعہ بیروت
۲_ صحیح بخاری کتاب الحج باب حرم مدینہ

۲۰۲

تھا جسکو آپ نے پہلے ملاحظہ فرما لیا ہے ، پھر عالم لغت علامہ ابن منظور متوفی ۷۱۱ھ نے اپنی کتاب لسان العرب میں لفظ ثور میں مدینہ کے پہاڑ کا تذکرہ نہیں کیا ، جبکہ یہ دونوں ایک بڑے عالم اور ماہر علم حدیث و لغت تھے۔

یا یہ کہا جائے کہ یہ دونوں اس جغرافیائی انکشاف سے باخبر نہ ہو سکے یا انہوں نے ان لوگوں پر اعتماد نہیں کیا۔

البتہ آپ یہ بھی جان لیں کہ یہ دونوں عالم زمانے کے اعتبار سے ابن مزروع

کے بعد تھے ، اگر ان دونوں نے اپنی کتابوں میں ان کے انکشاف و اختراع کو جگہ نہیں دی تو پھر اوروں نے کیسے اپنی کتابوں ، میں لکھ مارا ۔ جیسے

۱۔ محب الدین طبری متوفی ۶۹۴ھ نے کتاب الاحکام میں

۲۔ فیروز ابادی متوفی ۸۱۷ھ نے کتاب قاموس میں

۳۔ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ نے فتح الباری میں

۴۔ زبیدی متوفی ۱۲۰۵ھ نے تاج العروس میں ابن مزروع کی چھوڑی ہوئی پہلچھڑی کو لکھا ہے لیکن ہمارے زمانے کے علماء کی غیرت اس حدیث کی توجیہ و تفسیر کرنے میں گذشتہ عالموں سے زیادہ بڑھ گئی ہے ، اور اس پر اتنا زور آزمائی کی کہ کوہ ثور کی حقیقت کو جاننے کے با وجود اس کو مدینہ کے جغرافیائی نقشے میں لاکر گھسیڑ دیا ، جیسے مولف کتاب اثار المدینہ استاد عبد القدوس نے صفحہ ۱۳۹ میں کوہ ثور کو مدینہ کے نقشہ میں پیش کیا ہے ، اور ان سے ڈاکٹر محمدہیکل نے کتاب منزل الوحی کے صفحہ ۵۱۲ میں اسی نقشے کو چھاپا ہے ، پھر کتاب کے صفحہ ۴۴۰ پر لکھتے ہیں کہ میں نے اس نقشے کو کتاب اثار المدینہ سے حاصل کیا ہے (۱)

مختصر یہ ہے کہ سب سے پہلے ساتویں صدی میں کوہ ثور کو مدینہ میں پیش کیا گیا اور چودہویں صدی میں پہلی مرتبہ جغرافیائی نقشے میں کوہ ثور داخل کر دیا گیا۔

واللہ علی ما نقول وکیل
سید مرتضیٰ عسکری

۱۔ شرح صحیح مسلم تحقیق محمد فواد عبد الباقی مطبوعہ لبنان ص ۹۹۸۔ ۹۹۵